وفا کے موتی

انسان اپنی زندگی ایک لگی بندھی روٹین کے مطابق جی رہا ہوتا ہے۔ اپنے پیارے رشتوں کے ساتھ ہنستے کھیلتے، اس کو جب اچانک سے کسی ناگہانی صورتحال کا سامنا ہو جائے تب احساس ہوتا ہے کہ یار زندگی تو بہت ہی چھوٹی ہے۔ یا پھر یہ کہنا چاہیے کہ زندگی میں خوشیوں کی عمر کتنی چھوٹی ہے۔

ابھی کل رات کو سب کچھ ٹھیک تھا۔ وہ اپنی زندگی کے ٹھہراؤ سے خوش تھا۔ اچھی صحت، لاجواب نوکری، جلد اس کی بیوی بننے والی ایک خوبصورت لڑکی۔ ایک مرد کو بھلا اور کیا چاہیے ہوتا ہے؟

ابھی تو چوبیس گھنٹے بھی نہیں گزرے ہیں کہ صورتحال میں اس شدت کی تبدیلی واقع ہوئی ہے کہ اس کی سوچ اس کی ہستی تک ہل کر رہ گئی ہے۔

لوگ اتنے دوغلے بھی ہو سکتے ہیں؟ اتنی اچھی اداکاری کر سکتے ہیں؟ وہ تو سمجھتا تھا کہ وہ اڑتی چڑیا کے پر بھی گن لے گا مگر اپنی ناک کے نیچے ہونے والے کھیل سے بے خبر رہ گیا۔

یا شاید جب ہم اپنی ذات سے بڑھ کر کسی دوسرے کا اعتبار کر لیتے ہیں، کسی کو بہت غیر ضروری عزت اور مان دے دیتے ہیں، تو اللہ پھر انہی لوگوں کے ہاتھ آپ کو نیچے گرا دیتا ہے۔

اس کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔

اس کے ہی کہنے پر ٹیکسی ڈرائیور نے اس کو بارہیڈ روڈ پر اتار دیا تھا۔

جب وہ کرایہ دے کر گاڑی سے نکلا تو ڈرائیور نے اس کی توجہ پیچھے رہ جانے والے لاجواب گلدستے کی جانب دلائی۔

درمیان میں بے بی پنک گلابوں کے پھولوں کے گرد خون رنگ کے گلابوں کی تین لائنیں تھیں۔انسانی ہاتھ جتنے بڑے، بالکل تازہ گلاب جن کی مہک نے ساری کار کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا۔

اس نے اک نگاہ نفرت سے پھولوں کو دیکھا، پھر ساتھ پڑے گفٹ بیگ کو دیکھا اور ڈرائیور سے بولا:

"یہ پھول آپ رکھ لیں۔آپ کی اگر بیٹی ہے تو اپنی طرف سے اس کو دے دینا۔اس بیگ میں کچھ تحفے ہیں، وہ بھی رکھ لو۔اور اگر نہیں رکھنے تو کسی چیرٹی شاپ پر دے دینا۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے ٹیکسی کا دروازہ بند کیا اور سلور برن کو جانے کی بجائے واپس پولک شاز ٹول ہاؤس کو چل پڑا۔

ٹیکسی والا بھی ایک ایشین ہی تھا۔اس نے پہلے تو حیرت سے اس لڑکے کو دیکھا جو اچھا خاصا خوش شکل تھا۔اس نے اس لڑکے کو پارک ڈسٹرکٹ

سے اٹھایا تھا۔ ڈرائیور اپنی رات کی شفٹ مکمل کر کے گھر کو جا رہا تھا جب اس لڑکے نے ہاتھ دے کر اس کو روکا۔ جیسے ہی بلیک کیب ڈرائیور منیر نے گاڑی روکی، وہ اندر بیٹھ گیا اور جب پوچھا گیا کہ کہاں جانا ہے تو اس لڑکے نے بس اتنا کہا، "ساوتھ سائیڈ کو چلو۔"

اب ساوتھ سائیڈ اتنا بڑا علاقہ ہے، کسی خاص جگہ کا نام بھی نہیں بتایا۔ ڈرائیور کو لگا جب قریب جائے گا تو بتا دے گا، مگر کتھکارڈ کے بعد شالینڈز بھی گزر گیا تو اس نے صرف اتنا کہا، "سلور برنز کی جانب لے چلو۔" اب سلور برنز سے بھی پہلے خالی سڑک پر اتر گیا تھا۔ ساتھ اپنا سامان بھی اس کے حوالے کر گیا تھا۔ ڈرائیور کا ستر پاؤنڈز تو کرایہ ہی بن گیا تھا، اس لیے وہ خوش تھا۔ اسی خوشی میں پھولوں کے بکے سمیت گھر کو ہو لیا۔

صبح کے آٹھ بجے کا وقت تھا۔ فضا میں اچھی خاصی خنکی ہو رہی تھی۔ ٹریفک پورے جوش میں اس کے پاس سے گزر کر اپنی منزل کو جا رہی تھی۔

ایک وہی تھا جس کو علم نہیں تھا کہ وہ کہاں جارہا ہے، یا کہاں جانا چاہتا ہے۔

اگراس وقت اس کا کوئی جاننے والا اس کو یوں دھیمے دھیمے چہل قدمی کرتے ہوئے، بے سمت وارادہ چلتے ہوئے دیکھ لیتا تو حیرت سے اس کی دماغی حالت پر شک کا شکار ہوتا، کیونکہ عمید مجتبی گھڑی کی سوئیوں کے ساتھ ساتھ چلنے والا شخص ہے۔ صبح پانچ بجے جم، چھ بجے ناشتہ، سات بجے آفس روانگی۔ آج تک اس کے دفتر میں سوائے چپڑاسی کے کوئی بھی اس سے پہلے نہیں پہنچا تھا۔

ہفتے اتوار کو بھی اس کے کاموں کی یہ لمبی فہرست ہوتی ہے۔اس کا منہ بولتا ثبوت اس کی گرے جینز کی پچھلی جیب میں ٹھونسا ہوا اس کا موبائل فون ہے، جو ہر دو سیکنڈ بعد یا تو ان کمنگ کال سے وائبریٹ کر رہا تھا، یا ای میل کے نوٹیفکیشن کی ٹون بجتی، یا ٹیکسٹ پر ٹیکسٹ موصول ہو رہے تھے۔

اس نے ایک سیکنڈ کو رک کر فون جیب سے نکالا۔ سکرین پر آنے والی کال کے کالر کا نام دیکھ کر جی تو چاہا اپنی دائیں طرف پھیلے لمبے چوڑے گالف کورس میں فون پھینک دے، مگر اس نے ایسا کرنے کی بجائے اپنا فون بند کر کے واپس جیب میں ڈال دیا۔

اپنے سامنے ناک کی سیدھ پر جاتے بار ہیڈ روڈ پر وہ بچپن سے سفر کرتا آرہا ہے۔ بلکہ جب اس نے نیا نیا گاڑی چلانا پاس کیا تھا تو اکثر اسی سڑک پر گاڑی بھگاتے پایا گیا تھا، کیونکہ سڑک کے اس ٹکڑے میں کوئی کھڈا، رکاوٹ نہیں آتی ہے۔ گاڑی گویا بادلوں پر اڑتی محسوس ہوتی۔

فٹ پاتھ کے دائیں جانب گالف فیلڈز کی گھاس صبح کی نرم دھوپ میں نہایا آنکھوں کو بہت بھلی معلوم ہو رہی تھی، اور دوسری جانب آسمان کو چھوتے محسوس ہوتے درختوں کے جھنڈ تھے، کیونکہ وہاں سے پولک کنٹری پارک کا احاطہ شروع ہو جاتا تھا۔

اس کو یہ سب مناظر اداسی کا شکار کر رہے تھے، کیونکہ سالوں پہلے وہ یہ شہر چھوڑ چکا ہے۔ جرمنی میں کام کرتے بہت دفعہ گلاسگو کو یاد کرتا تھا، کیونکہ اس شہر کی زندگی اس کو بہت متوازی سپیڈ پر چلتی معلوم ہوتی ہے۔ نہ تو یہاں لندن یا ایڈنبرا جیسی بھیڑ اور رش ہوتا ہے، نہ ہی دیہاتی زندگی کی خاموشی، بلکہ اس شہر میں آپ کو دیہاتی اور جدید شہری دونوں قسم کا ماحول ملتا ہے۔

مارچ کا مہینہ شروع تھا مگر حیرت انگیز طور پر اس کو اتنی سردی محسوس نہیں ہو رہی تھی، یا پھر دماغی طور پر وہ اتنا غیر حاضر تھا کہ اس کو گرمی یا سردی، کوئی موسم محسوس نہ ہو رہا تھا۔

لمبی لمبی ٹانگوں سے انسان بہت دھیما بھی چل رہا ہو تب بھی فاصلہ بہت جلدی سے طے ہوتا ہے۔ کا گلن گالف کلب سے پولک شاز ٹول ہاؤس تک

پہنچتے اس کو پندرہ منٹ لگ گئے۔ راؤنڈ آباؤٹ سے پہلے ہی وہ پولک شاز روڈ کی جانب مڑ گیا۔

جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ دیے وہ ارد گرد پر غور کیے بغیر چلتا گیا۔ پولک شاز برگ ہال سے اس نے سڑک کراس کی اور کرسچن سٹریٹ میں داخل ہو کر ایشٹری پارک کی جانب چلتا گیا۔ عام حالات میں وہ برگ ہال کی عمارت کو سراہنے کے لیے دوپل کو ضرور رکتا، مگر اس وقت وہ خوبصورت عمارتوں کے رومانس کے موڈ میں نہیں تھا۔

اس کی ناک کی سرخی بتا رہی تھی کہ فضا میں خنکی ہے، مگر بیس پچیس منٹ تیز قدم چلنے سے اس کا جسم بالکل گرم ہو رہا تھا۔

چھوٹے سے پارک میں داخل ہوا تو بچوں کے کھیلنے کو لگی جھولوں اور سلائیڈز کی خاموشی پر ایک نگاہ ڈال کر وہیں ایک آہنی بنچ پر بیٹھ گیا۔

ابھی اس نے کھل کر بیٹھنے کے بعد گہری سانس بھی نہیں کھینچی تھی کہ اس کے کانوں سے ایک نسوانی آواز ٹکرائی:

"تم اس قدر ڈرپوک انسان ہو کہ ایک لڑکی سے ڈرتے ہو۔ بات کرنے سے تمہاری جان جا رہی ہے۔ میں پرسوں سے تم کو کال کر رہی ہوں، اور تم مسلسل مجھ سے بھاگ رہے ہو۔

اور تم اچھی طرح جانتے ہو، تم مجھ سے بھاگ نہیں سکتے ہو، کیونکہ جیسے ہی میرے بھائی کو تمہاری اس حرکت کا پتا چلا وہ سیدھا تمہارے گھر آ جائے گا۔"

عمید نے جب آواز کی جانب توجہ دی تو اس آواز کی مالک بالکل سامنے کچھ گز کے فاصلے پر لگے دوسرے بینچ پر ایسے آلتی پالتی مار کر بیٹھی ہوئی تھی جیسے وہ ایک پبلک پارک کی بجائے اپنے ذاتی ڈرائنگ روم میں موجود ہو۔

اس کارخ عمید کی جانب نہیں تھااور وہ پر یقین تھا کہ وہ اس کی موجودگی سے لاعلم تھی۔

اگر کوئی شک تھا بھی تو اگلے لمحے وہ بھی دور ہو گیا جب اس لڑکی نے فون کی سکرین کو دیکھتے ہوئے یہ بولا:

"کتے کے بچے فون اٹھا۔"

عمید نے پارک میں نگاہ دوڑائی۔ مخالف سمت والے گیٹ کے پاس ایک عورت اپنے کتے کو مارننگ واک کروانے نکلی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ پارک میں چوتھا کوئی انسان موجود نہیں تھا۔

ایک تو وہ اردو میں بات کر رہی تھی، دوسرا بول بھی فل آواز میں رہی تھی۔ عمید نہ چاہتے ہوئے بھی ساری گفتگو سن رہا تھا۔

پہلے تین چار منٹ میں ہی وہ یہ اندازہ لگا چکا تھا کہ کسی لڑکے کا معاملہ ہے۔ یقیناً اس لڑکی کے بوائے فرینڈ نے اس کو ڈیچ کر دیا تھا اور اب وہ فون کر کر کے اس کی منتیں کر رہی تھی۔

وہ پچھلے ایک ہفتے سے اس معاملے کو حل کرنا چاہ رہی تھی مگر اس کو وقت نہیں مل رہا تھا۔ ایک تو صبح سے شام تک وہ جاب پر ہوتی تھی اور شام کو گھر میں شادی کی تیاری کے سلسلے میں اس کو ممی اور ماں جی کو کبھی درزی کی جانب لے کر جانا ہوتا تھا، کبھی مینیو کے سلسلے میں کیٹرنگ والوں کے چکر لگتے تھے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کے پاس سر کھجانے کا وقت نہیں تھا۔

شادی میں صرف ایک ہفتہ رہ گیا تھا اور جس کے ساتھ شادی ہونی ہے، وہ الو کا پٹھا اس کے کسی فون کا جواب نہیں دے رہا تھا۔ چلو عام حالات میں وہ

اتنی پریشان نہ ہوتی مگر جب بھی وہ اپنی اور اپنے منگیتر کی آخری چیٹ پڑھتی، اس کو کسی انہونی کا احساس بہت شدت سے ہونے لگتا۔

سب سے پہلے وہ اس معاملے کو خود سے حل کرنا چاہتی تھی کیونکہ اتنی سی بات کے لیے اب ممی اور ماں کو کیا ٹینشن دینی۔ اسی لیے وہ صبح ہی گاڑی لے کر گھر سے میل دور اس پارک میں آکر بیٹھ گئی تھی تاکہ پرائیویسی میں کھل کر بات ہو سکے۔

مگر پچھلے ایک گھنٹے میں کوئی بیس دفعہ اس نے عزیز کا نمبر ملایا تھا۔ عزیز اس کے منگیتر کا نام ہے۔ جب کال کا جواب نہ ملا تو وہ اس کو ٹیکسٹ اور وائس نوٹس بھیجنے لگی تھی۔

اتنے موٹے اونی پاجامے کے باوجود اس کو آہنی بینچ سے ٹھنڈ لگ رہی تھی۔ اس نے اپنے کانوں کو نئے سرے سے اونی ٹوپی میں چھپایا، ہڈی کی

جیب سے ٹشو نکال کر ناک صاف کی، عینک کو ناک کے اوپر سیٹ کر کے ایک دفعہ پھر سے عزیز کا نمبر ملایا۔

تیسری بیل پر فون اٹھالیا گیا۔

وہ جو فون نہ اٹھائے جانے کی صورت میں بے بسی سے گالیاں دینے کی تیاری میں تھی، ایک دم رک گئی۔ تین چار سیکنڈ تو بے یقینی کی وجہ سے خاموشی کا شکار رہی، پھر بولی:

"ہیلو عزیز؟"

اس نے نروس سا ہو کر پوچھا۔ جواب میں عزیز کی بجائے کوئی لڑکی بولی:

"ہیلو، کون بول رہی ہے؟"

وہ عزیز کی امی اور بہنوں سے بہت دفعہ مل چکی تھی اور یہ ان میں سے کسی کی بھی آواز نہیں تھی، اس لیے وہ تھم گئی۔ بہت محتاط انداز میں کہا:

"مجھے عزیز سے بات کرنی ہے، پلیز اگر آپ یہ فون اس کو دے دیں۔ کیا اس نے نمبر بدل لیا ہے؟"

آگے سے سکاٹش لہجے میں فر فر انگلش میں کہا گیا:

"وہ میرے لیے ناشتہ لینے گیا ہوا ہے۔ میں اس کی منگیتر بول رہی ہوں۔ تم اس کو جو پیغام دینا چاہو وہ مجھے دے دو، میں آگے پہنچا دوں گی۔"

دینہ کو لگا اس کے ساتھ مذاق ہو رہا ہے، اس لیے ہنس کر بولی:

"ہاں ہاں تم اس کی منگیتر ہو تو میں تو پھر اس کی ماں ہوئی۔ تم کون ہو؟ اگر تم اس کی کالز سن رہی ہو تو یقیناً ابھی تک جو میں نے ڈیڑھ سو پیغام اس کو بھیجے ہیں، تم نے وہ بھی پڑھے ہوں گے۔"

وہ لڑکی نخرے سے بولی:

"ہاں، تمہارے انداز سے تمہاری ڈیسپریشن شو ہو رہی ہے۔ میں تم جیسی لڑکی کا دکھ سمجھ سکتی ہوں۔"

دینہ کے ماتھے پر تیوری آئی اور بڑے تحمل سے بولی:

"میرے جیسی لڑکی؟ اس سے آپ کا کیا مطلب ہے؟"

وہ لڑکی اسی طرح اپنے سکاٹش لہجے میں بولی:

"مجھے عزیز نے بتایا ہے تم کتنی پرانے زمانے کی ہو، بلکہ تصویر بھی دکھائی تھی جہاں تم اس کی امی کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ کھینچ کر بنائی گئی بالوں کی چوٹی، کسی دادی نانی کے زمانے کی سکرٹ، اوپر سے تمہارا چشمہ۔ میں تمہارا مذاق نہیں اڑا رہی ہوں، مگر گرل کیا تم نے عزیز کو کبھی غور سے بھی دیکھا ہے؟ اس کا سٹائل، اس کی کلاس، اس کا معاشرے میں ایک سٹیٹس ہے۔ تم جیسی لڑکی کے ساتھ شادی کروا کر وہ تو بیچارہ اپنی قسمت کو روتا۔ اس لیے اس نے اپنی فیملی کو بتائے بغیر مجھ سے شادی کا فیصلہ کیا ہے۔ بلکہ رکو، میں تمہارے نمبر پر اپنی شادی کا کارڈ بھیجتی ہوں۔ آج شام چھ بجے ایڈنبرا کے ایک ہوٹل میں ہماری شادی ہے، جس میں صرف

ہمارے دوست شامل ہوں گے۔ تم بھی آنا اور اپنی آنکھوں سے دیکھنا کہ عزیز کے ساتھ کیسی لڑکی چل سکتی ہے۔"

کال بند ہو گئی۔

دینہ منہ کھولے فون کی سکرین کو دیکھ رہی تھی۔ ابھی دماغ جو کچھ سنا، اس کو رجسٹر کرنے کی کوشش میں تھا کہ یک دم مردانہ آواز پر اس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔

سامنے گرے جینز پر کالی پولو شرٹ کے اوپر کالی لانگ پفر جیکٹ پہنے ایک دراز قد انجان مرد اس کو ترحم بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کچھ کہہ رہا تھا۔

پہلے تو دینہ نے خالی نگاہ سے اس کو دیکھا، پھر سوالیہ انداز تھا جس پر سامنے والے نے اپنی بات دہرائی:

"میں سن نہیں رہا تھا، واللہ قصور تمہارا ہے کیونکہ تم نے فون سپیکر پر لگایا

ہوا تھا، اس لیے نہ چاہتے ہوئے بھی سب کچھ میرے کانوں تک پہنچ گیا ہے۔ میں ساری کہانی تو نہیں جانتا ہوں مگر ایک بات کہنا چاہوں گا۔ مجھے یہ عزیز نامی آدمی ایک دم گدھا معلوم ہو رہا ہے۔ دوسرا یہ جو مغرور بریٹ فون پر چپٹر چپٹر کر رہی تھی، اس کو سبق سکھانا ضروری ہے۔ یہ کیسے اٹھ کر یوں تمہاری بے عزتی کر سکتی ہے؟ اس کا کیا لینا دینا؟ آئی بڑی مس ورلڈ کہیں کی۔"

دینہ نے عینک سیٹ کر کے ناک اوپر کو کھینچی اور جوش سے بولی:

"ہے ناں؟ میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔ نہ جان نہ پہچان، نہ میں اس کو جانتی ہوں، نہ یہ مجھے جانتی ہے، اور یہ بیوقوف لڑکی ایک ڈافٹ کے لیے کسی دوسری لڑکی سے لڑ رہی ہے، اور یہ سمجھتی ہے کہ میں اس کی باتوں سے متاثر ہوں گی۔ مگر دنیا ایسی پاپا کی پرنسس سے بھری پڑی ہے۔ اس کو اندر کی بات کا علم بھی نہیں ہے، اور وہ آدمی اپنے منہ سے اس کو بتائے گا

بھی نہیں، اور میں پورے یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ وہ آدمی مجھ سے جس بات کی فرمائش کرتا رہا ہے، اگر ابھی اس وقت میں اس کا مطالبہ پورا کر دوں، وہ اس لڑکی کو بھی بھول جائے گا، مگر۔۔۔ایک منٹ۔۔۔ تم کون ہو؟اور شرم نہیں آئی کسی دوسرے کے ذاتی معاملے میں یوں بغیر اجازت کو دپڑے ہو؟"

سامنے والے کا اوپری ہونٹ ایک لمحے کو پھیل کر واپس نارمل ہو گیا اور وہ بور نظر آتے ہوئے بولا

"یہی بات میں بھی تمہیں کہہ سکتا ہوں۔ تم کیوں فوراً سے میری بات سے متفق ہو کر مجھے مزید تفصیل بتانے لگی ہو؟"

دینہ نے اس کو گھورا۔

"دیکھو لمبو چڑ آدمی، تم جو کوئی بھی ہو، اس وقت میں بہت سیریس صورتحال سے دوچار ہوں۔ میرے گھر میں میری شادی کی تیاری ہو رہی

ہے، شادی ہال بک ہو چکا ہے، میرا جہیز تیار ہو گیا ہے، میرا شادی کا سوٹ سلائی ہو کر آنے والا ہے۔ میری ماں نے اپنی دس سال کی سیونگ میری اس سٹوپڈ شادی پر پھونک دی ہے۔ سب چیزیں اتنی معیاری اور قیمتی خریدنے والی میری فیملی میرے لیے ایک قیمتی اور معیاری آدمی نہیں ڈھونڈ سکی۔ گاڑی کی وارنٹی لے لی، ایک بلڈی ٹوسٹر تک کی وارنٹی ملی ہے، مگر جس شخص کے ساتھ ساری زندگی کا سفر شروع کرنا ہوتا ہے، اس کی کوئی وارنٹی، کوئی گارنٹی نہیں ملتی ہے۔"

اس کی بات پر وہ لڑکا ایک دم بہت زیادہ سنجیدگی سے اس کو دیکھنے لگا۔

دینہ اس کی موجودگی بھول کر سامنے دیکھتے ہوئے گہری سوچ میں گم ہو گئی۔ ماتھے پر گہری تیوری تھی۔

وہ خاموشی سے جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے، اس کے برابر تھوڑا سا فاصلہ رکھ کر بیٹھ گیا۔

دو تین منٹ دونوں ہی اپنی اپنی سوچوں میں کھوئے رہے۔

پھر وہ اس کی جانب سر گھما کر دھیمے سے بولا:

"میرا نام عمید مجتبیٰ ہے۔ تمہاری باتوں نے میری توجہ اس لیے کھینچ لی تھی کیونکہ میں خود اس وقت اپنی گرل فرینڈ کے اپارٹمنٹ سے ہو کر آ رہا ہوں۔ میں اس کو برتھ ڈے سرپرائز دینے کے لیے صبح پانچ بجے کی فلائٹ سے جرمنی سے آیا ہوں۔"

آخر میں وہ دھیمے سے ہنس کر بولا:

"الٹا اس بدخصلت لڑکی نے مجھے سرپرائز دے دیا ہے۔"

دینہ کی زبان کی بجائے نظروں نے پوچھا:

"کیا ہوا؟"

عمید سامنے پینگوں پر بیٹھے کبوتروں کو دیکھتے ہوئے بتانے لگا:

"وہ کسی اور لڑکے کے ساتھ تھی۔"

دینہ کا ہاتھ منہ کی جانب چلا گیا۔

وہ آنکھیں پھاڑ کر اس کو دیکھتے ہوئے بولی:

"میری کہانی تو بری ہے، سو ہے، مگر کم از کم وہ کم ظرف آدمی میری فیملی کی پسند تھا۔ تمہارا تو بیڑا ہی غرق ہے، کیونکہ تمہاری تو گرل فرینڈ دن رات تمہیں محبت کا یقین دلاتی رہی ہو گی۔"

عمید نے زخمی نظروں سے اس کو دیکھ کر افسوس سے سر ہلاتے ہوئے کہا:

"اب یوں میرا مذاق تو مت بناؤ۔مانا کہ کٹیا لٹ گئی ہے، مگر مجھے خوشی ہے کہ سچائی سامنے آگئی۔"

دینہ نے ہنستے ہوئے اس کے کندھے پر تھپکی دی:

"بالکل یہی جذبہ ہونا چاہیے۔"

عمید نے پھر سے اس کو گھورا:

"مجھے نشانہ بنا رہی ہو؟ شرم کرو۔ ویسے مجھے تمہارے ردِ عمل پر حیرت ہو

رہی ہے، کیونکہ تمہارا منگیتر کسی اور لڑکی کو نہ صرف اپنی منگیتر بنا چکا ہے بلکہ آج شام اس کے ساتھ شادی کر رہا ہے۔ تمہیں تو اس وقت رونا دھونا چاہیے۔"

دینہ نے مکھی اڑا کر کہا:

"ارے ایسے بے قدرے لوگوں کے لیے روتی ہے میری جوتی، بلکہ میری جوتی بھی قیمتی ہے۔ بھاڑ میں جائے عزیز اور اس کی منگیتر۔ مگر ایک بات تو پکی ہے، مجھے ان دونوں سے بدلہ لینا ہے۔ میرے گھر والوں کو دھوکا دیا ہے، اور جو اس نے میری بے عزتی کی ہے، مجھے اس کا بدلا لینا ہے۔"

عمید نے اس کے چہرے پر یقین دیکھا تو بولا:

"میری ایکس گرل فرینڈ کا میرے گھر آنا جانا ہے، مگر مزے کی بات یہ ہے کہ میرے گھر والوں کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ ہم لوگ پچھلے دو سال اور چھ ماہ سے ڈیٹ کر رہے ہیں۔ اسی بات کا وہ فائدہ اٹھا گئی ہے، مگر

میں اس کو معافی تلافی کا موقع دیے بغیر اس کو ایسا تھپڑ مارنا چاہتا ہوں کہ وہ ساری عمر یاد رکھے۔"

دینہ نے اس کو دیکھ کر دکھ سے پوچھا:

"تم ایک عورت پر ہاتھ اٹھاؤ گے؟"

عمید نے آنکھیں گھما کر کہا:

"وہ خود کو کسی قابل ثابت کرتی، تب بھی میں اپنے نامۂ اعمال میں ایسا جرم رقم نہ کرواتا۔ اب تو وہ گلی میں اڑنے والے پتوں سے بھی بے معنی ہے۔"

دینہ پوچھنے لگی:

"پھر بھی تم اس سے بدلہ لینا چاہتے ہو؟"

عمید نے گردن نفی میں ہلائی:

"میری نظر میں اب اس کی اتنی حیثیت ہی نہیں ہے کہ میں اپنا قیمتی وقت اور سانس اس کے خلاف سوچنے پر ضائع کروں۔ میں بس اس کو ایک پیغام

بھیجنا چاہتا ہوں کہ میں اس کی پہنچ سے بہت دور ہوں۔ میرے بس میں ہو تو میں ابھی اسی وقت شادی کر لوں اور اپنی زندگی میں آنے والی لڑکی سے جی بھر کر محبت کروں۔ جب وہ مجھے اپنی زندگی میں خوش دیکھے گی، اس کی یہی سزا کافی ہو گی، کیونکہ جس قسم کی طرزِ زندگی کی وہ عادی ہو چکی ہے، وہ سب عیاشی میرے پیسے پر ہوتی رہی ہے۔ جس لڑکے کے ساتھ وہ تھی، وہ ایک نمبر کا کنگلا آدمی ہے۔"

دینہ نے ہمدردی سے پوچھا:

"اف اللہ، تم اس لڑکے کو جانتے ہو؟"

"ہاں، مگر بہت قریب سے نہیں جانتا ہوں۔"

دینہ کچھ سوچتے ہوئے بولی:

"ایک بات پوچھوں، اگر تم برا نہ مانو؟"

عمید نے ہاں میں گردن ہلائی۔

"کیا تمہاری نظر میں کوئی لڑکی ہے جس سے تم شادی کرو گے؟"

عمید نے بھنویں اچکائیں اور کندھے اچکا کر بولا:

"مجھے لوئیلٹی کا اتنا تیز بخار رہا ہے کہ میں نے لڑکیوں کو لفٹ ہی نہیں کروائی۔"

دینہ نے نروس سے انداز میں انگلیاں چٹخائیں۔ایک دو دفعہ عمید کو تولتی نظروں سے دیکھنے کے بعد جھجکتے ہوئے بولی:

"میرے دماغ میں ایک بہت ہی کمال کا اور پاگل پن کا ایک آئیڈیا آرہا ہے۔اگر تم مجھے جج نہ کرو تو بتا سکتی ہوں۔ تمہیں میرا پلان پسند نہ آئے تو تم انکار کر سکتے ہو، ظاہر ہے فیصلہ تمہارا اپنا ہو گا۔"

عمید اب پوری طرح اس کی جانب متوجہ ہو چکا تھا۔اس کے نروس انداز پر آنکھیں میچ کر اس کو دیکھتے ہوئے بولا:

"کیا کہنا چاہ رہی ہو؟ بولو۔"

"کیا تم مجھ سے شادی کرو گے؟"

دینہ نے جلدی سے کہہ دیا جیسے اس کو پورا شک ہو کہ اگر اس نے اس بات پر سوچا سمجھا تو کہہ نہ سکے گی۔

مگر اصل حیرت کا جھٹکا اس کو تب لگا جب عمید نے کہا:

"اوکے۔"

دینہ نے جھٹکے سے پیر بینچ سے نیچے اتارے اور حیرت سے پوچھا:

"تم ہاں کر رہے ہو؟"

عمید نے ایک دفعہ پھر کندھے اچکائے اور بولا:

"ہاں۔ کیا فرق پڑتا ہے؟ کیونکہ جو فیصلے ہم نے سوچ سمجھ کر کیے تھے، دیکھو آج ان کی وجہ سے ہم چھٹی والے دن صبح کے نو بجے اس پارک کے ٹھنڈے بینچ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ٹوہیل وِد ایوری تھنگ۔ میں کل رات دیر تک جاگتا رہا تھا کہ دن کے وقت آرام کروں گا، ویک اینڈ انجوائے کروں

گا، مگر کیا ہوا؟ سارے پروگرام کچرا ہو گئے۔ چلو شادی کرتے ہیں، آج ہی کرتے ہیں۔ یہاں پہ مسجد سے بھی وقت لینا پڑے گا، یہ لوگ رجسٹریشن فارم کا ثبوت مانگیں گے، یہ ہے قانونی طریقہ، مگر کچھ امام ایسے ہیں جو زیادہ فیس لے کر موقع پر نکاح کریں گے، مگر اس نکاح کی یہاں کے قانون میں کوئی حیثیت نہیں ہے جب تک ہم شادی کو یہاں کے قانون کے مطابق رجسٹر نہیں کرواتے ہیں۔"

دینہ سوچتے ہوئے بولی:

"میں پتا کیا چاہتی ہوں؟"

عمید نے پوچھا:

"بولو؟"

"آج میں اس آدمی کی شادی میں اپنے شوہر کے ساتھ شرکت کروں اور اس کا شکریہ ادا کروں کہ وہ میری زندگی میں شامل ہونے سے پہلے ہی اپنی

وانابی کے ساتھ دفعہ ہو گیا ہے۔ سوچو اس کی شکل دیکھنے والی ہو گی۔ وہ کیا سمجھتا ہے، میں کوئی اتنی گری پڑی ہوں کہ وہ اس طرح سے میرا مذاق بنانے جا رہا ہے؟ میری فیملی کو علم ہی نہیں ہے کہ ان کی بیٹی کا نکمانہ ہونے والا دلہا الحمدللہ بھاگ گیا ہوا ہے۔ میری نانی کو ہارٹ اٹیک بھی آ سکتا ہے۔"

عمید نے سنجیدگی سے کہا:

"میں تمہارے پلان میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جو کہو گی کر لیں گے۔"

دو سیکنڈ تک تو دینہ اس کی شکل ہی دیکھتی رہ گئی۔ یہ کیا کہہ رہا ہے؟ یہ آدمی میرا نام تک نہیں جانتا ہے، نہ میں اس کے بارے میں کچھ جانتی ہوں۔ یہ کوئی عادی قاتل بھی ہو سکتا ہے۔

ایک دم بولی:

"کیا تم مجھے اپنا ڈرائیونگ لائسنس دکھا سکتے ہو؟"

عمید پہلی دفعہ کھل کر مسکرایا، اپنے ٹراوزر سے والٹ نکالتے ہوئے بولا:

"اپنی دوست کو میرے ڈرائیونگ لائسنس کی تصویر بھیجو گی؟ میں تمہاری اتنی ہوشیاری سے امپریس ہوا ہوں۔"

"نہیں، دوست کو نہیں بھیجوں گی۔ اپنے فون میں رکھوں گی۔"

عمید اپنا ڈرائیونگ لائسنس کا کارڈ اس کی جانب بڑھاتے ہوئے بولا:

"اگر میں نے تمہیں قتل کرنے کے بعد تمہارے فون سے یہ تصویر ڈیلیٹ کر دی تو پھر؟"

وہ مزے سے اپنے فون کا کیمرہ کھول کر اس کے لائسنس کی تصویر لیتے ہوئے بولی:

"فرینزک والے تازہ ترین ڈیلیٹ تصویر کا ریکارڈ بھی نکال سکتے ہیں۔"

عمید اپنا لائسنس واپس والٹ میں ڈالتے ہوئے بولا:

"پر اگر میں تمہارا فون کلائیڈ دریا میں پھینک دوں گا تو وہ لوگ کچھ بھی نہیں ڈھونڈ سکیں گے۔"

دینہ نے عینک کے پیچھے سے اس کو گھورا اور اپنی چھوٹی سی ناک چڑھا کر بولی:

"میرا پرانا فون میرے گھر پر ہے۔ میرے دونوں فون ایک ہی آئی کلاوڈ آئی ڈی پر سنک ہیں۔ دوسرا، میری ممی کے فون میں میری لوکیشن آن ہے۔ مجھے مار کر بچ نکلنا اتنا آسان نہیں ہے۔ ویسے بھی تم قاتل نہیں ہو۔"

عمید نے حیرت سے اس کو دیکھ کر پوچھا:

"تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو کہ میں قاتل نہیں ہوں؟"

"بھئی، بہت ہی آسان میتھ ہے۔ اگر تم قاتل ہوتے تو تمہاری ایکس اس وقت زندہ نہ ہوتی، اور تم اس وقت اداس آنکھیں لیے یہاں میرے ساتھ

شادی کے لیے ہاں نہ کر رہے ہوتے، بلکہ قتل کے بعد یا تو پولیس کے ہاتھ لگ چکے ہوتے یا پھر پولیس سے بھاگ رہے ہوتے۔"

بچوں کا ایک گروپ پارک میں داخل ہوا۔ شور کی آواز پر عمید نے اس جانب دیکھا، پھر بولا:

"تم اتنی عقل مند ہو۔ بدقسمتی اس عقل کے اندھے کی جو تمہیں پہچان نہیں سکا۔"

دینہ دھیمے سے بولی:

"میں بھی تمہارے بارے میں یہی کہوں گی، میرے دوست، وہ لڑکی تمہیں پہچان نہیں پائی۔"

اس بات پر دونوں ہنس پڑے۔

عمید گھڑی پر نظر ڈال کر بولا:

"دس بج گئے ہیں۔ اب آگے کیا پلان ہے؟ مجھے بھوک لگ گئی ہے۔"

دینہ جیسے ایک دم ہوش میں آئی۔ اپنے ارد گرد نگاہ دوڑائی۔ سنہری دھوپ نیلے آسمان کو مزید اجاگر کر رہی تھی۔ پتوں کے بغیر تنے کھڑے درخت اپنے ننگے پن کو فخر سے اپنائے عاجزی میں ہاتھ باندھے بالکل ساکت تھے۔

عمید مزید کہہ رہا تھا:

"اگر سینٹرل مسجد کھلی ہو تو وہاں نکاح کر لیتے ہیں، کیونکہ سکاٹش قانون کے مطابق تو رجسٹرار کے دفتر میں فارم جمع کروانا پڑے گا جو قبول ہونے کے بعد ایک مہینے بعد کی رجسٹریشن ڈیٹ دے گا، مگر کیا کہنے، اپنا اسلامی نکاح تو آج اسی وقت ہو سکتا ہے، اور ویسے بھی رجسٹریشن تو یہاں کے قانون کی ضرورت ہے، ہمارے لیے تو نکاح ہی اصل اہمیت رکھتا ہے۔"

"ہاں، ٹھیک کہہ رہے ہو۔"

وہ ساتھ ساتھ فون پر ٹیکسٹ لکھ رہی تھی۔

عمید نے پوچھا:

"کیا اپنی فیملی کو بتا رہی ہو؟"

"نہیں، میں نے اپنی درزن کو میسج کیا ہے کہ میں اپنا سوٹ لینے اس کی طرف آ رہی ہوں۔"

عمید افسوس سے بولا:

"میرے پاس تو کار نہیں ہے۔ تمہارا سوٹ لینے کیسے جائیں گے؟ ٹیکسی کو کال کروں؟"

وہ اپنی جیبیں ٹٹول کر فون ڈھونڈنے لگا جس کی بیٹری ابھی تک بند تھی۔

اس کے ہاتھ دینہ کی بات پر رک گئے، جو کہہ رہی تھی:

"ارے نہیں، ٹیکسی کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنی کار پر آئی ہوئی ہوں۔"

عمید اپنی جگہ سے کھڑا ہوا:

"چلو، پہلے ناشتہ کرتے ہیں۔ اس کے بعد تمہارے کپڑے لیں گے۔ نکاح کے لیے عصر کی نماز کا وقت بہترین رہے گا، کیونکہ نمازی موجود ہوں گے تو گواہوں کا مسئلہ بھی نہیں ہو گا۔"

دینہ بھی اپنے فون کی سکرین کو دیکھتے ہوئے کھڑی ہو گئی، جبکہ عمید پوچھ رہا تھا:

"گاڑی کس طرف پارک کی ہوئی ہے؟"

دینہ نے فون پر ٹائپنگ کرنے کے دوران ہی کر سچین روڈ کی جانب اشارہ کیا۔

عمید اس جانب چل پڑا۔ دینہ نے فون اپنی ہڈی کی جیب میں رکھا اور اس کے پیچھے چلتے ہوئے اس نے عمید کے قد پر غور کیا، اس بات سے بے خبر کہ آگے چلتے ہوئے عمید اس پل دینہ کے قد کو سوچ کر مسکرا رہا تھا، کیونکہ

وہ خود چھ فٹ تین انچ لمبا تھا اور دینہ شاید پانچ فٹ کی ہو گی، اس کے سینے تک آتی ہو گی۔ چھوٹا سا گول چہرہ، ہوڈی اور ٹریزز پہنے چھوٹی سی لگ رہی تھی۔

آخری خیال نے اس کے قدم وہیں روک دیے۔ دینہ جو اس کے بالکل پیچھے تھی، اس کا سر عمید کی کمر سے ٹکرایا۔

وہ مڑ کر خوفزدہ نظروں سے اس کو دیکھنے لگا۔

دینہ نے آنکھیں میچ کر اس کے تاثرات کو دیکھتے ہوئے پوچھا:

"کیا ہوا ہے؟ کیا کوئی بھوت دیکھ لیا ہے؟"

اس کے ساتھ ہی دینہ نے بھوت کی تلاش میں عمید کے عقب میں نگاہ ڈالی، مگر وہاں بس لوگوں کی گاڑیاں پارک ہوئی تھیں۔

عمید پریشانی سے بولا:

"پلیز مجھے بتاؤ کہیں تم اٹھارہ سال سے چھوٹی تو نہیں ہو؟ میں اتنا بڑا ڈافٹ ہوں، یہ بات میں نے پہلے کیوں نہیں سوچی۔"

دینہ نے پنجوں کے بل ہو کر اس کے چہرے کے سامنے چٹکی بجائی:

"او ہیلو! کیا میں تمہیں ہائی سکول کی سٹوڈنٹ لگ رہی ہوں؟"

عمید نے اس کو سر تا پا دیکھا اور پھر زور زور سے ہاں میں گردن ہلائی

پہلے تو دینہ کا منہ حیرت سے کھلا، پھر اس نے غصے سے اپنے بازو سینے پر باندھتے ہوئے چڑ کر کہا:

"میرے گھر والے چائلڈ میرج کے حق میں نہیں ہیں۔اب میں حیران نہیں ہوں کہ تمہاری گرل فرینڈ۔۔۔"

عمید نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور انگلی اٹھا کر بولا:

"یہیں رک جاؤ۔اگر میں نے تمہارے سامنے سچ بول دیا ہے تو اس کا یہ

مطلب ہر گز نہیں ہے کہ تم اب اس بات کو بار بار دہرا کر میری بے عزتی کرو گی۔"

دینہ نے اس کا ہاتھ جھٹک کر اس کو گھورتے ہوئے بتایا:

"میں اس سال ستائیس سال کی ہوئی ہوں۔ خبر دار جو مجھے سولہ سترہ سال کی بچی بول کر میری بے عزتی کی۔"

وہ بے یقینی سے اس کو دیکھتے ہوئے بولا:

"کھاؤ قسم کہ تم ستائیس سال کی ہو۔"

دینہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر گھورا، پھر اپنے فون کا کیس کھول کر اس میں رکھا اپنا ڈرائیونگ لائسنس نکال کر عمید کے سامنے کر دیا۔ جب وہ اس کی تاریخِ پیدائش پڑھ رہا تھا، وہ تیزی سے بولی:

"میں سمجھ سکتی ہوں۔ بتیس سال کی عمر، پھر سر میں کہیں کہیں نظر آتے

سفید بالوں کے ساتھ تم اپنے آپ کو بہت انڈر پریشر محسوس کر رہے ہو۔ تمہاری اور میری عمر کا فرق بھی تو بہت زیادہ ہے۔"

اس کے بعد وہ انگلیوں پر گننے لگی:

"اٹھائیس، انیتس، تیس، اکتیس، بتیس۔۔۔توبہ توبہ، پورے پانچ سال کا فرق ہے۔ مگر تم فکر مت کرو، میں سب کو بتادیا کروں گی کہ ہم دونوں ہم عمر ہیں، بس چند دنوں اور راتوں کا فرق ہے۔"

عمید نے اس کا نام باآواز پڑھا:

"دینہ علیم۔ میرے لائسنس کی تصویر لیتے وقت میری عمر بھی نوٹ کر لی۔ بہت کوئی تیز لڑکی ہو۔"

"تم کہنا چاہ رہے ہو کہ میں بہت ذہین لڑکی ہوں؟ وہ تو میں ہوں۔ بہت شکریہ مجھے نئے سرے سے یاد کروانے کے لیے۔"

پارک سے نکل کر عمید نے گلی میں پارک گاڑیوں پر نظر ڈالی اور بالکل سامنے موجود سرخ کورسا کے پاس رک کر دینہ کا انتظار کرنے لگا کہ وہ دروازہ کھولے۔

مگر یہ کیا، دینہ تو اس سے آگے نکل کر کسی اور گاڑی کا دروازہ کھول رہی تھی۔

گاڑی پر غور کر کے عمید کی ہنسی چھوٹ گئی:

"تم یہ کار چلاتی ہو؟"

دینہ کے ہاتھ رک گئے۔ پلٹ کر عمید کو دیکھتے ہوئے پوچھا:

"یہ کار سے کیا مطلب ہے؟ تمہارے لہجے سے مذاق کی بدبو کیوں آرہی ہے؟"

عمید اپنی ہنسی روکتے ہوئے بولا:

"مس دینہ سمارٹ کار چلاتی ہیں، جس کا سائز ماچس کی ڈبیا سے بھی چھوٹا

ہے۔ کس سال کی نمبر پلیٹ ہے ؟او، دو ہزار تئیس۔ کیا یہ الیکٹرک

ہے ؟"

دینہ ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے بتانے لگی:

"پیٹرول ہے۔"

عمید مسلسل مسکرا رہا تھا، پوچھنے لگا:

"ٹاپ سپیڈ کیا ہے ؟ چالیس ؟"

دینہ نے فخر سے بتایا:

"تم میری کار کو انڈر ایسٹیمیٹ کر رہے ہو۔ یہ شہزادی اسی سے نوے میل

فی گھنٹہ کی رفتار تک جا سکتی ہے۔"

"کیا کہنے سپاٹی کے۔ میں تو بہت امپریس ہو گیا ہوں۔ تم نکلو ڈرائیونگ

سیٹ سے، گاڑی میں چلاتا ہوں۔"

دینہ نے اس کو یاد کروایا:

"تم اس کار پر انشورڈ نہیں ہو۔"

"فکر نہ کریں مس، میرے پاس کمرشل انشورنس ہے۔ میں کوئی بھی گاڑی چلا سکتا ہوں۔ تم باہر نکلو۔ مجھے تو شک ہے اس میں بیٹھنا کیسے ہے۔ اس کو دیکھ کر مجھے کلسٹروفوبک سا محسوس ہو رہا ہے، جیسے اندر بیٹھ گیا تو پھنس جاؤں گا، دم گھٹ جائے گا۔"

"یہ کار ہے مسٹر عمید، تابوت نہیں ہے۔ اگر اتنا ہی ڈر رہے ہو تو ٹیکسی کو کال کرلو۔ یا ایسا کرو، اس گلی کے آخر میں لائبریری کے پاس بس رکتی ہے، اس پر آجاؤ۔"

"نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے یہ کار آج تک نہیں چلائی، آج یہ ایڈونچر بھی ہو ہی جائے۔"

دینہ گاڑی سے نکل آئی۔

عمید بمشکل اپنی لمبی ٹانگوں کو اکٹھا کر کے اندر بیٹھا، پھر گاڑی کی سیٹ کو مکمل پیچھے کیا، تب جا کر اس کی ٹانگوں کے لیے تھوڑی جگہ بنی۔ مرر سیٹ کر کے اس نے انجن چلایا۔

اس کو ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے کسی کھلونے میں بیٹھا ہوا ہو۔

مگر دینہ کے وارننگ دیتے تاثرات کے پیشِ نظر اس نے مزید کچھ نہ کہا۔

جیسے ہی دینہ نے اس کے برابر بیٹھ کر اپنا سیٹ بیلٹ لگایا، عمید نے گاڑی ریورس کر کے مین سڑک کی جانب ڈال دی۔

شالینڈز کی جانب جاتے ہوئے جیسے ہی سڑک تھوڑی خالی آئی، اس نے فل ریس دے کر سپیڈ پکڑی۔

پھر خود ہی دیر تک ہنستا چلا گیا۔

دینہ سینے پر ہاتھ باندھے اس کو گھور رہی تھی۔ وہ اس کو اگنور کر کے گاڑی کے سٹیریو کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے لگا، مگر چونکہ کوئی فون کنیکٹ نہیں

تھا، اس لیے اس نے گلاسگو میں چلنے والا ایشین ریڈیو چلادیا۔ آواز ایف ایم پر نصرت کہہ رہے تھے:

"یار فرید، اس ماہی باجوں میں رل گئی آں وچ تھلّاں"

اس نے دینہ سے پوچھا:

"نصرت انکل کیا کہہ رہے ہیں؟"

"مجھے کیا پتا، میں کون سا ان کی کوچ رہی ہوں۔"

"کوچ نہیں ہوتا، میوزک ٹیچر ہوتا ہے۔"

"رکھ سانبھ کہ یا سجنّاں گوادے

جادل تینوں دے چھڈیا"

اگلی لائن پر وہ سٹیرنگ سے ہاتھ ہٹا کر قوالی کی ٹیم کے ساتھ مل کر تالیاں بجانے لگا:

"جادل تینوں دے چھڈیا۔"

وہ سکاٹس لہجے میں پنجابی بول رہا تھا۔ دینہ کی ہنسی نکل گئی:

"کیوں گانے کا ستیاناس کر رہے ہو؟"

"تم کیوں جیلس ہو رہی ہو؟"

"جیلس؟ او گاڈ۔۔"

"سانوں یاد رکھ، پاویں توں بھلا دے، جادل تینوں دے چھڈیا"

وہ ہنستے ہوئے بولا:

"سوچو، میری گرل فرینڈ یہ گانا گائے تو کیا کہے گی؟"

پھر خود ہی گانے لگا:

"سانوں یاد رکھ، پاویں توں بھلا دے، دھوکا اے تینوں دے چھڈیا۔۔"

ساتھ ہی اس نے اپنے سر پر ہاتھ مار کر گالی دی:

"میں کتنا پاگل ہوں۔۔"

"ایک بات بولوں؟"

دینہ کے پوچھنے پر اس نے مڑ کر اس کی جانب دیکھا جس کا کندھا عمید کے کندھے سے صرف ایک انچ کی دوری پر ہی تھا۔

"کیا؟"

"تم بہت بہادر آدمی ہو۔"

عمید مذاق اڑانے والے انداز میں ہنسا، جس پر دینہ مزید کہنے لگی:

"نہیں، سچ کہہ رہی ہوں۔ مجھے عورت ہو کر اتنا غصہ آ رہا ہے۔ اسی غصے میں اتنا بڑا فیصلہ لینے جا رہی ہوں، کیونکہ مجھے اپنی بے عزتی منظور نہیں ہے۔ وہ شخص ساری زندگی اس گھمنڈ میں کیوں رہے کہ اس نے مجھے چھوڑا تھا؟ میں آج اس کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر یہ جتانا چاہتی ہوں کہ وہ میری زندگی میں اتنی حیثیت بھی نہیں رکھتا ہے کہ میں اس کے لیے ایک آنسو بھی ضائع کروں، بلکہ میں نے اس سے پہلے ہی شادی کر لی ہوئی ہے۔

ایک بات تو پکی ہے، تم اس سے خوش شکل ہو۔ یہ بھی پلس پوائنٹ میرے حق میں جاتا ہے۔ بس مجھے تمہارے لیے اچھا سا سوٹ لینا پڑے گا، مگر اتنا سا بوجھ میرے بینک کو برداشت کرنا پڑے گا، کیونکہ آج ان دونوں پر فل قسم کا امپریشن ڈالنا ہے۔ میں چاہتی ہوں عزیز کی بیوی جب تمہیں دیکھے تو ایک سیکنڈ کے لیے یہ ضرور سوچے کہ ہائے، یہ کتنا خوبصورت مرد ہے۔ اور مجھے اپنا میک اپ، کپڑے، ہر چیز اتنی پیاری رکھنی ہے کہ اس کی بیوی میرے سامنے دب جائے۔ میں جانتی ہوں میں کوئی حسین و جمیل لڑکی نہیں ہوں، مگر آج تو میں فل میک اپ کا سہارا لے کر ان لوگوں کی بینڈ بجاؤں گی۔

بلکہ ان لوگوں کے سامنے میں تمہیں پیٹ ناموں سے پکاروں گی، جانو، بے بی، جان، تاکہ یہ مر جانا سوچ سوچ کر خاک ہو جائے کہ آخر کب سے تمہارا میرا افیئر چل رہا تھا۔ بڑا مزا آئے گا۔"

عمید بس اس کی شکل دیکھ کر رہ گیا۔ ٹریفک لائٹس کھلنے پر موڑ کاٹتے ہوئے اس نے سب سے اہم سوال پوچھا:

"تمہاری فیملی کا میرے بارے میں کیا ردِ عمل ہو گا؟ کیا تم ان کو بتا کر نکاح کرو گی؟"

وہ اپنے ناخن چبا رہی تھی۔ بہت دیر بعد بولی:

"میری فیملی بہت ڈرامہ کرے گی، اس لیے ان کو نکاح سے پہلے نہیں بتایا جا سکتا ہے، کیونکہ میرا بھائی مجھے تم سے نکاح نہیں کرنے دے گا۔ ہاں، جب نکاح ہو جائے گا تب بتا دوں گی، پھر سب کیا کر لیں گے؟ ویسے بھی ایک دفعہ تم اپنی گرل فرینڈ کو شو کروا دو کہ تم نے شادی کر لی ہے۔ اس کے سامنے بھی میں پورا پورا ڈرامہ کروں گی، تمہارا ہاتھ پکڑ کر رکھوں گی، تمہیں صدقے واری ہو ہو کر دیکھوں گی۔ وہ بھی عزیز کی طرح جل کر کوئلہ ہو جائے گی جب پتا چلے گا کہ تم نے مجھے پرپوز کیا ہوا تھا اور ہم نے

شادی کی ہے۔ہائے، کیامزا آنے والا ہے۔ایک دفعہ ہمارے بدلے پورے ہو جائیں،اس کے بعد اگر ہماری فیملیز کو مسئلہ ہوا تو ہم طلاق کر لیں گے۔زندگی بہت آسان ہے،اتنا گھمبیر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

عمید نے کندھے اچکائے:

"کل کی کل دیکھیں گے،پہلے آج سے نمٹ لیتے ہیں۔"

دینہ بولی:

"مجھے نہیں لگتا ہے کہ ہمارے پاس اتنا وقت ہے کہ ہم کہیں بیٹھ کر کھانا کھائیں۔سب وے یا گریگز سے کچھ چھوٹا موٹا سنیک لے لیتے ہیں،کیونکہ مجھے اپنے سوٹ کے ساتھ میچنگ ہیلز لینی ہیں۔پھر ایک کلچ بھی لینا ہو گا۔ میرے پاس سب کچھ ہے مگر گھر پر ہے،اور گھر میں ابھی جانا نہیں چاہتی ہوں،تو بس سب نیا کچھ خرید لیتی ہوں۔آج پہن کر پھر واپس کر دوں گی۔"

پھر خود ہی ہاتھ پر ہاتھ مار کر اپنے آپ کو داد دیتے ہوئے مزید بولی:

"یہ بہت اچھا خیال ہے۔ تمہارا ابھی اچھا سا سوٹ لے لیتے ہیں۔ شادی دیکھنے کے بعد واپس کر دیں گے۔ تم نے جوتے کون سے پہنے ہوئے ہیں؟ جوتے بھی لینے ہوں گے۔ ایسا کرتی ہوں فون میں لسٹ بنا لیتی ہوں، پھر ٹاؤن سے سب کچھ لے لیتے ہیں۔"

عمید نے سب وے کے سامنے گاڑی روک دی:

"کپڑوں سے پہلے نکاح کا انتظام کرنا ہو گا۔ تم ہمارے لیے کھانا لے کر آؤ، تب تک میں سینٹرل مسجد میں فون کر کے معلومات لیتا ہوں۔ یہ نہ ہو باقی سب کچھ ہو جائے اور نکاح رہ جائے۔"

"نہیں نہیں، ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ تم فون کرو، میں کھانا لاتی ہوں۔ تم کیا کھاؤ گے؟ چکن تکہ؟ یا کچھ اور؟"

"اپنی مرضی سے کچھ بھی لے آؤ، ڈرنک میں آئرن برو لانا۔"

دینہ کار سے نکل گئی تو اس کو خیال آیا پیسے تو دیے ہی نہیں ہیں۔

ہارن بجا کر دینہ کو متوجہ کر کے اپنا والٹ لہرایا، جس پر اس نے مکھی اڑائی اور دکان کے اندر چلی گئی۔

وہ اپنا فون آن کرتے ہوئے بڑبڑایا:

"کتنی بیوقوف لڑکی ہے۔ایک اجنبی آدمی کے لیے اپنی جیب سے پیسے خرچ کر رہی ہے۔وہ کمینہ اس نمونے کو چھوڑ کر کسی اور سے شادی کر رہا ہے۔ایک ہم ہیں، آج تک جو بھی لڑکی ملی ہے بس کھانے والی ہی ملی ہے۔ پہلی دفعہ کوئی لڑکی میرے لیے سینڈوچ خریدنے گئی ہے، وہ بھی اپنے پیسوں سے۔یہ تو میرا لکی دن ہوا۔"

جیسے ہی اس کا فون واپس آن ہوا، کوئی پچاس کے قریب ثمرین کی کالز تھیں۔اس نے سیدھا اس کا میسج سیکشن کھولا اور تیزی سے ٹائپ کرنے پر لگا تھا کہ فون پھر سے بج اٹھا۔

کالر آئی ڈی پر ثمرین کا ہی نام تھا۔

اس نے کال اٹھالی اور آرام سے پوچھا:

"ہاں ثمرین، مجھ سے کیا چاہتی ہو؟ کس لیے کال کی ہے؟ کیا تمہارے آدمی کو پتا ہے کہ تم مجھے کال کر رہی ہو؟"

دوسری طرف ثمرین اس کی آواز میں اتنا تحمل اور سکون محسوس کر کے اپنی جگہ حیران ہو گئی، کیونکہ وہ تو توقع کر رہی تھی کہ فون اٹھاتے ہی چیخنے چلانے لگے گا، مگر یہ تو بالکل آرام سے نارمل انداز میں بات کر رہا ہے۔

"میں یہ جاننا چاہ رہی تھی کہ آیا تم ٹھیک ہو؟"

"میں نے اپنی تمام عمر میں اس سے اچھا کبھی محسوس نہیں کیا جیسا اس وقت کر رہا ہوں۔"

"عمید، وہ میرے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتا ہے۔"

"اپنی انرجی کو بچا کر رکھو، ثمرین، کیونکہ مجھے تمہاری رومانوی زندگی میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"پلیز عمید، تم واپس آجاؤ، مجھے سب کچھ بتانے کا ایک موقع تو دو۔ یہ سب ویسا نہیں ہے جیسا تمہیں لگ رہا ہے۔"

وہ خود پر کنٹرول نہ کر سکا اور کھل کر ہنس دیا۔

اس کے ہنسنے پر ثمرین کو مزید چڑ محسوس ہوئی۔ وہ سمندر کی طرح اتنا پرسکون کیسے ہو سکتا ہے؟ ایک دفعہ بھی غصہ نہیں کیا، چیخا نہیں، اس کو گالیاں نہیں دیں، خاموشی سے فلیٹ سے نکل گیا اور اب فون پر ہنس رہا ہے۔ اس نے مزید کوشش کرتے ہوئے کہا:

"عمید، میں جانتی ہوں کہ تم بہت غصے میں ہو۔"

"سویٹ ہارٹ، تم نے مجھے میری زندگی کے بہت بڑے عذاب سے بچا لیا ہے۔ اتنا بڑا احسان کیا ہے۔ تمہارے ساتھ زندگی سدا جھوٹ اور دھوکے

کا مجموعہ رہتی۔ میں تو تمہارا بہت شکر گزار ہوں جو تم نے اتنی جلدی اپنا اصل رنگ مجھ پر واضح کر دیا۔ تم اور تمہارا وہ لومڑ دونوں ایک دوسرے کے قابل ہو۔"

ثمرین اب منتوں پر اتر آئی تھی:

"دیکھو بے بی، مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ پلیز اپنا غصہ تھوک دو، ہم بات کرتے ہیں۔ کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا۔"

نہ ثمرین بی بی، یہ غلطی نہیں ہے۔ یہ زندگی کا فیصلہ ہے۔ تم نے یہ فیصلہ اپنے ہوش و حواس میں لیا تھا کہ تم مجھ سے جھوٹ بول کر کسی اور لڑکے کا بیڈ گرم کرو، جبکہ میں تمہیں بہترین زندگی دینے کے لیے تمہارے لیے تارے توڑ رہا تھا۔ تم کسی اور کے ساتھ وقت گزار رہی تھیں۔ تمہارے پاس دو دن کا وقت ہے، میرا فلیٹ خالی کر دو۔ اور جانے سے پہلے گاڑی کی چابی فلیٹ میں چھوڑ دینا۔ وہ ساری جیولری جو میں نے تمہیں گفٹ کی تھی،

وہ سب بھی چابی کے ساتھ رکھ دینا۔ تم جیسی ناشکری کو دینے کی بجائے میں یہ سب کسی چیریٹی میں دے دوں تو بہتر ہے۔ تم کپڑے رکھ سکتی ہو، اتنا تو تمہارے لیے کر دوں گا۔

وہ ہذیانی انداز میں چلائی،

"پلیز میری بات سنو، میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں۔"

"ہاں، تمہارے عمل نے مجھے بہت اچھی طرح بتا دیا ہے کہ تم کتنی محبت کرتی ہو۔ اتنا کلیر تو آج تک تمہارے الفاظ نہ بتا سکے تھے۔ تم نے اپنی مرضی کر لی، اب میرا وقت ہے۔ میں تمہیں ہر جگہ سے بلاک کر رہا ہوں۔ تمہاری میرے لیے کوئی وقعت و حیثیت نہیں ہے۔ اگر تم نے مجھ سے رابطہ کرنے کی کوشش کی، میں تمہیں پولیس میں رپورٹ کروا دوں گا، کیونکہ میری زندگی میں ایسے بے ہودہ ڈراموں کے لیے کوئی وقت نہیں ہے۔"

اس نے کال کاٹ کر نمبر بلاک کر دیا۔

اس کے بعد اس نے فون کی کنٹیکٹ لسٹ میں ایک نام لکھ کر سرچ کیا۔

جیسے ہی مطلوبہ نمبر اوپر آیا، اس نے اس پہ کال ملا دی۔

فون اُٹھانے والے نے سلامتی بھیجی،

"وعلیکم السلام، انس بھائی کیسے ہیں؟"

"میں ٹھیک ہوں، تم سناؤ آج کیسے یاد کر لیا؟"

"آپ کے ساتھ ایسا چھوٹا سا کام ہے۔"

"فرمائیے۔"

"مجھے آج نکاح کرنا ہے، اگر آپ اس سلسلے میں عصر تک انتظام کروا دیں۔"

لائن ایک پل کو خاموش ہو گئی۔

اس پہ وہ مزید بتانے لگا،

"میرے گھر پہ کسی کو علم نہیں ہونا چاہیے،ان کو میں خود بتاؤں گا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے، مگر امام تو سو سوال پوچھے گا کہ ایمرجنسی میں کیوں نکاح ہو رہا ہے، کیونکہ کم از کم بیس سے تیس دن کا نوٹس ہوتا ہے۔رجسٹریشن کا فارم بھی چاہیے ہے۔"

"اسی لیے تو آپ کو کال کی ہے۔جو بھی فارمیلٹی ہے پوری کروادیں۔جتنے پیسے لگتے ہیں وہ بتادیں، جس اکاؤنٹ میں جانے ہیں وہ بھی بھیج دیں۔"

"عمید، تم جانتے ہو میں تمہیں چاہ کر بھی انکار نہیں کر سکتا ہوں، بس اتنا کہوں گا کہ اگر کوئی غیر قانونی کام کر رہے ہو تو بس میرا نام کہیں نہ آئے۔"

"آپ کو یہ سب کہنے کی ضرورت نہیں ہے، بے فکر رہیں۔ میں بندے مارنے کو نہیں کہہ رہا ہوں، شرعی نکاح کر رہا ہوں۔ ساری تفصیل کے ساتھ ساتھ مجھے لوکیشن بھی بھیج دینا۔"

"ٹھیک ہے، جیسے تم کہو۔ کون سا وقت رکھنا ہے؟"

"بتایا تو ہے، عصر کی نماز کے ساتھ ہی نکاح ہو جائے تو بہترین ہے۔ اگر دس پندرہ منٹ آگے پیچھے بھی ہو جاتے ہیں تو کوئی بات نہیں ہے۔"

اس نے دینہ کو آتے دیکھ کر کال کاٹ کر فون جیب میں رکھ لیا۔

جیسے ہی وہ قریب آئی، اس نے آگے کو جھک کر اس کا دروازہ کھولا۔۔

وہ چھوٹتے ہی بولی،

"مجھے علم نہیں تھا کہ تمہیں کتنی بھوک ہے، مگر پھر بھی تمہاری جسامت کے لحاظ سے میں بارہ انچ والا سینڈوچ بنوا لائی ہوں۔ اور ساتھ والی کافی شاپ سے مفن اور کافی بھی لے آئی ہوں۔ تم میری مدد کر رہے ہو تو

جواب میں تمہاری اتنی سی خدمت تو کر ہی سکتی ہوں۔ کیا یاد کرو گے، پر ایک بات یاد رہے اگر میری گاڑی میں ایک بھی کرم گرانا تو وہ تم سے صاف کرواؤں گی۔انسانوں کی طرح کھانا ہے۔"

وہ اس کے ہاتھ سے کھانے کا بیگ لیتے ہوئے بولا،

"اُف، کتنا بولتی ہو۔"

دینہ اپنی سیٹ پہ بیٹھ کر دروازہ بند کرنے کے بعد اس کو بے یقینی سے دیکھے گئی۔

وہ جو جلدی سے سینڈوچ کھول کر بڑا سا نوالہ لینے کے بعد چبا رہا تھا، اس کو دیکھنا نوٹ کر کے ہاتھ کے اشارے سے پوچھا،

"کیا دیکھ رہی ہو؟"

"یہ دیکھ رہی ہوں، ندیدے آدمی، کہ تم سے اتنا نہیں ہوا، جھوٹے منہ ہی شکریہ ادا کر دیتے۔ایک دم بھوکوں کی طرح کھانے پہ ٹوٹ پڑے ہو۔"

اس نے پورا نوالہ کھایا اور دوسرا لینے سے پہلے بولا،

"سوری، میں ڈنر پانچ چھ بجے کر لیتا ہوں، اور ناشتہ صبح چھ یا حد سات بجے ہوتا ہے۔ اس وقت پونے گیارہ ہو رہے ہیں۔ اب اگر میں کھانے پہ تمہارے بقول ٹوٹ پڑا ہوں تو کیا تم مجھے الزام دے سکتی ہو؟"

دینہ اپنا ناشتہ کھولتے ہوئے پوچھنے لگی،

"کیا مسجد میں بات ہوئی؟"

"ہاں، ہو گئی ہے۔ امام صاحب کہہ رہے تھے، ہو سکتا ہے وہ مسجد کی بجائے کسی اور جگہ پہ نکاح کروائیں۔ میں نے کہہ دیا کوئی بات نہیں، ہمیں نکاح سے مطلب ہے، کب اور کہاں ہو گا اس سے فرق نہیں پڑتا ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ ظاہر ہے آج ہی کرنا ہے، وہ بھی شام سے پہلے۔۔"

"ہاں ہاں، وقت تو کنفرم ہے، عصر کے وقت ہی ہو گا۔"

"ٹھیک ہے، ورنہ میں تو ڈر گئی تھی، کہیں امام ہمیں کل نہ بلا لے۔"

تین نوالوں میں آدھا بریٹو کھانے کے بعد وہ اس کو پوچھ رہا تھا،

"ویسے تم مجھے نکاح کے بغیر بھی عزیز کے سامنے شوہر بول کر شو کر سکتی ہو، نکاح کیوں ضروری ہے؟"

وہ نوالہ چبانے کے بعد بولی،

"نکاح اس لیے ضروری ہے کیونکہ دونوں خاندان ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ جھوٹ بولوں گی تو سچ سامنے آجائے گا، مزید بے عزتی کا سامان ہوگا، اس لیے نکاح سچا چاہیے ہے، تاکہ وہ لوگ اپنی طرف سے چھان بین کریں تب بھی ان کے ہاتھ کچھ نہ آئے۔"

عمید نے بھنویں اچکائے، آئرن بروکاسپ لے کر پوچھنے لگا،

"اب کہاں جانا ہے؟"

"اب شاپنگ کے لیے جانا ہے۔ شاپنگ کے بعد نکاح ہوگا، اس کے بعد تیار ہو کر سیدھے ایڈنبرا کو نکل جائیں گے۔"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا،

"نکاح کے لیے تم اس حلیے میں جاؤ گی؟"

اس نے عمید کو دیکھا، پھر اپنی ہڈی کو دیکھا اور بولی،

"میرے حلیے کو کیا ہوا ہے؟"

"او کم آن۔۔لوگ سمجھیں گے میں زبردستی تم سے نکاح کروا رہا ہوں۔"

"ہاں، تم خود تو ٹکسیڈو پہنے ہوئے ہو، جو مجھے لوگ بیچاری سمجھیں گے۔"

"تو پہن لوں گا، یہ کون سی بڑی بات ہے۔ شاپنگ کر کے پہلے تیار ہوتے ہیں، پھر نکاح کے بعد روانہ ہوں گے۔"

"اچھا ٹھیک ہے، اگر تمہارے جذبات کو ٹھیس پہنچے گی جو میں ہڈی میں نکاح پڑھوں، تو میں تیار ہو جاؤں گی۔"

وہ سر خم کر کے بولا،

"بہت شکریہ۔ اب ایک آخری مسئلہ رہ گیا ہے۔"

دینہ نے تجسس سے پوچھا،

"وہ کیا؟"

عمید نے بتایا،

"گاڑی۔"

دینہ نے پھر حیرت سے پوچھا،

"گاڑی کو کیا ہوا ہے؟"

"اس کار پہ تو اینڈ نبراہر گز نہیں جاؤں گا۔"

دینہ تپ گئی،

"او ہیلو۔۔ کہیں کے راج کمار۔۔ تمہارے سوٹ کے پیسے دے رہی ہوں، جوتے لے کر دوں گی۔ ہو سکتا ہے بنیان چڈی تک مجھے لے کر دینی پڑے۔ اب میں اتنی امیر نہیں ہوں کہ تمہارے لیے بگی کا بھی انتظام

کروں۔ اگر یہ گاڑی تمہاری شایان شان نہیں ہے تو ٹھیک ہے، کوچ پہ چلے جائیں گے۔"

اس دوران دینہ کا فون بج اٹھا۔

وہ عمید کو چپ رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولی،

"میری ماما کی کال آ رہی ہے، تم خاموش رہنا۔"

جیسے ہی عمید نے سر ہلا کر تسلی دی، دینہ نے اپنی امی کی کال اٹھالی،

"ہیلو ماما جان۔۔"

عمید کو باآسانی دوسری طرف کی آواز سنائی دے رہی تھی، اس کی امی پوچھ رہی تھیں،

"تم صبح اُٹھتے ہی کہاں نکل گئی ہو؟ گھر پہ اتنے کام پڑے ہوئے ہیں، ناشتہ بھی نہیں کیا ہے۔"

"مما، میں آپ کو بتانا بھول گئی تھی۔ مجھے ایمان کو ایئرپورٹ سے اٹھانا تھا، وہ امریکہ سے واپس آئی ہے، تو میں ابھی اس کے ساتھ ہی ہوں۔ ہم لوگوں نے ناشتہ آرڈر کیا ہے، ہمارا تھوڑا ریسٹ کرنے کا موڈ ہے، پھر سارا دن اکٹھے چل کرنا ہے۔ آج کے دن میں آپ کا کوئی کام نہیں کر سکوں گی، اور ہاں میں شام کو گھر آجاؤں گی۔ اوکے بائے۔"

عمید نے اس کو کال بند کر کے فون نیچے کرتے دیکھ کر افسوس سے کہا،

"توبہ توبہ، تم نے کتنے دھڑلے اور سپیڈ سے جھوٹ بولا ہے، وہ بھی اپنی امی کے ساتھ۔"

دینہ اس کی بات کا بالکل بھی اثر نہ لیتے ہوئے بولی،

"وہ میری ماں ہیں، اس لیے میں ان کو جانتی ہوں۔ اگر اس وقت سچ بتا دوں تو وہ وبال آئے گا کہ اللہ پناہ۔ یہ لوگ عزیز کی اینٹ سے اینٹ بجانے نکل کھڑے ہوں گے۔ ایکسکیوز می۔۔! مجھے سمپتھی نہیں چاہیے، نہ ہی

مجھے 'ہائے بچاری دینہ' کا ٹیگ چاہیے ہے۔ بلکہ میں چاہتی ہوں لوگ حیران ہو کر ایک دوسرے سے کہیں، 'ارے تم نے سنا، وہ دینہ جو اتنی معصوم لگتی تھی، اس نے چھپ کر شادی کی ہوئی تھی، اب اپنے شوہر کو گھر لے آئی ہے۔' جب لوگ جا کر یہ بات عزیز اور اس کے خاندان کو بتائیں گے، واہ کیا مزا آئے گا۔ میں سکون سے پاپ کارن کھاتے ہوئے لوگوں کی لعن طعن سنوں گی۔"

عمید نے ہنستے ہوئے تاسف سے سر ہلایا اور گاڑی ٹاؤن کی جانب ڈال دی۔

شاپنگ کے دوران جو بات عمید نے نوٹ کی، وہ یہ تھی کہ وہ ہر چیز کا پرائس ٹیگ ضرور چیک کرتی۔ پہلے وہ لوگ نیکسٹ پہ گئے، پھر مارک اینڈ اسپینسر پہ چکر لگا، مگر دینہ کے دل کو کچھ پسند نہیں آیا۔ تین چار مزید دکانوں کی خاک چھاننے کے بعد بالآخر اس کو چارلز ٹیرٹ پہ ہلکے نیلے رنگ کا شارک سکن سوٹ پسند آگیا۔

جب عمید سوٹ پہن کر اس کے سامنے آیا تو اس نے عمید کے گرد گھوم کر مکمل جائزہ لینے کے بعد کہا،

"ہاں، اس سوٹ میں تم امیر لگ رہے ہو۔ یہی ڈن کرتے ہیں، کیونکہ ابھی میں نے جوتا لینا ہے اور چلنے سے میرے پیر درد کر رہے ہیں۔"

عمید نے آنکھیں گھمائیں۔

وہ خاموش تماشائی بنا دیکھتا رہا۔ دینہ نے کسٹمر سروس والی سے کہہ کر سفید شرٹ نکلوائی، ساتھ کالی بیلٹ، بیلٹ کے ساتھ ہی میچ کر کے کالے جوتے لیے۔ عمید کو ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ پھر سے بچپن کے زمانے میں جا پہنچا ہو جب وہ اپنی ماں کے ساتھ شاپنگ پہ جاتا تو امی اس کے ساتھ کپڑے لگا لگا کر چیک کرنے کے بعد خود ہی پسند کر کے پیک کروا لیتیں۔ آج بھی اس کے ساتھ یہی ہو رہا تھا۔

اس کی ساری شاپنگ ایک ہی سٹور سے مکمل کر کے سات سو پاؤنڈز کا بل دے کر وہ بیگز اس کے حوالے کرتے ہوئے باہر کو نکل آئی۔ عمید کو اس مقام پہ ہنسی تو بہت آ رہی تھی مگر وہ اپنے جذبات کو مکمل کنڑول کیے ہوئے تھا۔

اس کے لیے سب سے زیادہ حیرت انگیز بات دینہ کا حلیہ تھا۔اس نے براؤن پاجامہ باٹم اور کالی اوور سائز ڈھڈی پہنی ہوئی تھی،اور اسی حلیے میں پچھلے دو گھنٹوں سے ٹاؤن میں گھوم رہی تھی۔

اپنی شاپنگ دینہ نے ٹی کے میکس سے آدھے گھنٹے میں مکمل کی اور دونوں نے واپسی کی راہ لی۔ دینہ کو اس کے بتائے سالون میں اتارنے سے پہلے ان لوگوں نے پولک شیلڈز کے ایک گھر سے دینہ کے کپڑے اٹھائے۔

"سالون جانے سے پہلے وہ عمید کو نصیحت کر کے گئی تھی کہ پورے آدھے گھنٹے بعد وہ اپنے بال شال کٹوا کر داڑی پیاری سی بنوا کر نئے کپڑوں میں تیار

ہو کر۔اس کو یہاں سے پک کر لے۔ عمید اچھے بچے کی طرح ہاں ہاں میں منڈی ہلاتا رہا۔ مگر جیسے ہی وہ سالون کے اندر گئی اور وہ گاڑی آگے بڑھا لے گیا تو کتنی دیر تک ہنستا رہا۔

"کیا ہی نمونہ لڑکی ہے۔"

ان نے فون نکال کر انس کا نمبر ملایا۔

"ہاں عمید بولو؟"

"انتظام ہو گیا؟"

"ہاں۔۔ایک گھنٹے تک وہاں آجانا جو اڈریس میں نے تمہیں ٹیکسٹ کیا ہے ۔"

وہ بولا

"آپ لڑکی کے ولی بنیں گے۔ میری طرف سے کسی کو بھی لے آئیں۔انس بھائی"

"اوکے، اور کچھ؟"

"بس ایک آخری کام رہ گیا ہے۔"

"بولو۔؟"

"مجھے اچھی سی گاڑی چاہیے ہے۔"

انس نے سیدھا کہا

"میرے پاس ای کلاس کھڑی ہے چوبیس کی وہ بھجوادوں؟"

"ہاں ٹھیک ہے۔"

"کہاں بھجواوں؟"

"میں ساوتھ سائیڈ پہ ہوں۔ ہو سکے تو اگلے آدھے گھنٹے تک گاڑی سلور برن پہ بھیج دو۔"

انس نے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔"

عمید نے کال کاٹ دی۔

وہ پچھلے پندرہ منٹ سے تیار ہو کر عمید کا انتظار کر رہی تھی۔ فل کورنج والا میک، بھاری پلکیں اور لنز اس کی آنکھوں کو موٹا دکھا رہے تھے۔ بے بی پنک اور شاکنگ کے ساتھ ساتھ دوپٹے کے کام پہ ہری پٹی والی ہیوی کام والی انار کلی فراک تھی۔ پیروں میں گولڈن کام کے ساتھ نازک سی ہیل ۔ہاتھ میں گولڈن کلچ۔ بالوں کو کرل ڈال کر سامنے سے تھوڑا سے سٹائل بنا کر پیچھے کھلے چھوڑے ہوئے تھے۔ وہ ایک ٹک خود کو آئینے میں دیکھتے ہوئے نروس ہو کر یہ سوچ رہی تھی کہ تیاری ساری کر لی۔ اب اگر عین وقت پہ عمید ہی بھاگ گیا تو کیا ہو گا؟ کیا پتا اس نے ارادہ بدل دیا ہو۔ میری گاڑی بھی اس کے پاس ہے۔ اور میرے پاس اس سے رابطے کا کوئی زریعہ

ہی نہیں ہے۔اس کا فون نمبر بھی نہیں لیا۔گھر تو نہ جانے بچارے کا کہیں ہے بھی یا نہیں۔ کہہ تو رہا تھا جرمنی میں رہتا ہے۔

مزید پانچ منٹ گزر گئے۔میک میں بہت لائٹ شیڈز استعمال تھیں۔بس لپ اسٹک شاکنگ پنک تھی۔بہت نفاست سے اس کے ہونٹوں کو شیپ دیکر لگائی گئی لپ اسٹک اس کے چہرے پہ بہت اُٹھ رہی تھی۔پریشانی سے سالون کی شیشے والی دیوار سے پار دیکھتے ہوئے ساکت بیٹھی کسی اپسرا کا مجسمہ ہی معلوم ہو رہی تھی۔بالکل بے تاثر نظروں سے سامنے دیکھ رہی تھی۔ایک سلور کار آکر سالون کے سامنے رکی۔اس کی گاڑی کا کہیں کوئی نشان نہیں تھا۔سلور کار کا دروازہ کھلا اور ایک سوٹ بوٹ والا کوئی امیر زادہ آنکھوں پہ کالے شیڈز لگائے نمودار ہوا کان کے ساتھ فون لگا ہوا تھا۔ سالون کی جانب اس کی پشت تھی وہ دو تین منٹ فون پہ لگا رہا۔پھر ہاتھ

نیچے کیا فون جیب میں رکھنے کے بعد چہرے پہ لگا کالا فریم اتار کر گاڑی میں پھینکنے کے بعد مڑا۔

وہ بیزاریت کے عروج پہ سوچنے لگی۔یہ چہرہ میں نے کہیں دیکھا ہوا ہے۔ ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ آخر اس آدمی کو کہاں دیکھا ہے۔جب وہ سلون کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور دینہ پہ نظر پڑتے ہی وہیں ساکت ہو گیا۔ سلون کا فرنٹ روم صرف انتظار کرنے والوں کے لئے تھا۔ایک کونے میں رسپشن ہے اور باقی دیوار کے ساتھ کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔دوسری دیوار کے پاس ایک صوفہ تھا۔اس کمرے میں اس وقت ان دونوں کے علاوہ رسپشن پہ بیٹھی خاتون تھی۔جس کی توجہ اپنے سامنے کھلے کمپیوٹر پہ تھی۔

اندر آنے والا چونکہ پلکیں جھپکائے بغیر دینہ کو دیکھے جا رہا تھا،اس لئے دینہ بھی واپس اسی کو دیکھ کر سوچنے میں مگن تھی۔ہلکا نیلا سوٹ کالے جوتے،

دونوں جانے پہچانے، دماغ نے ایک گھنٹی بجائی۔ تو نظر اس کے جوتوں سے ہٹ کر تیزی سے اس کے چہرے پہ رکی۔ کیا تبدیلی ہے؟ ہائی فیڈ ہیر کٹ کے ساتھ سامنے کے لمبے بالوں کو ماتھے پہ پیچھے کو کر کے سٹائل کیا گیا تھا۔

دینہ کے لب ہلے۔

"عمید؟"

وہ بھی ہلکے سے مسکرا کر بولا۔

"دینہ؟"

جب وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر اس کی جانب بڑھی تو وہ سانس خارج کر کے بولا۔

"یار تم تو پہچانی نہیں جا رہی ہو۔ میں تو ڈر گیا کہیں کسی اور لڑکی کو تو دینہ نہیں بول دیا۔ تمہاری عینک کدھر گئی ہے؟"

دینہ اس کو اپنے سامنے دیکھ کر ایک دم سے اتنی خوش ہو گئی تھی۔ سارے وہم غلط جو ثابت ہو گئے تھے۔ خوشی کے مارے جذبات سے بولی۔

"تم دیر سے آئے ہو۔ میں سمجھی شائد ارادہ بدل گیا ہے۔"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر چونکا۔

تھم گیا۔ پھر ہلکے سے سر نفی میں ہلا کر بولا۔

"سوری ٹریفک میں پھنس گیا تھا۔"

دینہ بولی۔

"کوئی بات نہیں، چونکہ اب تم آگئے ہو بھاگے نہیں ہو۔ تو تمہارا دیر سے آنا معاف ہے۔"

دینہ نے ریسیپشن والی کو الوداع کیا اور عمید کے ہمراہ باہر آگئی۔

عمید نے آگے بڑھ کر اس کے لئے فرنٹ پیسنجر سیٹ کا دروازہ کھولا۔

وہ جو خوشی خوشی دونوں ہاتھوں میں اپنا آنچل سنبھالتی دھیرے دھیرے آرہی تھی گاڑی پہ غور کرتے ہی رک گئی۔

"یہ کار کہاں سے آئی ہے؟"

وہ بولا۔

"کرائے پہ لی ہے۔"

دینہ نے منہ بنا کر اس کو گھورا۔

اسی لیے دیر سے آئے ہو۔ پہلے ہی اتنا خرچہ ہو گیا ہے، اب اس گاڑی کا دو تین سو کرایہ تو دینا پڑے گا۔ کتنے گھنٹوں کے لیے لی ہے؟

وہ معصومیت سے بولا۔

"چوبیس گھنٹے کے لئے لی ہے۔ کم آن اگر عزیز پہ اچھا امپریشن ڈالنا ہے تو تمہاری کار میں نہیں جا سکتے تھے۔"

ہاں وہ تو ہوٹل سے باہر نکل کر ہمیں دیکھے گا کہ ہم کس کار میں آئے ہیں، ایسے ہی ہم اہم لوگ۔

وہ اپنی جگہ ٹک گئی۔

اندر ہی اندر مسکراتا وہ بظاہر معصوم سی شکل بنا کر اس کی ڈانٹ سُنتا رہا۔

ڈرائیونگ سیٹ پہ آیا تو دینہ اس کے پرفیوم کی مہک اور اتنے قرب پہ تھوڑی سمٹ کر بیٹھ گئی۔ دماغ میں اب ایک نئی جنگ شروع ہو گئی۔

میں اس آدمی سے شادی کرنے جا رہی ہوں۔ جس کے بارے میں نام کے علاوہ میں کچھ نہیں جانتی ہوں۔ مجھے کس کیڑے نے کاٹ دیا ہے جو میں اتنا بڑا فیصلہ اتنی آسانی سے لے رہی ہوں۔ اور کس بنیاد پہ؟

مہندی اور مصنوعی ناخن سے سجے ہاتھوں کی انگلیاں چٹختے ہوئے وہ یہی سب سوچ رہی تھی، جب اس کے فون پہ میسج آیا۔

عزیز کا نام دیکھتے ہی جسم کا خون کھولنے لگا۔اس کے بعد وہ سب کچھ یاد آگیا جو اس نئے فیصلے کی وجہ بنا تھا۔اس نے میسج نہیں کھولا۔

انسان نفرت اور غصے کی حالت میں انجام بھول جاتا ہے۔

ایک گھنٹے بعد وہ دونوں دو اجنبی لوگ نہیں رہے تھے۔نہ وہ عمید رہا تھا نہ وہ صرف دینہ رہی تھی۔ عمید بیوی والا ہو گیا تھا۔وہ اکیلا نہیں رہا تھا۔

ایڈنبرا کو گاڑی بھگاتے ہوئے وہ جیسے بے یقینی سے گاہے بگاہے ایک نگاہ اپنے برابر بیٹھی لڑکی کو غور سے دیکھتا۔اور خود کو کہتا۔یہ میری بیوی ہے۔

وٹ دا۔۔اتنی لاپرواہی سے تو آج تک میں نے کاروبار کی کوئی ڈیل نہیں کی ہے۔ جتنی لاپرواہی سے میں نے آج شادی کر لی ہے۔

مگر میرے دل میں اتنا سکون کیوں ہے؟ مجھے ایسے کیوں لگ رہا ہے جیسے یہ میری زندگی کا سب سے بہترین فیصلہ ہوا ہے۔اگر آج میں یوکے نہ آیا ہوتا تو میری زندگی میں یہ عورت کہیں دور دور تک نہ ہوتی۔مجھے اس کا علم بھی

نہ ہوتا کہ کوئی دینہ نامی چھبیس سال کی نڈر لڑکی گلاسگو میں رہتی ہے۔ یہ فیصلہ اگر غلط ثابت ہوتا ہے تو میرا کیا جانا ہے؟ مگر اس نے تو ایک بدلہ لینے کے لیے اپنی زندگی ہی داؤ پہ لگادی ہے۔ چھوٹا پٹاخا بڑا دھماکا۔۔

اپنی آخری سوچ پہ ابھر آنے والی مسکراہٹ کو اس نے ہونٹ دانتوں میں دبا کر چھپالیا۔

دینہ پہ نئے رشتے کو لیکر ابھی اتنے انکشاف نہیں ہو رہے تھے۔ کیونکہ اس وقت اس کا سارا فوکس اپنے انتقام پہ تھا۔ اسی کے حوالے سے وہ پروگرام ترتیب دے رہی تھی۔

ہم لوگ جب ہوٹل کے شادی ہال میں داخل ہوں گے۔ ہاتھ پکڑ لیں گے ۔کیا خیال ہے؟ کیونکہ دو لوگ جو ایک دوسرے سے پیار کرتے ہوں پسند کی شادی ہو۔ ان کے درمیان ہاتھ پکڑنا عام سی بات ہوتی ہے۔

پھر اس سے تصدیق کروانے کو پوچھا۔"

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا؟"

"ہاں جی، ایک دم درست کہا ہے۔"

وہ مزید بولی۔

"اس کے علاوہ دیکھ لیں گے ماحول کیسا ہے، کیسی وائب ہے۔ کیا تم عزیز کے سامنے تھوڑا چپکو سا بننے کی ایکٹنگ کر سکتے ہو؟"

"ہیں۔۔! وہ کیا ہوتا ہے؟"

موٹروے کے دونوں اطراف میں کھلے کھیت تھے جن میں کہیں کہیں بھیڑیں چر رہی تھیں۔ کہیں گندم کی فصل لگی ہوئی تھی۔ دھوپ میں نہائی ہریالی اور حدِ نگاہ تک پھیلا نیلا آسمان جس پر کہیں کہیں بادلوں کے جھنڈ بنے ہوئے تھے۔ جب کوئی گاؤں آتا تو کھیتوں کے درمیان گھرا ہوا ہی ہوتا۔ سکاٹ لینڈ سارا کا سارا پہاڑی علاقہ ہے۔ جیسے ہی شہروں سے باہر نکلو، آپ کو دور دور بیابان میں بھی چھوٹے بڑے فارم نظر آتے ہیں۔

سکاٹ لینڈ کی خوبصورتی یہاں کی دیہی زندگی کا سکون، یہاں کی سبزی، یہاں کی نہریں، نالے، جھیلیں، جھرنے، دریا اور سمندر ہیں۔ کسی بھی کونے میں چلے جاؤ، تازہ میٹھے پانی کی ندی، جھرنا مل جائے گا۔ ہر شہر سے دریا گزرتے ہیں۔ اسی لیے یہاں کھیتی باڑی بہت زیادہ ہے۔ یہاں آلو، گوبھی، گاجر بہت زیادہ وافر مقدار میں اگائے جاتے ہیں۔

اگر کوئی زمیندار اپنی زمین پر کھیتی باڑی کرنے کی بجائے اسے ایسے ہی چھوڑ دے کہ وہاں چرند پرند بسیرا کر لیں تو حکومت اس زمیندار کو کرایہ دیتی ہے کہ تم نے اپنی زمین کو قدرتی زندگی کے لیے وقف کیا ہے۔ شاید اسی لیے لوگ اپنی زمین کو آبادی میں بدلنے کے اتنے شوقین نہیں ہوتے۔ حکومتیں خود زمیندارانہ نظام کو پروموٹ کرتی ہیں۔ حالانکہ یہاں پالتو جانور رکھنا بہت مہنگا پڑتا ہے، بہت زیادہ خرچ آتا ہے۔ مگر اس کے باوجود لوگ اسی طرزِ زندگی کو پسند کرتے ہیں کیونکہ یہ بلاشبہ دنیا کا

امیر ترین اور صحت مند طرزِ زندگی ہے۔ یہاں کی آبادی میں یہ بہت عام بات ہے کہ ہر امیر آدمی کا شہر میں گھر ہوگا جہاں وہ کوئی جاب وغیرہ کرتا ہوگا، مگر اس کی جڑیں کہیں نہ کہیں دیہی زندگی سے جڑی ہوں گی۔ جیسے ہی چھٹیاں ہوں، ماں باپ کے آبائی گھر جو ایک فارم پر ہوتا ہے، وہاں اپنا وقت گزارنا پسند کرتے ہیں۔

یہ طرزِ زندگی اس لیے امیر نہیں ہے کہ اس میں بہت زیادہ پیسہ ہے۔ نہیں۔ بلکہ اس لیے امیر ہے کیونکہ اس میں آپ اپنے ہاتھ سے زمین کا سینہ نرم کر کے اس میں بیج بوتے ہیں، پھر اسے اپنے سامنے اگتا دیکھتے ہیں۔ سوائے کھیوڑہ نمک کے آپ ہر چیز اپنے ہاتھ سے اگا کر کھا سکتے ہیں۔ اس میں دھوکا نہیں ہے، اپنی محنت ہوتی ہے۔

دنیا بھر میں جس چیز کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے، بدقسمتی سے پاکستان جیسے ممالک میں ان باتوں پر الٹا لوگوں کو عمل سے روکنے کے اقدامات

ہوتے ہیں۔ پنجاب کی زمین سکاٹ لینڈ کی زمین سے ہزار درجے زیادہ زرخیز ہے، مگر پنجاب کو دو چیزیں نقصان دے گئیں۔ ایک تو یہ ہاؤسنگ سوسائٹیوں والا مافیا جو سونا اگلنے والی زمین پر اینٹوں کی عمارتیں کھڑی کر کے قتلِ عام کرتا ہے۔ یہ کھلا ظلم ہے جس کی کوئی تلافی نہیں۔

دوسرا پنجاب کا احساسِ کمتری کا مارا وہ پنجابی جس کو اپنے اصل کی قدر نہیں رہی۔ بہت سی خواتین جو اسی نظام کی پیداوار ہیں، ان کو لگا کہ امیر ہونے اور خود کو ماڈرن ثابت کرنے کا پہلا ثبوت یہ ہے کہ فارمنگ سے نکل آیا جائے۔ ان کا مشہور جملہ ہوتا ہے: "یہ کیا ہمارے مرد ساری عمر جانوروں کی دم ہی کھینچتے رہیں گے؟" ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کے مرد بھی پینٹ کوٹ پہن کر دفتروں میں کام کریں، تب ہی وہ ماڈرن ہوں گے۔ یا پھر یہ کہ زمین بیچ کر بیرون ملک جا کر دن اور رات کا فرق مٹا کر گدھوں کی طرح کام کرو۔ اسے کہتے ہیں آزادی سے غلامی کا سفر۔ اس لیے تعلیم

بہت ضروری ہے، مگر ترقی پذیر ممالک کا تعلیمی نظام بھی ایسا ہی ڈیزائن کیا گیا ہے کہ وہاں سے بھی آزاد سوچنے والے وسیع ذہن بن کر نہ نکلیں بلکہ بھوک سے لڑ لڑ کر ماں باپ کی جمع پونجی بیچ کر تعلیم حاصل کرنے کے بعد ان کا مقصد صرف پیٹ کی بھوک ختم کرنا ہو، جو کبھی ختم نہیں ہوتی۔

عوام کو اپنی مرضی کے مطابق چلانے کا سب سے آسان حل یہ ہے کہ ان کو کبھی غربت سے نکلنے ہی نہ دو۔ جب پیٹ خالی ہو تو بڑی سوچ کہاں سے آئے گی؟ تب دماغ میں صرف ایک ہی سوچ ہوتی ہے: اگلے وقت کی روٹی کہاں سے آئے گی، بچے کا دودھ کہاں سے آئے گا۔ اسی لیے پھر کامیابی اور ناکامی کو پیسوں سے ماپا جاتا ہے۔

جس کے پاس جتنا پیسہ، وہ اتنا کامیاب۔

دینہ اسے کچھ کہہ رہی تھی مگر وہ خاموشی سے سامنے دیکھتے ہوئے نہ جانے کیا سوچ رہا تھا۔ اس نے عمید کے چہرے کے سامنے ہاتھ ہلایا۔

"او ہیلو، کدھر چلے گئے ہو؟"

وہ چونکا۔

"سوری، وہ فارم دیکھ کر میرا ذہن کسی اور طرف چلا گیا تھا۔ تم بے فکر رہو، میں چپکو بننے کے اگلے پچھلے ریکارڈ توڑ دوں گا۔"

وہ اس کے تسلی دینے پر ہاتھ اٹھا کر بولی:

"یا اللہ پاک! آج کی شام بہت اچھی گزر جائے۔ میرے دشمن کے سامنے میرا اپلڑا ابھاری رہے۔ وہ مجھے دیکھ کر سوچے کہ انگور کھٹے ہیں۔ یا اللہ آمین، میں دو نفل پڑھوں گی۔ آمین۔"

عمید مسکرا کر رہ گیا جبکہ وہ گاڑی کی سپیڈ پر بولی:

"پانچ بجے ان لوگوں کا فنکشن شروع ہونا ہے اور ابھی ساڑھے چار ہو رہے ہیں۔ جس سپیڈ سے تم جا رہے ہو مجھے یقین ہے ہم چھ بجے پہنچیں گے۔"

وہ ایکسیلیٹر پر دباؤ بڑھاتے ہوئے بولا:

"ہم آدھے گھنٹے سے پہلے ہی پہنچ جائیں گے۔"

مگر ہوا یہ کہ جب ایڈنبرا کے قریب پہنچ کر عمید نے مطلوبہ ایڈریس GPS میں ڈالا تو وہ مزید پونے گھنٹے کا سفر بتانے لگا۔ کیونکہ وہ جگہ ایڈنبرا شہر کے ساتھ ہی ملتی تھی، شہر کے اندر نہیں تھی۔ وہاں تک جانا بھی آبادی والے علاقے سے گزر کر پڑا، اس میں پورا ایک گھنٹہ لگ گیا۔

مگر آخر کار وہ لوگ منزل پر پہنچ ہی گئے۔

چھوٹی سی آبادی کے درمیان ایک ریسٹورنٹ کے ہال میں شادی کا انتظام تھا۔

باہر گیٹ پر گولڈن اور سفید غبارے لگا کر راستہ بنایا گیا تھا۔

عمید نے جگہ ڈھونڈ کر گاڑی پارک کی اور وہ دونوں گاڑی سے نکل کر ہال کی جانب چل پڑے۔

دینہ کا دوپٹہ پنوں کی مدد سے سیٹ کیا گیا تھا مگر تھوڑا حصہ اس کے بازو پر لپیٹنے کے لیے چھوڑا گیا تھا جو اب ہوا کے ساتھ اڑ رہا تھا۔ اس کے بال بھی دوپٹے کے ساتھ اٹکھلیاں کرنے کو تیار تھے۔

دینہ نے اسی پلو کو اپنے ارد گرد ایسے لپیٹ لیا کہ سب بال اس کے پیچھے چھپ گئے۔

عمید نے اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھایا۔ جسے پہلے تو اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا کہ یہ کس لیے؟ پھر اپنی ہی بات یاد آنے پر جلدی سے اپنا ہاتھ اس کی ہتھیلی پر رکھ دیا۔

کیٹرنگ کے لوگ ادھر ادھر بھاگتے نظر آرہے تھے مگر دینہ کو عزیز کی فیملی کا کوئی انسان باہر دکھائی نہ دیا۔

وہ لوگ سیڑھیاں چڑھ کر دروازہ جو پہلے سے کھلا ہوا تھا، عبور کر کے اندر آئے۔ چھوٹی سی راہداری میں ایک بورڈ لگا تھا جس پر دلہے اور دلہن کا نام لکھ کر آنے والوں کو خوش آمدید کہا گیا تھا۔

دینہ نے دلہن کا نام پڑھا:

ارم۔

آگے پھر ایک دروازہ تھا جس کے پیچھے بہت خاموشی تھی۔

عمید نے ایک ہاتھ سے دروازہ کھول کر اسے پہلے جانے کا اشارہ دیا۔

دونوں ایک ساتھ بڑے سے ہال میں داخل ہوئے۔ جیسے ہی ان کے پیچھے دروازہ بند ہوا، اس کی آواز اتنی تیز تھی کہ ایک دم تمام میزوں پر موجود مہمانوں کی توجہ ان کی جانب ہو گئی۔

تھوڑی دیر غور کرنے پر معلوم ہوا کہ اس وقت چھوٹے سے سٹیج پر نکاح کی رسم ہو رہی تھی۔

دینہ کی نگاہیں سٹیج کے ساتھ چپک کر رہ گئیں۔ پیر فرش کے ساتھ جیسے جڑ گئے۔ کیونکہ اس کی نگاہوں کے بالکل سامنے عزیز کی امی اور بہن کھڑی تھیں۔

انہوں نے دینہ کو دیکھا تو وہ بھی گھبرا کر نگاہ پھیرنا بھول گئیں۔ عزیز کی بہن نے جھک کر اپنے بھائی کے کان میں سرگوشی کی، جس پر دلہے کے روپ میں بیٹھے عزیز نے پھولوں کے سہرے کو ہاتھ سے ایک طرف کیا اور اسے دیکھا۔

عمید نے جب دینہ کو بت بنے دیکھا تو سمجھ گیا کہ بڑی بڑی باتیں کرنے والی کی اب ہوا نکل گئی ہے۔ اس نے بہت احتیاط سے اپنا بازو دینہ کی کمر میں حمائل کیا اور اس کے کان کے قریب جھکا۔ بظاہر ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اس کے کان میں کوئی پیار بھری سرگوشی کر رہا ہو، مگر اس نے دبے لہجے میں تنبیہ کی۔

"کم ان دینہ ہوش کرو لوگ دیکھ رہے ہیں۔"

وہ ایک دم چونکی۔اور بس اتنا کہا۔

"اس کی ماں بھی یہاں ہے۔یعنی سازش میں سارا خاندان شامل ہے۔"

عمید نے سر ہلا کر اتنا کہا۔

"یہ سب بعد میں۔ابھی وہ کرو جو کرنے آئی ہو۔"

بیرے نے ان کو ایک میز پہ کچھ خالی کرسیاں نواز دیں۔

نکاح ہوا، سب نے اُٹھ کر تالی بجا کر مبارک دی۔

عمید نے ہاتھ میں پڑا دینہ کا ہاتھ ٹھنڈا برف ہو رہا تھا، جسے وہ بہت زیادہ محسوس کر رہا تھا۔وہ اس کی جانب سر اُٹھا کر کچھ کہنے لگی تو عمید نے سر جھکا کر کان اس کے قریب کیا۔دینہ کی گرم سانس عمید کے کان پہ گری جب وہ کہہ رہی تھی۔

"ہمارا نکاح ان سے پہلے ہوا ہے۔"

اس دفعہ دینہ کے چہرے پہ مسکراہٹ تھی۔

عمید نے اس کے ہاتھ کو دبایا۔ یہ اشارہ تھا کہ تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔

وہ کتنے پل اس کے چہرے کو پڑھتا رہا۔ دماغ میں یہ سوچ چل رہی تھی۔ یہ لڑکی چاہے اپنے منہ سے نہ مانے مگر دکھ تو اس کو بہت ہوا ہے۔ یہ کوئی آسان بات نہیں ہے کہ آپ کسی کے ساتھ منسوب ہوں۔ کچھ دنوں میں وہ تعلق زندگی بھر کے لئے جڑنے والا ہو اور ایک دم پتا چلے کہ آپ کو رد کر کے آپ کی جگہ کسی اور کا انتخاب کر لیا گیا ہے۔ مگر آپ تاریک کمرے میں بند ہو کر اپنے نصیب سے لوگوں سے یا اللہ سے شکوہ کناہ ہونے کی بجائے، دن کی روشنی میں ان لوگوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ڈٹ جائیں جنہوں نے آپ کو توڑنا چاہا۔ آپ ان کی بازی انہی پہ الٹ دو۔

یہ لڑکی اس وقت بالکل یہی کر رہی ہے۔ جو اس کو ہرانا چاہ رہے تھے، وہ اس وقت اپنی خوشی بھول گئے تھے۔ سٹیج پہ ایک کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ سب کی نگاہیں بار بار دینہ اور اس کی طرف اُٹھ رہی تھیں۔

نکاح کے بعد کھانا آگیا۔

دینہ نے عمید سے کہا۔

"مجھے یہاں کھانا نہیں کھانا ہے۔"

عمید نے سر خم کر کے اوکے کر دیا۔

دینہ نے ایک نگاہ پورے ہال میں ڈالی۔ کل چھ میز تھے اور دو میز صرف لڑکیوں سے بھرے ہوئے تھے، اور وہ ساری ساری عمید کو دیکھ رہی تھیں

۔

دینہ نے گردن موڑ کر اپنے برابر بیٹھے عمید کو دیکھا کہ آیا وہ بھی ان لڑکیوں کو دیکھ رہا ہے۔

اس کی نگاہیں دینہ کے چہرے پہ ٹکی ہوئی تھیں، جس کا ہاتھ ابھی تک عمید کی گرفت میں تھا۔اس کی نگاہوں میں کچھ تو ایسا تھا کہ دینہ جو اس کو کچھ کہنے جا رہی تھی، اپنی بات بھول گئی۔

چند پل ارد گرد نگاہ ڈالنے کے بعد عمید کی توجہ خود سے ہٹانے کے لیے کہنے لگی۔

"وہ لڑکیاں تمہیں دیکھ رہی ہیں۔"

عمید کی نگاہیں اس کے چہرے سے نہیں ہٹیں، اسی طرح بولا۔

"اچھا۔"

"ہاں۔دیکھو تو۔"

"دیکھ ہی تو رہا ہوں۔"

دینہ نے اپنے ہاتھ سے اس کا چہرہ دوسری جانب موڑا اور نروس سی بولی۔

"مجھے نہیں دیکھنا ہے۔"

وہ جواب میں کہنے لگا۔

"جو دیکھنے کے قابل ہو اسی کو دیکھا جاتا ہے۔"

دینہ نے سٹیج کی جانب نگاہیں پھیر کر کہا۔

"یہ تم اپنے لیے کہہ رہے ہو کہ تم دیکھنے کے قابل ہو اسی لیے لڑکیاں تمہیں دیکھ رہی ہیں۔"

عمید کا انگوٹھا اس کا ہاتھ سہلا رہا تھا، اور وہ اسی کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"تم بہت اچھی طرح جانتی ہو میں کس کو دیکھنے کی بات کر رہا ہوں۔"

وہ جانتی تھی کہ وہ اپنی طرف اشارہ کر رہا ہے۔اس کے مطابق دینہ دیکھے جانے کے قابل ہے اسی لیے وہ اس کو دیکھ رہا ہے۔

دینہ موضوع بدلتے ہوئے کہنے لگی۔

"مجھے لگتا ہے ہمیں سٹیج پہ جا کر دلہا دلہن اور ان کی فیملی کو مبارکباد دے کر یہاں سے چلنا چاہیے۔"

عمید اسی وقت کھڑا ہو گیا۔

سٹیج تک جاتے ہوئے جس طرح لوگوں کی توجہ ان کی جانب ہوتی رہی، دینہ کو اندازہ ہو گیا کہ عمید کی شخصیت میں کوئی مقناطیسی طاقت ہے جو وہ توجہ کھینچ رہا ہے۔

دینہ کو آتا دیکھ کر عزیز کی امی آنسو بہاتے ہوئے کھڑی ہو گئی۔

دینہ نے لہجے میں دنیا بھر کی بشاشت پیدا کی اور خوش دلی سے دلہے دلہن کو مبارکباد دیتے ہوئے اپنے برابر کھڑے عمید کا تعارف کروایا۔

"عزیز تمہیں شادی کی بہت بہت مبارک ہو۔ مجھے پتا ہے تم نے تو مجھے انوائٹ نہیں کیا تھا۔ مگر ارم نے مجھے بلایا تو میں نے عمید سے درخواست کی کہ وہ مجھے لے آئیں۔ او میں تعارف کروانا تو بھول ہی گئی۔ یہ میرے شوہر ہیں عمید۔"

عمید نے سر خم کر کے سب کو مشترکہ سلام پیش کیا۔اس کے ایک ہاتھ میں دینہ کا ہاتھ تھا اور دوسرا ہاتھ لاپرواہ انداز میں دینہ کی کمر کے پیچھے رکھا تھا۔

"عمید یہ عزیز کی امی ہیں۔"

عمید تمیز سے پوچھنے لگا۔

"کیسی ہیں آپ؟"

آنٹی کے تو یہ سن کر ہی طوطے اڑ گئے تھے کہ عمید اس کا شوہر ہے۔وہ کسی سوال کا جواب کیا دیتیں۔ان کو تو رونا بھی بھول گیا۔

دینہ ان کے تاثرات پہ اندر ہی اندر لطف لے رہی تھی۔یہی تو وہ دیکھنا چاہتی تھی۔ابھی تو جو آنٹی آنسو بہا رہی تھیں،انہوں نے دینہ پہ انگلی اٹھانے پہ آنا تھا کہ اس نے شادی کب کی ہے۔

عمید عزیز سے بولا۔

"یار تم ہمیں شادی پہ بلاتے تو ہم تمہارے لئے تحفہ ضرور لے کر آتے۔

ویسے بھی تم نے ہم لوگوں پہ بہت بڑا احسان کیا ہے۔ ہم ابھی سوچ ہی

رہے تھے کہ کب تمہیں اپنی شادی کے بارے میں اطلاع دیں۔ پر جب

آج ارم صاحبہ نے کال پہ دانیہ جان کو اس فنکشن میں آنے کا کہا تو ہم لوگ

ایڈ نبر اایک پارٹی میں شرکت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ہم نے سوچا آپ

کو مبارکباد ہی دیتے چلیں۔"

عزیز کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنی بات مکمل کرنے کے بعد دینہ کی

طرف جھکا۔

"جان چلیں؟"

دینہ نے سر اُٹھا کر اس کو دیکھا اور مسکراتے ہوئے سر اثبات میں ہلا کر کہا۔

"جی۔"

اسی طرح ہاتھ تھامے دونوں وہاں سے نکل آئے۔ دروازے سے نکلتے وقت عمید نے اس کے کان کے قریب جھک کر کہا۔

"دلہے اور اس کی فیملی کی بتیاں پوری طرح بُجھ چکی ہیں۔"

دینہ کا بے ساختہ قہقہہ سٹیج تک سنا گیا تھا۔

گاڑی میں سوار ہو کر جب تک وہ اس گلی سے نکل نہیں آئے دینہ نے اپنا ڈرامائی کردار جاری رکھا۔ مگر جیسے ہی وہ لوگ پانچ منٹ دور آگئے تو وہ ایک دم خاموش ہو کر سیٹ کی بیک سے ٹیک لگا کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

عمید کو اس کے بتائے بغیر ہی پتا چل گیا تھا کہ وہ کیوں خاموش اور سنجیدہ ہو گئی ہے۔ کیونکہ وہ خود بھی بالکل چپ چاپ گاڑی چلا رہا تھا۔ وہ دوسروں کے لئے ایکٹنگ کر رہے تھے مگر اصل میں تو دونوں ہی اس وقت اندر سے ٹوٹے ہوئے تھے۔ بظاہر اتنے قریبی رشتوں سے ایسے زخم کھانا کوئی کھیل تماشہ ہے؟ انسان کو اپنی عزت قائم رکھنے کے لئے کئی دفعہ

اپنے اخلاق کی سرحد سے نکل کر کچھ عمل کرنے پڑتے ہیں۔اس وقت عمیداور دینہ وہی کر کے آرہے تھے۔

ایڈنبرا پہنچ کر وہ کھانے کے لئے رکنا چاہتا تھا مگر جب دینہ پہ نظر ڈالی تو اس کو نیند کی وادی میں گم پایا۔نہ جانے کب وہ اپنے پیروں کو ہیلز سے آزاد کرنے کے بعد کھڑکی پہ سر ٹکا کر سو گئی تھی۔

ڈوبتے سورج کی سنہری کرنیں اس کے سیاہ بالوں پہ چمک رہی تھیں۔دینہ کے بازو کے بال کھڑے ہوئے محسوس کر کے اس نے گاڑی کی ہیٹنگ تیز کرنی چاہی مگر پھر یہ خیال آیا کہ نہ تو ریڈیو چل رہا ہے، گاڑی زیادہ گرم کرلی تو کہیں اس کو بھی نیند نہ آجائے۔اس لیے اس نے جب گاڑی لائٹس پہ روکی تو اپنی سوٹ جیکٹ اتار کر دینہ کے اوپر ڈال دی۔

ساتھ ہی اس نے کف کھول کر بازو کہنی تک فولڈ کیے۔

شام کے وقت ٹریفک بہت زیادہ مصروف تھی۔اس لیے ان کو گلاسگو پہنچتے ایک گھنٹے سے زیادہ وقت لگ گیا۔سٹرلنگ کے برابر سے گزر رہے تھے جب دینہ جاگ گئی۔

وہ جاگ تو گئی تھی مگر اسی پوزیشن میں نیم مردہ پڑی رہی۔یقیناً عمید نے اس کی سیٹ پیچھے کی ہوئی تھی۔اپنے اوپر اس کی جیکٹ دیکھ کر اس کو شرمندگی نے آن لیا۔

سیدھی ہو کر بیٹھی اور جیکٹ واپس کرنی چاہی۔

"سوری۔میں عام طور پہ سفر کے دوران سوتی نہیں ہوں۔شاید صبح سے جو اعصاب پر پریشر تھا اس نے تھکا دیا،اس لیے آنکھ لگ گئی۔"

عمید نے سنجیدہ نظر ڈال کر مستحکم لہجے میں کہا۔

"کوئی بات نہیں۔سوری کیوں کر رہی ہو؟"

اس کو اداسی کے حصار سے نکالنے کو بولا۔

"ویسے تمہاری پرفارمنس بہت متاثر کن تھی۔ان لوگوں کی شکلیں دیکھنے والی تھیں۔"

دینہ ایک دم مسکراتے ہوئے بولی۔

"خاص کر جن نظروں سے دلہن تمہیں دیکھ رہی تھی، میرے دل پہ برفیلے پانی کی پھوار ہوئی تھی۔"

عمید کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ چھیڑنے کی نیت سے پوچھنے لگا۔

"کیسی نظروں سے دیکھ رہی تھی؟ قتل کرنے والی نظر سے؟"

وہ سامنے سڑک پہ دیکھتے ہوئے بولی۔

"جیسے پہنچ سے بہت دور انسانوں کو دیکھا جاتا ہے۔ جیسے تم اس کی اوقات سے باہر ہو۔"

عمید ہنستے ہوئے بولا۔

"مجھے یہ مغرور دینہ پسند ہے۔ منہ پھلا کر بیٹھی دینہ بہت بور لگتی ہے۔"

دینہ مسکرا رہی تھی، کہنے لگی

"تمہاری بد نصیبی کہ ننانوے فیصد وقت یہ منہ پھلائے پھرنے والی دینہ ہی ملے گی۔ ایک فیصد مغرور نظر آئے گی۔ خیر مشن کا ایک مرحلہ اور آسان مرحلہ گزر گیا ہے۔ اب آگے آئے گا مشکل مرحلہ۔"

عمید کو ہمدردی بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے اس کی جانب رُخ موڑ کر بتانے لگی۔

"میرے گھر والے تمہارا پورا پوسٹ مارٹم کریں گے، بہت سوال پوچھیں گے۔ تم بالکل چپ رہو گے۔ ان کو جواب میں دوں گی، کیونکہ تمہاری اتنی سی کمزوری ان کے ہاتھ لگی چیر پھاڑ کر دیں گے۔ بلکہ میرے گھر کی خواتین تو تمہیں زندہ ہی ہضم کر جائیں گی۔"

عمید بہت ریلیکس انداز میں بیٹھا ڈرائیو کر رہا تھا، مذاق بناتے ہوئے بولا۔

"اب تم مجھے ڈرا رہی ہو۔"

"ارے نہیں میرے ہوتے تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں بس کچھ باتوں کا خیال کرنا ہے۔ مثال کے طور پہ عزیز کی فیملی کے سامنے جیسے لپٹا جھپٹی کر رہے تھے نا، گھر پہ ایسا بالکل نہیں کرنا ہے۔ مجھ سے گز بھر کی دوری پہ رہنا ہے، ورنہ میرا بھائی کہیں تم پہ چھری سے وار نہ کر دے، وہ میرے معاملے میں بہت حساس ہے۔ بہت سخت طبیعت کا مالک ہے۔ ہمارے گھر میں یہ بوائے فرینڈ گرل فرینڈ جیسا کوئی شوشہ نہیں ہوتا۔"

عمید نے اس کو حیرت سے دیکھا اور طنز سے بولا

"بہت شکریہ تم نے اپنی فیملی کے بارے میں مجھے اتنی جلدی بتا دیا۔ اب بہت دیر ہو گئی ہے یہ فقرہ کہنے کی کہ عمید تم فکر نہ کرو۔ میرا تو اللہ ہی حافظ ہے، اگر تمہاری فیملی نے مجھے مار کر کہیں پھینک دیا تو پھر۔۔"

وہ مکھی اڑاتے ہوئے بہت آرام سے بولی۔

"ارے نہیں یہ لوگ گلا پھاڑ کر بول سکتے ہیں گالیاں دے لیتے ہیں مگر قتل وتل ان کے بس کا روگ نہیں ہے۔اسی لیے تو کہہ رہی ہوں تمہیں فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

عمید نے گھور کر کہا

"اتنی حوصلہ افزائی کا بہت شکریہ۔اب ذرا مہربانی کر کے نیویگیشن میں اپنے گھر کا اڈریس ڈال دو۔"

وہ لوگ سٹی سینٹر کراس کر رہے تھے جب دینہ نے گھر کا اڈریس سسٹم میں فیڈ کیا اور پوچھنے لگی۔

"گاڑی کب واپس کرنی ہے؟"

"کیا علم مجھے تمہارے گھر سے جان بچا کر بھاگنا پڑے اس لیے ابھی تو کار اپنے پاس ہی رکھوں گا۔"

دینہ نے اسی وقت جواب دیا۔

"تم میری سمارٹ کار میں بھی بھاگ سکتے ہو۔ بھاگنے کے لئے ہمیں اتنا مہنگا کرایہ بھرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ جانے تم آدمیوں کو مہنگی کاروں سے کیا رومانس ہوتا ہے۔"

عمید نے دفاع میں کہا۔

"جیسے تم عورتوں کو جیولری بیگز اور کپڑوں سے رومانس ہوتا ہے؟"

دینہ آنکھ کے کونے سے اس کو دیکھ کر بولی۔

"عورتوں کے بارے میں بڑا ہوم ورک ہے۔"

عمید احتجاج میں بولا۔

"کم آن عورت کارڈ مت کھیلو۔"

وہ زیرِ لب مسکرادی کیونکہ گھر قریب آرہا تھا۔ اب اس کو اگلا مرحلہ طے کرنا تھا۔

درمیانے سائز کے سیٹنگ روم میں کالے لیدر کے صوفے رکھے ہوئے تھے۔بیرونی دیوار کے وسط میں دیوار گیر کھڑکی پہ بھاری پردے گرے ہوئے تھے۔کھڑکی والی سائیڈ پہ دونوں کونوں میں انسانی قد کے برابر لیمپ رکھے تھے۔ایک کونے میں کتابوں کی الماری تھی اور کمرے کا چوتھا کونا ان ڈور پلانٹ نے گھیرا ہوا تھا۔فائر پلیس کے اوپر بڑے سے فریم میں شیشہ لگا ہوا تھا۔

ان ڈور پلانٹ کے بالکل آگے ٹی وی سٹینڈ پہ رکھا پچاس انچ کا ٹی وی چل رہا تھا جس پہ کوئی پاکستانی ڈرامہ چل رہا تھا۔

ٹی وی کے بالکل سامنے ایک بہت آرام دہ لیدر کی سیٹ پڑی تھی جس کا پیڈل باہر کو نکلا تھا۔اس پہ ایک سفید بالوں والی اماں جی بیٹھی ہوئی تھیں۔ جن کے کان ٹی وی کی جانب اور آنکھیں اپنے ہاتھ میں پکڑے کروشیے پہ

تھیں۔ان کے ہاتھ درمیانی سپیڈ کے ساتھ سفید رنگ کی اون سے بہت خوبصورت ڈیزائن بنارہے تھے۔

اسی وقت کونے والے دروازے سے اماں جی کی بیٹی اندر آئی ہاتھ میں ایک ٹرے تھام رکھا تھا جس میں دو کپ چائے اور ایک پلیٹ میں بسکٹ اور کچھ خشک میوہ رکھا تھا۔

ٹرے کو میز پہ رکھتے ہوئے وہ اپنی والدہ کو مخاطب کر کے بولیں۔

"امی اب یہ کروشیہ رکھ دیں۔پھر آپ کو سر درد شروع ہو جائے گا۔ویسے بھی اب ہمارا ڈرامہ شروع ہو گیا ہے۔"

اماں نے عینک کے اوپر سے آنکھیں نکال کر ٹی وی سکرین کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ میرا ڈرامہ نہیں ہے۔تمہارا ہے۔میں کوشش کو رہی ہوں پنکی کی شادی سے پہلے پہلے اس کی بیڈ شیٹ مکمل کر دوں۔"

"اماں ہر چیز مارکیٹ سے مل جاتی ہے نہ جانے آپ کو کیا شوق ہے اپنی جان کھپانے کا۔"

اماں کے ہاتھ غصے میں اور بھی تیز چلتے تھے۔

"ہاں بہن تمہارے لیے تو بازار ہی سب کچھ ہے۔اپنے پیسے کا غرور ہو تو انسان اسی طرح انسانی جذبات اور احساسات کو نظر انداز کرتا ہے۔"

"توبہ ہے ماں آپ بات کو کہاں سے کہاں لے جاتی ہیں۔مجھے طعنے مارنے کا کبھی کوئی موقع جانے نہ دیا کریں۔"

اس کے ساتھ ہی انہوں نے آگے بڑھ کر ماں کے ہاتھ سے کروشیہ اور اون لیکر ان کی ٹوکری میں رکھ کر ٹوکری کو ایک صوفے کی سائیڈ پہ رکھتے ہوئے کہا۔

"اتنی کم روشنی میں آپ کو نظر کیسے آجاتا ہے کہ ٹانکہ کہاں لگانا ہے۔مجھ سے تو اس بلب کی روشنی میں سوئی میں دھاگا نہیں ڈلتا ہے۔"

"تم نے تو کبھی دن کی روشنی میں بھی سوئی میں دھاگا نہیں ڈالا ہے۔رات کی بات نہ کرو۔ تمہاری اولاد کہاں ہے؟ پنکی کو فون کرو گھر آجائے کیسے خاموشی چھائی ہوئی ہے۔"

فوزیہ نے چائے کا سپ لینے کے بعد دھیرے سے کہا۔

"وہ اپنی دوست کی طرف گئی ہوئی ہے، گھر پہ ہوتی بھی تو صوفے میں گھس کر اس نے اپنا فون دیکھ رہی ہونا تھا۔"

"ہاں تمہارا بیٹا تو فون استعمال نہیں کرتا ہے۔میری بچی کے پیچھے ہی پڑی رہا کرو۔ تم کیا چاہتی ہو۔سارا دن کام پہ سر کھپانے کے بعد گھر آکر اب وہ دو گھڑی ریلکس بھی نہ کرے۔"

"یہ جو آپ اس کی اتنی حمایت کرتی ہیں نا۔شادی ہو رہی ہے اب چل پتا جانا ہے جب آپ کی لاڈلی سے کھانا تک نہ بنایا گیا۔عزیز تو مجھے ہی کوسے گا کہ بیٹی کو کچن کا کوئی ہنر نہیں سکھایا ہے۔"

اماں جوش سے بولیں۔

"عزیز خود کھانا بنا لے گا۔آخر اس کے باپ کا ٹیک اوے ہے۔کیا اس نے وہاں پہ کھانا بنانا بھی نہیں سیکھا ہو گا۔پھوہڑ لڑکا۔"

فوزیہ نے ماں کے دوغلے پن پہ چوٹ کرتے ہوئے کہا۔

"صدقے جاوں آپ کی سوچ پر۔اپنی لڑکی کو کچھ مت کہنا لوگوں میں ہی کیڑے نکالنا۔"

"اماں اکتاہٹ کا اظہار کرتے ہوئے بولیں۔

"اچھا بہن چُپ کر جاو،اب ڈرامہ دیکھنے دو گی یا سر کھاتے رہنا ہے۔"

فوزیہ نے شکوہ کناں نظروں سے ماں کو دیکھا۔لائٹ براون پرنٹڈ شلوار سوٹ پہ براون رنگ کی ہی نفیس اونی جرسی، سر پہ اصلی اون کا ہی سٹالر اوڑھے،ایک بازو پہ چار سونے کی چوڑیاں،دوسری کلائی پہ مدینے سے لایا ہوا خاص بریسلیٹ تھا،آنکھوں پہ گولڈن فریم کی عینک رکھے بہت بردبار

لگ رہی تھیں۔ مگر ان کی بیٹی سے کوئی پوچھتا جن کی یہ خواہش تھی کہ کاش میری ماں کے ظاہر کی طرح ان کی زبان بھی اتنی کیوٹ ہوتی۔

گاڑی کی آواز پہ ماں کے کان فوراً کھڑے ہوئے۔

"یہ پنکی کی گاڑی کی آواز نہیں ہے۔اور فرید کی گاڑی اتنی خاموش نہیں ہوسکتی۔ لگتا ہے مہمان آئے ہیں۔"

ساتھ ہی دروازے کی اطلائی گھنٹی بج گئی۔

فوزیہ نے اپنا کپ واپس ٹرے میں رکھا اور اپنے کالی فر والے سلیپرز میں جرابوں والے پیر ڈال کر اپنا سٹالر سر پہ رکھ کر بیرونی دروازہ کھولا۔

جیسے ہی دروازہ ہلکا سا وا ہوا، دینہ اس کو پورا کھولتے ہوئے بن بلائے مہمان کی طرح سیدھی اندر گھس آئی۔ہال میں رکے بغیر سیٹنگ روم میں چلی گئی

۔

فوزیہ اس کو اتنا سجا سنورا دیکھ کر دروازہ کھلا چھوڑ کر اس کے پیچھے آگئی۔

"دینہ۔۔؟ یہ تو تمہارے جہیز کا سوٹ ہے۔ کیا کسی فنکشن پہ گئی تھی؟ اتنا

بھاری میک اپ اور یہ جیولری۔۔؟"

دینہ درمیان میں کھڑی ہوئی۔ پہلے اپنی ماں کو دیکھا پھر نانی کو اور بتانے لگی

۔

"ممی، اماں۔ مجھے آپ لوگوں کو کچھ بتانا ہے۔ مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے

کہ اگر آپ میرے فیصلے کو قبول کرتی ہیں یا نہیں، مگر مجھے خوشی ہو گی اگر

آپ لوگ میری بات سمجھ کر میرا ساتھ دیں گی۔ کیونکہ میں نے ہمیشہ آپ

لوگوں کا ہر کام ہر بات میں ساتھ دیا ہے۔"

اماں اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کر فوزیہ کو فکرمندی سے دیکھتے ہوئے بولیں۔

"فوزی، تیری تی نے کوئی چن چاڑ دیتا ای؟"

فوزیہ دینہ کے انداز و بیان پہ خود بھی گھبرا سی گئی تھی، مگر پھر بھی ماں کو

جواب دینا ضروری جانا۔

"اماں ابھی دو منٹ پہلے آپ اس کی طرفداری کر رہی تھیں، اب ایک دم سے ہی وہ میری بیٹی بن گئی ہے۔"

ان دونوں کو آپس میں الجھتا دیکھ کر دینہ نے وہیں ٹوک دیا۔

"آپ لوگوں کے پاس ساری زندگی پڑی ہوئی ہے ایک دوسرے کو غلط یا درست ثابت کرتی رہیے گا، مگر ابھی میری بات سن لیں۔"

اسی وقت لمبا تگڑا جوان گھر کے اندر آتے ہی زور سے بولا۔

"امی یہ دروازہ کیوں کھلا چھوڑا ہوا ہے؟ اور وہ باہر کون کھڑا ہے؟ میں نے پوچھا ہے وہ کہہ رہا ہے دینہ سے پوچھ لیں۔"

فرید کو دیکھ کر دینہ کا رنگ اڑ گیا۔ وہ تو سوچ رہی تھی وہ گھر پہ نہیں ہو گا، اس کے آنے سے پہلے وہ ممی اور ماں کو اپنے حق میں کرنے کی کوشش کرے گی تاکہ فرید سے وہ دونوں نمٹ لیں گی، مگر یہاں تو سارا پلان الٹ ہو گیا۔

دینہ چلتی ہوئی آئی، بھائی کو ایک طرف کیا، گھر کا دروازہ وا کر کے عمید کو اندر آنے کا کہا۔ جیسے ہی وہ اندر آیا دینہ نے دروازہ بند کر دیا۔ کیونکہ وہ جانتی تھی اس کے بعد جو ہونا ہے اس کی آواز ساری گلی میں جائے گی۔ اپنی طرف سے دروازہ بند کر کے اس نے تھوڑی بہت احتیاطی تدبیر کی تھی۔

اب تین لوگوں کی نظریں عمید پہ ایسے جمی تھیں جیسے وہ چڑیا گھر میں آنے والا نیا جانور ہے جس کو آج سے پہلے کسی نے نہیں دیکھا۔

فرید نے بہن کے حلیے پہ غور کیا۔

"کہاں سے آ رہی ہو؟ یہ نمونہ کون ہے؟ اور ہمارے گھر میں کیا کر رہا ہے؟"

دینہ بغیر لگی لپٹی کے شروع ہو گئی۔

"میں نے شادی کر لی ہے۔ اور یہ میرا شوہر ہے۔ عمید۔"

تینوں نفوس ساکت ہو گئے۔اماں گھبراہٹ سے فرید کو دیکھ رہی تھیں کہ نہ جانے وہ دینہ کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔فوزیہ بے جان ہوتی ٹانگوں کے ساتھ وہیں صوفے کے کونے پہ ٹک گئی۔

فرید بہت سنجیدہ اور گہری آنکھوں سے بہن کو دیکھ رہا تھا، جو سب کو اگنور کر کے واپس اسی کو دیکھ رہی تھی۔

وہ بہت سرد آواز میں پوچھنے لگا۔
"کیا عزیز کی طرح تم بھی کسی اور کو پسند کرتی تھی؟"

"میں آپ کی بہن ہوں۔میری ساری زندگی آپ کے سامنے ہے۔آپ مجھے بتائیں اگر میں کسی کو پسند کرتی ہوتی تو کیا میں آپ کی پسند سے منگنی کرواتی؟"

دینہ کے ان الفاظ سے فرید کے تاثرات میں تھوڑی نرمی پیدا ہوئی۔اور وہ جیب سے فون نکال کر اس کی سکرین کھول کر ایک تصویر دینہ کے سامنے

کرتے ہوئے بولا۔

"مجھے یہ تصویر ابھی دس منٹ پہلے موصول ہوئی ہے۔ جو بھی سچ ہے مجھے بتاؤ۔"

دینہ نے تصویر کو دیکھا۔ یہ وہ اور عمید سٹیج پہ گئے تھے، اس وقت کی تصویر تھی جس میں عزیز اور اس کی بیوی بھی نظر آرہے تھے۔ دینہ اور عمید کی پشت تھی۔

دینہ کو فرید کے انداز پہ کچھ حوصلہ ہوا۔ وہ صوفے پہ بیٹھی اور گہری سانس کھینچ کر بتانے لگی۔

"عزیز مجھ سے کبھی کبھار بات چیت کر لیتا تھا۔ پہلے پہل تو حال احوال ہی پوچھتا تھا، ادھر ادھر کی باتیں۔ پھر وہ فون کرنے لگا جو میں بہانے بنا کر کاٹ دیتی کہ مصروف ہوں یہ وہ۔ جو کہ ٹھیک بھی ہے۔ ایک دو دفعہ اس نے مجھ سے میری تصویر مانگی، میں نے ونس ویو کی سیٹنگ میں تصویر بھیج

دی۔اس کے بعد اس نے نیا مطالبہ کرنا شروع کر دیا کہ میں اس کو اپنی برہنہ تصویر بھیجوں۔"

باقیوں کے ساتھ ساتھ عمید نے بھی چونک کر دینہ کو دیکھا تھا،فرید کے چہرے پہ لالی پھیل گئی۔آنکھوں میں سرد مہری اتر آئی۔

جبکہ دینہ مزید بتاتے ہوئے بولی:

"میں نے صاف انکار کر دیا۔میرا اس کے ساتھ کون سا تعلق تھا جس کی بنیاد پہ میں یہ سب کرتی۔وہ تین ماہ سے ایک ہی بات کرتا آرہا تھا،میں اس کو اگنور کر رہی تھی۔مگر آخری دفعہ اس نے کہا اگر میں اس کی بات نہیں مان سکتی ہوں تو وہ اس رشتے کے بارے میں خوش نہیں ہے۔میں نے کوئی جواب نہ دیا۔اس کے بعد اس کے گھر والے آگئے،شادی کی تاریخ طے ہو گئی،میں سمجھی اس کی رضامندی سے ہی آئے ہوں گے،مگر میرا خیال غلط ثابت ہوا۔"

"میں دو ہفتے سے یہی بات کنفرم کرنے کو اس سے رابطہ کر رہی تھی۔ وہ فون نہیں اٹھاتا تھا نہ میسج کا جواب دے رہا تھا۔ آج صبح میں نے پکا ارادہ کیا کہ بات کر کے رہنا ہے۔ اسی لیے گھر سے چلی گئی۔ پارک میں بیٹھ کر اس کو کالز کی، اس نے نہیں اٹھائی۔ آخر فون پہ جواب آیا مگر وہ عزیز نہیں اس کی منگیتر تھی۔ اس نے مجھے بتایا عزیز مجھے پرانے زمانے کی جاہل سمجھتا ہے اس لیے اس نے اپنی محبوبہ کو پرپوز کر دیا تھا، اور آج ان کی شادی ہے۔"

"میں سب کچھ برداشت کر لوں مگر ان دونوں کے ہاتھوں اپنی بے عزتی مجھے برداشت نہیں ہوئی۔ اس کا بدلہ لینے کے لئے میں نے عمید سے شادی کی ہے۔ نہ یہ مجھے آج سے پہلے جانتا تھا نہ میں اس کو جانتی ہوں۔ یہ وہاں پارک میں بیٹھا تھا۔ میری طرح اس کے ساتھ بھی ہاتھ ہوا ہے۔ بچارہ اسی چکر میں مجھ سے شادی پہ مان گیا تھا۔ ہم نے عصر کے وقت نکاح کیا۔ اس کے بعد عزیز اور اس کی بیوی کو یہ دکھا کر آئی ہوں کہ میں نے ان

سے پہلے ہی شادی کر رکھی ہے۔ وہ الو کی دم مجھے کیا چھوڑتا۔ میں نے اس کو چھوڑا ہے۔ اس کی ایسی کی تیسی یہ مجھے نیچا دکھاتا رد کرتا۔ اب بیٹھ کر سوچ رہا ہوگا جس لڑکی کو وہ خاطر میں نہیں لایا۔ اس کا اتنا ہینڈسم شوہر ہے اور وہ خود بھی اتنی پیاری ہے۔ اسی لیے یہ سارا میک اپ کیا ہے۔ اب اگر آپ کی نظر میں اپنی عزت رکھنا کوئی جرم ہے تو آپ اس جرم کی مجھے جو مرضی سزا دے لیں۔ مگر میں اپنے کیئے پہ بالکل شرمندہ نہیں ہوں۔

وہ چپ ہوئی تو کمرے میں محسوس کی جانے والی خاموشی تھی۔ فوزیہ کی آنکھیں برس رہی تھیں۔ اماں ہونک بیٹھی تھیں، فرید کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ ایسے لگا کہ زمانے بیت گئے جب فرید دروازے کے بیچ و بیچ سے ہٹ کر بہن کے پاس آیا اور اس کو اپنے ساتھ لگا کر زور سے بھینچ لیا۔

دینہ جو فرید سے ڈر رہی تھی، جب اس نے گلے لگایا تو وہ ایک دم سے ریلیکس ہو گئی، آنکھیں بھر آئیں۔

فرید نے اس کو سر پہ پیار کر کے کہا۔

"مجھے ہمیشہ سے فخر رہا ہے کہ میری بہن ماشاءاللہ اتنی مضبوط سوچ اور کردار کی مالک ہے۔ تم نے جس طرح اُس دھرتی کے بوجھ کے ساتھ ڈیل کیا ہے میں تو تم سے انسپائرڈ ہو گیا ہوں۔ تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا میں اس کے گھر جا کر اس کا منہ توڑ دیتا۔"

دینہ بولی۔

"ہاں تاکہ اس کے بعد تم جیل میں پڑے ہوتے۔ مجھے اپنے معاملات خود دیکھنے آتے ہیں۔"

فرید کی توجہ جیسے ہی عمید پہ پڑی وہ بہن سے بولا۔

"ایک طرف تم نے جتنی عقل مندی دکھائی دوسری طرف اتنا ہی بڑا کانڈ کر آئی ہو۔ یہ تمہیں پارک میں ملا اور تم نے اس سے شادی کر لی؟ کیا تم

پاگل ہوگئی تھی؟ راہ جاتے آدمی سے شادی کر کے اس کو گھر بھی لے آئی ہو؟ یعنی تم نے خود تو خودکشی کی ہے ساتھ میں ہم سب کو بھی مار دیا ہے۔"

"فرید تم میری جتنی چاہے بے عزتی کرو۔ مگر پلیز میرے شوہر کے لیے تمیز سے بات کرو۔ میں اس بچارے کو یہاں بے عزت کروانے کو نہیں لائی ہوں۔"

فرید کو تو اس کی بات سے آگ ہی لگ گئی۔ وہ خونخوار نظروں سے ماں کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"دیکھ رہی ہیں یہ کیا بکواس کر رہی ہے؟ میرے سامنے یہ اس ٹٹ پونجیے کی حمایت کر رہی ہے۔ یعنی اس کو اپنے بھائی سے پہلے یہ سڑک چھاپ ہے جس کا یہ دفاع کر رہی ہے۔ یہ دیکھ لیں اپنی تربیت کا شاہکار۔"

نانی ابھی تک صدمے میں تھیں مگر عادت سے مجبور ہو کر نواسی کا ساتھ دیتے ہوئے بولیں۔

"ہائے وہ کیوں سڑک چھاپ ہو۔بیٹا تمہارے گھر میں کون کون ہے ؟"

سوال عمید سے کیا گیا تھا، مگر جواب دینہ نے دیا۔

"ماں یہ یتیم ہے۔"

نانی اپنی بیٹی سے بولیں۔

"مبارک ہو فوزی تیری تی کر جوائی لے آئی آ۔"

"ہائے میرے اللہ فرید ٹھیک ہی کہہ رہا ہے یہ کس کے ساتھ کلمے پڑھ آئی ہے۔جس کا نہ کوئی آگے ہے نہ پیچھے۔ایسے کون شادی کرتا ہے ؟ کیا ہم مر گئے تھے ؟ ہمیں نکاح میں بھی شامل نہیں کیا ہے۔اگر اسی سے شادی کرنی تھی تو بھی بھائی کو بتایا ہوتا وہ اس لڑکے کی کوئی چھان بین کرواتا۔اب نہ جانے یہ کس ذات برادری سے تعلق رکھتا ہے۔"

اماں بولیں۔

"جس کے ساتھ آپ لوگوں نے میری شادی طے کی ہوئی تھی، اس کے بارے میں تو ساری چھان بین ہوئی تھی، تعریفوں کے پل پہ پل باندھے گئے تھے، وہ کیوں خبیث ثابت ہوا؟ مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ کیونکہ آپ سالوں سال انسانوں کے ساتھ رہ کر بھی کبھی کبھار اس کو سمجھ نہیں سکتے ہیں۔ آپ نے اپنی بیٹی کی شادی بھی تو جانے مانے شخص سے ہی کی تھی پھر اس کا انجام کیوں ایسا ہوا؟ آپ کا خاندانی داماد اپنی بیوی اور بچوں کو چھوڑ کر چلا گیا۔ یہ میرا شوہر ہے جو بھی ہے جیسا بھی ہے مجھے قبول ہے۔ اس کے ساتھ زندگی میں نے گزارنی ہے اگر دھوکا دے جائے گا تب بھی کم از کم مجھے یہ دکھ تو نہیں ہوگا کہ سالوں کی پہچان کے بعد ایسا کیوں ہوا۔"

فرید نے پھر سے ماں کو جتاتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر کہا۔

"سن لیں یہ اب آپ کی زندگی پہ باتیں بنانے لگی ہے۔"

جبکہ دینہ مزید بولی۔

"میں اتنی بھی عقل کی اندھی نہیں ہوں جتنا آپ لوگ مجھے سمجھ رہے ہیں ۔میں نے اس کو کسی بات پہ ہی چنا ہے۔آج صبح اس کے ساتھ ایک عورت نے بہت برا کیا ہے۔ایسا عمل جو کوئی بھی غیرت مند انسان سہہ نہیں پاتا۔ اگر عمید کی جگہ فرید بھائی اس سچویشن میں ہوتے تو یقین مانوں یہ غیرت کے نام پہ اس عورت کا قتل کر دیتے۔ مگر عمید نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔نہ اس کو گالی دی ہے۔نہ اس پہ ہاتھ اٹھایا۔ایسا کوئی بہت بڑے حوصلے اور ظرف والا انسان ہی کر سکتا ہے۔اس کے بارے میں مجھے اتنا جاننا ہی کافی ہے کہ جس عورت نے اس کے ساتھ برا کیا اس نے جواب میں اس کے ساتھ برا نہیں کیا ہے تو میرے ساتھ کیسے برا کرے گا؟انسان کو پرکھنے کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے سے وابستہ لوگوں کے ساتھ کس طرح رہتا ہے۔"

فرید نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھے عمید کو سر تا پا گھورتے ہوئے اپنی امی سے کہا۔

"آپ کی چھٹانک بھر کی بیٹی سمجھتی ہے کہ وہ اتنی سیانی ہے کہ دو پل میں ایک مرد کو پرکھ لے۔ دینہ تم ایسے کیسے کر سکتی ہو؟ ہم مر تو نہیں گئے تھے؟ یا کون سی قیامت آگئی تھی کہ یہ شادی آج کی تاریخ میں ہی ہونی تھی ۔"

فرید کو غصے سے پاگل ہوتے دیکھ کر پہلی دفعہ فوزیہ نے مداخلت کی۔

"فرید وہ ابھی کہہ دے گی کہ مذاق کر رہی ہے۔ بھلا شادی ایسے ہوتی ہیں ۔"

جواب دینہ نے دیا۔

"مما میں مذاق نہیں کر رہی ہوں۔ عمید ان لوگوں کو ہمارے نکاح والی ویڈیو دکھا دو۔"

"میں یہاں مزید دو منٹ بھی رُکا نا تو میرا دماغ پھٹ جائے گا۔آپ لوگ کریں اپنے داماد کی خدمت۔"

بھائی کو دروازے کی جانب جاتا دیکھ کر دینہ نے جلدی سے جتایا۔

"ہاں ہاں جائیں۔میں اگر عزیز سے اپنی بے عزتی کروکر خودکشی کر لیتی تب آپ بہت خوش ہوتے۔آپ لوگوں کو تو شکر گزار ہونا چاہئے کہ میں نے آپ میں سے کسی کو بھی اپنے ساتھ ہونے والی زیادتی کے لئے مورد الزام نہیں ٹھہرایا۔کیونکہ عزیز آپ سب کی پسند تھا۔جو میرے ساتھ ہوا ہے اس میں آپ سب برابر کے شریک ہیں۔اگر میں نے مضبوطی کا مظاہرہ کر کے اپنے طور پر بدلہ لینے کے لئے یہ قدم اٹھالیا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں سب کچھ بھلادوں گی۔میں بس اتنا کہہ رہی ہوں ۔میں نے بڑاپن دکھایا ہے،اب آپ لوگ بھی تھوڑی سی ڈیسنسی دکھا کر میرے شوہر کی عزت کریں۔ساری دنیا کے سامنے یہی مجھے مضبوط دکھا

کرلایا ہے۔ اگر آج یہ میرا ساتھ نہ دیتا تو اس وقت میں غصے اور بے بسی سے

یا آپ کے بال نوچ رہی ہوتی یا دریا کلائیڈ میں کود کر جان دے دیتی۔"

نانی جلدی سے بولی۔

"مگر تمہیں تو سوئمنگ آتی ہے۔"

عمید نے جمائی روکتے ہوئے کہا۔

"دینہ مجھے لگتا ہے یہ گفتگو ابھی لمبی چلے گی، کیا تم مجھے واش روم دکھا سکتی

ہو؟"

دینہ نے ہاتھ کے اشارے سے سمجھایا۔

"یہ کمرے سے باہر جاوگے سامنے سیڑھیاں ہیں۔اوپر سب سے پہلا

دروازہ ہے۔"

عمید شکریہ ادا کر کے اُٹھا تو دینہ کے علاوہ باقی تینوں نفوس کی نگاہوں کا

مرکز تھا۔

نانی نے سر کے بالوں سے لیکر موزے تک جانچا۔

وہ کمرے سے نکلا تو کانوں میں نانی کی آواز پڑی۔

"منڈا اہے تے سوہنا، کم کار کی کر دااے؟"

دینہ نے کندھے اچکائے۔

"مجھے نہیں علم ہے۔شاید جرمنی میں کوئی جاب کرتا ہے۔"

فوزیہ نے ڈپٹا۔

"تم نے اس سے نکاح کر لیا مگر یہ نہیں پوچھا کہ کیا کرتا ہے؟ کہاں رہتا ہے؟"

وہ اپنی جیولری اتارتے ہوئے لاپرواہی سے بولی۔

"اتنا وقت نہیں تھا۔فکر نہ کریں وہ بھی میرے بارے میں کچھ نہیں جانتا ہے۔ممی آپ نے کھانے میں کیا بنایا ہے؟ عمید کو بھوک لگی ہو گی پلیز کھانا نکال دیں۔میں یہ کپڑے بدل لوں۔"

دینہ نے ایک ہاتھ میں اپنی جیولری پکڑی دوسرے ہاتھ میں اپنا بھاری دوپٹہ تھامے کمرے سے نکل گئی۔

فوزیہ نے اپنی ماں کی شکل دیکھی۔ فرید الگ گھوری لئے گہری سانسیں بھر رہا تھا۔ تنزیہ بولا۔

"چلیں اپنے داماد شریف کے لئے کھانا گرم کریں۔ پکائیں کھابے لگائیں تڑکے۔ آخر آپ کا اکلوتا داماد ہے۔"

نانی نے فرید کو ڈانٹا۔

"تم ہمارے ساتھ کیوں خفا ہو رہے ہو؟ کیا ہم اس کے نکاح میں شامل تھیں؟"

"میرا دل کر رہا ہے اس عزیز کے بچے کی ٹھکائی کر کے آوں۔ اس کی اتنی جرات اس نے ہمارے ساتھ یہ ڈرامہ کیا ہے۔"

فوزیہ جلدی سے بولیں۔

"تم ایسا کچھ نہیں کرو گے۔ دینہ کو اچھا نہیں لگے گا۔ اگر کچھ کرنا چاہتے ہو تو اس نئے لڑکے کے بارے میں پتا کرواؤ کون ہے؟ کہاں سے ہے کس خاندان کا ہے۔"

امی کی بات کے دوران ہی فرید کا فون بجنے لگا، سکرین پہ نظر ڈالتے ہی اس نے کال لینے کا ارادہ کر لیا کیونکہ اس کے ورکشاپ سے تھی۔

فرید دروازے کی جانب جاتے ہوئے بولا۔

"وہ واش روم سے آتا ہے تو اس کو باہر کا راستہ دکھائیں۔ خبردار جو اس کو کھانے کے روکا۔ عزیز کی بے وفائی نے دینہ کے دماغ کے فیوز اڑا دیئے ہیں مگر ہم لوگوں کو عقل سے کام لینا ہو گا۔ ایک اجنبی کو گھر پہ رکھنا سیدھا خود کشی کرنے کے مترادف ہے۔ مجھے ابھی اہم کام سے جانا ہے۔ جلدی واپسی کی کوشش کروں گا۔ کوئی مسئلہ ہو مجھے کال کر لینا۔

باہر جا کر فرید نے عمید جو گاڑی عمید چلا رہا تھا، اس کے رجسٹریشن نمبر کی تصویر لے لی۔

جیسے ہی فرید کے جانے کے بعد بیرونی دروازہ بند ہوا تو فوزیہ اور ماں نے ایک دوسرے کو مدد طلب نظروں سے دیکھا۔

"اماں یہ کیا ہو گیا ہے؟ دینہ سے اتنی بڑی جرات کو تو سو سال میں بھی توقع نہیں تھی۔ اس نے تو آج تک کبھی غیر لڑکوں سے بات نہیں کی ہے۔ کزنوں کے ساتھ بھی اتنی زیادہ گھلتی ملتی نہیں ہے۔"

اماں نے ہاں میں ہاں ملائی۔

"اسی لیے تو مجھے یقین ہی نہیں آ رہا ہے۔ چلو دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔ تم کھانا نکال دو۔ فریزر میں کباب وغیرہ اگر بچے ہوئے ہیں تو وہ بھی تل لو۔ یا اگر چاہو تو ہوم ڈلیوری کروالو۔"

فوزیہ بے یقینی کے سمندر میں غوطہ زن تھیں، مگر کچن میں آکر کھانے کا انتظام دیکھنے لگیں۔

پہلے تو فریج کھول کر فروزن کھانوں کا جائزہ لیا۔ان میں سے سیخ کباب اور چپل کباب نکال کر کاؤنٹر پہ رکھے۔

ساتھ انہوں نے سالن والا چولہا آن کیا۔

ایئر فرائر میں چپل کباب اور سیخ کباب لگا دیے۔

انہوں نے رائتہ بنایا۔پہلے سے گندھا آٹا فریج سے نکال کر چپاتیاں ڈال لیں۔

بیس منٹ بعد انہوں نے میز پہ کھانا لگا دیا۔

عمید جو صوفے پہ بیٹھا نانی کے ساتھ خبروں پہ بات کر رہا تھا، اسے کھانے کے لیے بلاتے ہوئے شرمندگی سے کہا:

"بیٹا آج گھر پہ دال بنی ہوئی تھی، میں نے وہی گرم کرلی ہے۔"

نانی نے وہیں ڈانٹ دیا۔

"دیکھو تو اس لڑکی کی عقل کو۔ یہ کون سا دور ہے بچارگی والا؟ یہاں سے فون کرتی ٹیک وے سے گوشت منگوالو۔ داماد پہلی دفعہ گھر آیا ہے اور تم نے اس کے سامنے دال رکھ دی ہے۔ کیا سوچے گا؟"

عمید بیچ میں بولا:

"ارے نہیں خواتین، پلیز آپ لوگ میری فکر نہ کریں۔ نانی، میں تقریباً ہر دوسرے روز باہر سے گوشت ہی لے کر کھاتا ہوں۔ اچھا ہے آج گھر کی دال کھانے کو مل رہی ہے۔"

نانی پھر بھی راضی نہ تھیں۔

"نہیں بیٹے، کوئی مہمان نوازی کے اصول بھی ہوتے ہیں۔ یہ کیا دال ہی دے دی۔ میں نے کہا بھی ہے کہ ہوم ڈیلیوری کروالینا۔"

فوزیہ بے بسی سے بولی:

"اماں ساتھ میں کباب وغیرہ ہیں۔ اگر اس کو دال پسند نہیں ہو گی تو وہ کباب کے ساتھ روٹی کھا لے گا۔"

اماں پھر سے ڈپٹتے ہوئے گویا ہوئیں:

"خشک کباب کھائے گا؟ کوئی مصالحے والا سالن ہو جس میں انسان روٹی لگا کر کھا سکے۔"

تب ہی دینہ کمرے میں آئی۔ میک اپ جا چکا تھا، ہلکے ہلکے آثار باقی تھے۔ اس نے ہڈی اور ڈھیلا سا ٹراوزر پہنا ہوا تھا۔

عینک کو ناک پہ سیٹ کرتی جلدی سے کرسی کھینچ کر ڈائننگ پہ بیٹھ گئی اور اپنی پلیٹ میں چاول نکالتے ہوئے خوشی سے بولی:

"ہائے ممی، میرا اتنا دل کر رہا تھا چاول کھانے پہ، پلیز اچار لا دیں۔"

عمید ابھی کھڑا تھا اور وہ کھانا ڈال کر نوالہ بھر چکی تھی۔ عمید نے حیرت سے نانی اور ساس کو دیکھا جو دینہ کو ایسے گھور رہی تھیں جیسے کچا چبانے کا ارادہ پکا کر لیا ہو۔

خاموشی محسوس کرتے ہوئے اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔

"آپ دونوں کو کیا ہو گیا ہے؟ ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں؟"

فوزیہ نے پہل کی:

"دینہ، تمیز بھی کسی چیز کا نام ہے۔ مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔ تمہارا شوہر بچارہ ابھی بیٹھا بھی نہیں ہے اور تم نے اس کی مہمان نوازی کرنے کی بجائے اپنی پلیٹ بھر لی ہے۔"

وہ آنکھیں گھما کر بولی:

"ممی کیا باتیں کر رہی ہیں۔ عمید بیٹھ جاؤ ورنہ یہ دونوں مجھے سکون سے کھانا نہیں کھانے دیں گی۔"

عمید مسکراہٹ دباتا ایک کرسی چھوڑ کر دوسری پہ بیٹھ گیا۔

اس نے بھی اپنی پلیٹ میں ابلے چاول نکالے، ان کے اوپر دال ڈالی، ساتھ میں ایک طرف رائتہ ڈالا اور ایک سیخ کباب رکھ کر کھانے لگا۔

عمید کو کھانا اس قدر لذیذ لگا کہ اس نے دو پلیٹ چاول کھا لیے۔

گاہے بگاہے وہ دینہ پہ بھی نظر ڈال لیتا جو اس کے وجود سے بالکل بے نیاز اپنے حال میں مگن تھی۔ اس نے اپنے فون پر نیٹ فلکس پہ کوئی شو چلایا ہوا تھا۔

ایک ٹانگ کرسی کے اوپر تھی، دوسری نیچے لٹک رہی تھی۔ اس کا آدھا چہرہ ہڈی میں چھپا ہوا تھا۔ وہ کھانا کھانے کے دوران لمبے لمبے وقفے لے رہی تھی جیسے اپنے سامنے پڑی پلیٹ بھول گئی ہو۔

عمید کھانا ختم کر کے کچن میں ہاتھ دھونے گیا۔ وہاں سے آ کر وہ صوفے پہ ٹک گیا۔

نانی اپنی کرسی پہ بیٹھے بیٹھے ہی نماز پڑھ رہی تھیں۔ ان کی خاطر عمید نے ٹی وی نہیں چلایا۔

دینہ نے کھانا ختم کیا۔ سارے برتن اٹھا کر کچن میں رکھ کر آئی اور ماں کے چہرے پہ پیار کرتے ہوئے بولی:

"ممی قسم سے میں برتن دھو دیتی مگر اس وقت میں بہت تھکی ہوئی ہوں۔ آپ یہ برتن ایسے ہی رہنے دیں، میں صبح اٹھ کر دھو دوں گی۔"

فوزیہ نے کچھ نہیں کہا۔

وہ عمید سے مخاطب ہوئی:

"اچھا عمید، گڈ بائے۔ تمہارا بہت شکریہ جو تم نے آج میری مدد کی ہے۔ جب کبھی تم واپس گلاسگو آؤ ضرور بتانا، پھر میں تمہیں اچھے سے ڈنر پہ لے کر جاؤں گی۔"

فوزیہ نے بیٹی کے الفاظ پہ غور کیا، پھر داماد کی طرف دیکھا جو ویسے ہی تسلی سے بیٹھا دینہ کو سن رہا تھا۔ دینہ جی اتنی بات کر کے یہ جا وہ جا۔

اپنا فون پکڑا اور اوپر چلی گئی۔

فوزیہ نے ماں کو دیکھا جو جلدی جلدی سلام پھیر کر بیٹی سے بولیں:

"یہ تمہاری بیٹی بھری جوانی میں سٹھیا تو نہیں گئی ہے؟ پہلے شادی کر کے اس بچے کو گھر لے آئی، اب کیا گھر سے نکل جانے کا کہہ رہی ہے؟ یہ بچارہ یتیم رات کے بارہ بجے کہاں جائے؟"

"امی میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ کیا ہو رہا ہے، کیا کر رہی ہے، اور کیا ہو گا؟"

اماں نے بیٹی کو سمجھایا:

"ہونا کیا ہے، خیر سے مناسب تاریخ دیکھ کر ان کی رخصتی رکھ دو۔ بیٹے تم جہاں رہتے ہو کوئی تو تمہارا گھر بار ہو گا نا؟ بیوی کو کہاں رکھو گے؟"

عمید کے جواب دینے سے پہلے ہی اوپر سیڑھیوں سے دینہ نے چلا کر کہا:

"نانی پلیز عمید کو تنگ مت کریں۔ جو بھی پوچھنا ہے اگلی دفعہ پوچھ لینا۔ وہ سارا دن گاڑی چلاتا رہا ہے، تھک گیا ہو گا۔ اس کو جانے دیں۔"

اس کے ساتھ ہی اوپر دروازہ بند ہونے کی آواز آئی۔

عمید نے بمشکل اپنا قہقہہ دبایا تھا کیونکہ بزرگ خواتین کے چہرے پہ ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔

موضوع بدلتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھا اور کچن کا رخ کرتے ہوئے بولا:

"آنٹی میں برتن دھو دوں اگر آپ کو برا نہ لگے؟"

فوزیہ نے عمید کو ایسے دیکھا جیسے اس کے سینگ نکلے ہوں۔ پھر ہڑبڑا کر اس کے پیچھے کچن میں گئی۔

"استغفر اللہ بیٹا تم کیوں یہ زحمت کرو گے، میں خود دھو لوں گی۔"

فوزیہ جلدی سے سنک کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

عمید نے بھری ہوئی پلیٹوں میں سے بچا ہوا کھانا ایک باکس میں نکالنا شروع کر دیا۔

"آنٹی جب میری امی زندہ تھیں، میں ہر شام ڈنر کے بعد برتن دھونے میں ان کی مدد کرتا تھا۔ آج آپ کی مدد کر کے مجھے ایسا ہی لگے گا جیسے اپنی ممی کی مدد کر رہا ہوں۔"

اس کی اتنی جذباتی بات پہ فوزیہ کی تو آنکھوں میں آنسو ہی آ گئے۔

انہوں نے آگے بڑھ کر عمید کو گلے لگا لیا۔

عمید نے جھک کر ان کے گرد بانہوں کا ہلکا سا حصار بنایا۔

یہ بات سچ تھی کہ وہ اپنی ممی کی مدد کیا کرتا تھا، مگر اس وقت وہ ان دو خواتین کو اپنے بارے میں اعتماد میں لینا چاہ رہا تھا۔ وہ ایک بزنس مین تھا، دیسی سوچ سے اچھی طرح واقف تھا، اس لیے ان کو اپنے بارے میں شک وشبہ سے نکالنا اس کے لیے بالکل بھی مشکل کام نہیں تھا۔

اور یہی ہوا، اگلا پورا گھنٹہ وہ اپنی ساس کے ساتھ گفتگو کرتا رہا، ان کو اپنے ہائی سکول کے قصے سناتا رہا، ان سے ان کے بارے میں سوال پوچھتا رہا۔

نانی کا کمرہ نیچے ہی تھا۔ وہ اپنے بیڈ میں لیٹی ان کی باتیں سن رہی تھیں۔ کچن سے نکلے تو اماں کے کمرے میں محفل جم گئی جو صبح کے دو بجے تک جمی رہی۔ وہ ان کے تمام سوالوں کے مناسب جواب دیتا گیا۔

فوزیہ نے اس کو کپڑے لا کر دیے:

"یہ فرید کے کپڑے ہیں مگر بالکل نئے ہیں، اس نے ابھی پہنے نہیں ہوئے ہیں۔"

اس نے شکریہ کہہ کر کپڑے پکڑ لیے۔ آج کی رات وہ اکیلا نہیں رہنا چاہتا تھا، اس لیے اس نے گفتگو چھیڑے رکھی۔ مگر اب اس کی اپنی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔

وہ واش روم سے کپڑے بدل کر نکلا اور بولا:

"میں یہاں صوفے پہ سو جاتا ہوں۔"

فوزیہ نے جلدی سے تردید کرتے ہوئے کہا:

"نہیں بیٹا، اتنی ٹھنڈ میں یہاں تو سکون کی نیند بھی نہیں آتی۔ تم اوپر اپنے کمرے میں جاؤ۔ سیڑھیوں کا سامنے والا کمرہ تم لوگوں کا ہے۔ دینہ سو رہی ہے، میں نے تمہارے لیے ڈوئیٹ رکھ دیا ہے، سرہانے بھی موجود ہیں۔ اگر کوئی اور چیز چاہیے ہو تو بتا دینا۔"

عمید کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ آج کی تاریخ میں وہ کسی لڑکی کے ساتھ بیڈ شیئر کرے گا، اس لیے فوزیہ کی بات پہ وہ تھوڑا تھم سا گیا۔ جس پہ انہوں نے استفسار کیا:

"کیا ہوا؟"

"جی کچھ نہیں، بہت شکریہ۔ شب بخیر۔"

ان گھروں کی سب سے بڑی الجھن ان کی دیواریں ہیں۔ دیواریں اتنی پتلی ہوتی ہیں کہ گھر میں کسی بھی کمرے میں کوئی چل رہا ہو تو اس کی آواز سارے گھر میں سنی جا سکتی ہے۔ اس لیے وہ حد درجہ دھیمے قدم اٹھاتا ہوا مطلوبہ کمرے تک آیا۔

دروازے کے باہر رک گیا کہ اب کرے تو کیا کرے۔

انسانی تمیز میں آتا ہے کہ کمرے میں داخل ہونے سے پہلے دستک دی جائے۔ عجیب صورتحال سے دوچار تھا۔ دینہ سوئی ہوئی تھی۔ رات کے دو بجے وہ دستک دیتا تو گھر والوں کے ساتھ ساتھ ہمسائے بھی سن لیتے۔ لاچار وہ ویسے ہی ہینڈل گھماتے ہوئے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

سب سے پہلا امپریشن بیڈ سائیڈ پہ رکھی لائٹ تھی، جس کی روشنی سے کمرے کی چھت پہ ہلکی نیلگوں روشنی میں تارے چمک رہے تھے۔ عمید کو لگا کسی بچے کے بیڈروم میں تو نہیں آ گیا۔

مگر جیسے ہی نگاہ اونچے بیڈ پہ پڑی، دینہ آنکھوں پہ سلیپنگ ماسک لگائے خوابوں کی نگری میں گھوم رہی تھی۔

وہ چلتا ہوا کمرے کے وسط میں آیا۔ایک طرف ڈریسنگ ٹیبل تھا،اس کے آگے ایک لکڑی کی الماری تھی۔ڈریسنگ ٹیبل پہ میک اپ، پرفیومز کے ساتھ ساتھ ایک طرف لیپ ٹاپ اور فون بھی رکھا ہوا تھا۔

کمرے میں بہت دھیمی اور پیاری سی خوشبو رچی بسی ہوئی تھی۔

عمید نے شکر کیا کہ دینہ بیڈ کے درمیان میں لیٹنے کی بجائے ایک طرف لیٹی ہوئی تھی۔

وہ خالی سائیڈ کی طرف گیا، کور ہٹا کر اپنے لیے سرہانا بھی سیٹ کیا مگر پھر بھی وہ وہاں لیٹ نہ سکا۔

"اس لڑکی کے ساتھ زیادتی کی بات ہے اگر میں اس کی اجازت کے بغیر اس کے بستر پہ اس کے برابر سو جاؤں۔"

اس نے سرہانہ اٹھایا، فرش پہ رکھا۔ بیڈ پہ ایک کمفرٹر پڑا تھا اور ایک عدد رضائی تھی۔

اس نے رضائی نیچے بچھائی اور کمفرٹر کو اچھی طرح اپنے گرد لپیٹ کر دراز ہو گیا۔

اس کو ٹھنڈ تو لگ رہی تھی مگر اس نے زیادہ غور نہیں کیا۔ سونے کی کوشش کرنے لگا جس میں جلد ہی کامیابی مل گئی۔

وہ واش روم جانے کے لیے اٹھی تھی۔ اپنے کمرے کا پورا نقشہ اسے زبانی رٹا ہوا تھا۔ آنکھیں بند کر کے وہ سیدھی باتھ روم تک جا سکتی تھی۔ مگر جیسے ہی بیڈ سے اتری، دو قدم بھی نہیں اٹھائے تھے کہ پیروں میں کوئی چھوٹا سا پہاڑ آیا، جسے بر وقت پھلانگ نہ سکنے کی صورت میں وہ دھڑام کر کے اس پہاڑ کے اوپر ہی آ گری۔

جیسے ہی پہاڑ نے سر سے پلو ہٹا کر اپنے سینے پہ گرنے والی بلا کو دیکھا، بلا نے فلک شگاف چیخ مار دی۔

وہ تو شکر ہوا کہ پہاڑ نے کروٹ بدلی، دینہ جی پہاڑ سے نیچے گریں۔ پہاڑ نے اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ کر چیخ کا گلا گھونٹ دیا۔

وہ سوئی ہوئی بھاری آواز میں بڑبڑایا:

"کیا مصیبت ہے یار، اتنی مشکل سے نیند آئی تھی۔"

دینہ نے اس کی ڈھیلی گرفت سے خود کو نکالا اور چور چور کا نعرہ لگاتی کمرے سے باہر بھاگ گئی۔

عمید نے اپنے ماتھے پہ سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی ماری۔

ساتھ والے کمرے سے فرید اٹھ کر آگیا۔ نیچے سے ماں گھبرائی ہوئی شکل لیے سیڑھیوں پہ ظاہر ہوئی۔ سب کی نگاہ دینہ پہ تھی جو بھائی کے پیچھے چھپتے ہوئے کانپتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف اشارہ کر کے کہہ رہی

تھی:

"اندر اندر چور ہے! فرید بھائی میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے! میرے کمرے میں چور ہے! ممی جلدی سے پولیس کو فون کریں!"

فرید نے پہلے اپنی بہن کی اڑی رنگت کو دیکھا، پھر اس کے کمرے کے کھلے دروازے میں کھڑے ہو کر اندر جھانکا۔

عمید فرش پہ دونوں ہاتھوں میں سر پکڑے بیٹھا تھا۔

فرید نے حیرت سے پوچھا:

"تم بیڈ سے گر گئے ہو؟"

عمید نے سر نفی میں ہلایا۔

فرید ماجرا سمجھتے ہوئے بولا:

"اٹھ کر بیڈ پہ سو یار۔ تم دونوں نے عجیب ہی تماشا لگایا ہوا ہے۔"

جمائی روکتے ہوئے فرید اس کے دروازے سے ہٹا اور نیچے امی کو دیکھتے ہوئے کہا:

"یہ دینہ کو اپنے پاس بلالیں۔"

دینہ نے گھبرا کر اپنے بھائی کو دیکھا۔ وہ ہوور کا پائپ ہاتھ میں پکڑے چور کی دھلائی کو تیار کھڑی تھی۔

فرید نے اس کی آنکھوں میں دیکھا اور اس کے ہاتھ سے پائپ لے کر کونے میں رکھتے ہوئے بولا:

"اندر تمہارا شوہر ہے، کوئی چور نہیں۔"

"میرا شوہر؟"

وہ ڈرتی ڈرتی دروازے تک آئی۔ ہاتھ بڑھا کر بتی جلائی۔

عمید کو دیکھ کر حیرت سے بولی:

"تم؟ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

وہ اپنی رضائی وغیرہ اٹھا کر بیڈ پہ پھینکنے کے بعد خود بھی بیڈ پہ گرتے ہوئے بولا:

"بتی اور دروازہ بند کر کے جاو۔"

"ہیں، میں کدھر جاؤں؟"

فرید نے ممی کو آواز لگائی:

"اپنی بیٹی کو لے جائیں اس سے پہلے کہ یہ شادی کے پہلے دن ہی اپنے شوہر کا سر پھاڑ دے۔"

ممی اوپر آئیں اور بیٹی کو ہاتھ سے پکڑ کر اپنے ساتھ نیچے لے گئیں۔

نانی نے دینہ کو دیکھا اور بولیں:

"واہ نی ماں دیے موم بتیے۔"

وہ جواباً شکوے سے زیادہ صدمے سے بولی:

"اماں ان لوگوں نے ایک غیر آدمی کو میرے کمرے میں جانے دیا! ممی

یار آپ لوگ ایسے کیسے کر سکتے ہو؟ وہ میرے کمرے میں میرے بیڈ پہ کیوں لیٹا ہوا ہے؟"

نانی کی ہنسی نکل گئی، جسے دیکھ کر فوزیہ کے لبوں پہ بھی مسکراہٹ دوڑ گئی۔

دونوں نے اسے سمجھایا۔

نانی بولیں:

"تو تم نے کیا سمجھا تھا، تم نکاح کرو گی اور اس کے بعد وہ کہیں چلا جائے گا؟ ہائے میری دیوانی بیٹی! وہ تمہارا شوہر ہے میری بیٹی، اب تو زندگی بھر تم دونوں نے ایک ساتھ رہنا ہے۔"

وہ کتنی دیر ماں کے بیڈ پہ بیٹھی رہی۔ سب واپس سونے کو لیٹ گئے تو کافی دیر بعد ماں کے برابر لیٹتے ہوئے بولی:

"مجھے یقین نہیں آ رہا آپ نے اس کو میرا کمرہ دے دیا ہے۔ ساری شیٹ

بدلنی پڑیں گی، آدمی تو ہوتے ہی اتنے گندے ہیں، اف اللہ مجھے سارا کمرہ صاف کرنا پڑے گا۔"

ممی نے ڈانٹ دیا:

"دینہ بکواس بند کرو۔ وہ انسان کا بچہ ہے، کوئی جنگلی بلا نہیں ہے جو تم یہ سب اول فول بک رہی ہو۔ اور یہ شادی سے پہلے سوچنا تھا کہ اگر کمرہ بھی شیئر نہیں کر سکتی ہو تو شادی کس لیے کی ہے؟"

"وہ تو میں نے عزیز سے بدلہ لینے کے لیے کی ہے۔"

نانی آرام سے بولیں:

"شاباش ہے بیٹی، ماں کا نام بہت روشن کرو گی۔"

دینہ کو انتہا کی بے چینی نے گھیرا ہوا تھا کیونکہ اتنی دور کا تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔ اسے تو یہی خیال تھا عمید ڈنر کے بعد اپنے گھر چلا گیا ہو گا۔

اگر وہ چلا جاتا تو تم اس سے رابطہ کیسے کرتی؟ کیا تم نے اس کا فون نمبر لیا ہے؟ نہیں نا؟

اسی طرح سوچوں کے دوران دن کی روشنی نکل آئی۔ نانی نماز کے لیے اٹھیں، ساتھ اس کو بھی اٹھا دیا۔

اتوار کا دن اس کا لانڈری کا دن ہوتا تھا مگر اب تو وہ اپنے کمرے میں بھی نہیں جا سکتی تھی کیونکہ وہ وہاں سویا ہوا تھا۔

نماز کے بعد امی نے نانی کے لیے دلیہ بنایا، اس میں ڈرائی فروٹس ڈالے اور ان کو پیش کیا۔ ساتھ اپنے لیے چائے بنائی۔

دینہ منہ پھلائے ان کے بیڈ پہ بیٹھی رہی، کچھ کھایا پیا نہیں۔ فرید چونکہ ہفتے کی رات بہت لیٹ کام سے آتا تھا، اس لیے وہ دن کے بارہ بجے سے پہلے نہیں اٹھتا تھا۔

نو بجے کے قریب فوزیہ نے دینہ سے کہا:

"جاو عمید کو جگادو۔ وہ ناشتہ کرلے تو اس کو ساتھ لے جا کر آج میں ساری شاپنگ بدل آؤں گی۔"

دینہ نے بے دلی سے پوچھا:

"کون سی شاپنگ؟"

"جو چیزیں تمہارے شوہر کے لیے لی ہوئی ہیں۔ میرے پاس تمام رسیدیں موجود ہیں۔ پہلے کپڑے بدل کر عمید کے ماپ کے لوں گی۔"

دینہ عقل مندی سے بولی:

"ممی میرا مشورہ مانیں، ساری چیزیں واپس کر دیں۔ شادی تو وہ ہے جو ہو گئی ہے، اب اتنے خرچ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

فوزیہ نے صدمے سے بیٹی کو دیکھا۔

"خاک ٹھیک کہہ رہی ہو! میری ایک ہی بیٹی ہے، میں اس کی شادی بھی خاموشی سے کر دوں، اپنا کوئی خواب پورا نہ کروں؟"

دینہ نے مشورہ دیا:

"خواب پورے کرنے کے لیے ابھی آپ کے پاس فرید باقی ہے۔سچ کہہ رہی ہوں ممی، جو خرچہ میرے پہ فضول میں کرنا ہے اس میں فرید کی شادی کر دیں۔"

فوزیہ دکھی ہو کر ماں کی جانب دیکھ کر بولیں:

"اماں دیکھ رہی ہیں؟ پہلے میرا بیٹا شادی کے نام سے بھاگتا ہے، اب یہ بچی بھی الٹی باتیں کر رہی ہے۔"

نانی بولیں:

"فوزی تمہیں تو خوش ہونا چاہیے، تمہاری اولاد پیسے کی اتنی قدر کرتی ہے۔ جو تم نے شادی پہ لگانے تھے وہ دینہ کو کیش دے دو۔"

"آپ اور آپ کی لاڈلی بہت سمجھدار ہو گئی ہیں۔ میرا ایک ہی داماد ہے اور میں اس کو کچھ بھی نہ دوں؟ جاو جا کر عمید کو اٹھاو۔ ابھی وہ ناشتہ کرنے کے بعد تیار ہو گا۔ آج اتوار ہے، دکانیں جلدی بند ہو جانی ہیں۔ رات کو وہ کہہ رہا تھا کہ صبح میرج رجسٹریشن آفس میں درخواست جمع کروانے کے بعد وہ جرمنی کی فلائٹ پکڑے گا۔ اس کے پاس بس آج کا ہی دن ہے۔"

دینہ نے تعجب سے ماں کو دیکھا:

"یہ سب اس نے آپ کو کب بتایا ہے؟"

"رات کو جب وہ میرے ساتھ برتن دھلوانے کے بعد یہاں اماں کے پاس بیٹھ کر باتیں کر رہا تھا، اس نے ہمیں اپنا جرمنی والا گھر بھی دکھایا تھا اور تم دونوں کے نکاح والی ویڈیو بھی دکھائی تھی۔"

دینہ کو یہ سب بہت عجیب لگ رہا تھا۔ ایک دم سے اس کی زندگی میں ایک آدمی آ گیا۔ نکاح کرتے وقت اس کا فوکس بس عزیز سے بدلہ لینے پہ تھا۔

اتنی دور کا اس نے سوچا ہی نہیں تھا کہ ایک دفعہ نکاح ہو گیا تو آگے کیا ہو گا؟ اب عمید اس کے کمرے میں سو رہا تھا، یہ سوچ سوچ کر ہی دینہ کا بلڈ پریشر لو ہو رہا تھا۔ اوپر سے جب فوزیہ نے حکم دیا کہ "جاؤ اور عمید کو اٹھاؤ"، وہ ایسے خوفزدہ ہوئی جیسے ماں نے اس کو پھانسی کا حکم دے دیا ہو۔

پھڑک کر بولی:

"میں کیوں اس کو اٹھانے جاؤں؟ آپ خود چلی جائیں۔"

نانی نے ماتھا پیٹ لیا۔ فوزیہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔ پھر بیٹی کو ساتھ لگا کر پیار سے سمجھایا:

"میری جان، وہ تمہارا ہمسفر ہے۔ تم دونوں کا تعلق اب ایسا ہے جس میں ایک دوسرے سے پردہ داری نہیں ہے۔ سن رہی ہو؟ وہ تمہارا محرم ہے۔ میرے لیے تو وہ غیر محرم ہے، مجھے تو اخلاقی طور پر بھی اجازت نہیں ہے کہ میں اس کی اجازت کے بغیر اس کے کمرے میں جاؤں کیونکہ وہ اب

تمہارا مرد ہے۔ اس کے ماتھے پہ تمہارے نام کا ٹیگ لگ گیا ہے، تمہارے پاس یہ سب اختیارات آچکے ہیں، سمجھ رہی ہو؟"

وہ آنسو بھری نگاہوں سے ماں کو دیکھ کر بولی:

"مگر ممی! مجھے تو یہ تھا کہ نکاح کے بعد وہ اپنے گھر واپس چلا جائے گا۔ یہ تو نہیں سوچا تھا کہ وہ میرا بیڈ مجھ سے چھین لے گا۔"

اب کی بار فوزیہ کو غصہ آگیا:

"دینہ! تھپڑ ماروں گی۔ کیا بچکانہ بکواس کر رہی ہو؟ شادی کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ اس دور میں بھی مجھے تم کو سمجھانے کی ضرورت ہے؟ میں فلٹر کر کے بول رہی ہوں مگر تم ہو کہ حد کر رہی ہو۔ تمہیں تو سکول میں بھی محفوظ اور غیر محفوظ تعلق کے بارے میں بتایا گیا تھا۔ پھر تم نے بایولوجی میں بھی سارا پروڈکشن سسٹم پڑھا تھا، قرآن پاک نے تم کو سب کچھ کھل کر بتا دیا ہوا ہے۔ میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہیں، تو میری جان تم

اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار کرو۔ کل رات جو چور چور کا شور اٹھا تھا، ایسا دوبارہ کبھی نہ ہو۔ توبہ! مجھے تو سوچ کر شرمندگی ہو رہی ہے، عمید نے کیا سوچا ہو گا۔"

دینہ اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے چڑ کر بولی:

"ایک رات میں ایک غیر آدمی آپ لوگوں کو اتنا زیادہ اپنا لگ رہا ہے کہ اس کو اپنی بیٹی کے کمرے میں سلا دیا۔ وہ تو شکر ہے میں رات کو اٹھی تو اس کو فرش پر موجود پایا، ورنہ مجھے تو پتا بھی نہ چلتا۔"

فوزیہ منہ کھول کر اس کو دیکھ رہی تھیں:

"کیا؟ کیا عمید فرش پر سو رہا تھا؟"

"جی ہاں، پھر آپ کے سپوت نے اس کو میرے بیڈ پر سونے کا حکم دے دیا۔ اب وہ وہاں ہی اپنے جراثیم بکھیر رہا ہو گا۔ مجھے اپنا سارا بیڈ روم صاف کرنا پڑے گا۔"

فوزیہ ہاتھ کھڑے کرتے ہوئے کچن کا رخ کر کے ماں سے بولی:

"اماں پلیز اس کو کچھ تو سمجھائیں۔ نو بجنے میں صرف دو منٹ ہیں۔ بہت جلدی بھی کی نا تو گیارہ بجے سے پہلے گھر سے نہیں نکل سکیں گے۔"

ماں اور نانی کے پورا ایک گھنٹہ سر کھپانے کے بعد وہ مرے قدموں سے اوپر آئی تھی۔ پہلے سیڑھیوں پہ بیٹھی رہی۔ جب ماں نے بار بار کہا تو سیڑھیوں سے اٹھ کر اپنے کمرے کے پاس آئی، مگر دروازے کے باہر ہی جم گئی۔ نہ جانے کتنے منٹ گزرے ہوں گے۔ جب فرید کے کمرے میں فون کی بیل بجی تو ہڑ بڑا کر وہ اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر چلی آئی۔

اپنے پیچھے دروازہ بند کر کے جیسے ہی بیڈ پہ نظر پڑی وہ وہیں بت بن گئی۔ کیونکہ عمید نہ صرف جاگ رہا تھا بلکہ ہیڈ بورڈ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھا اسی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کو بہت گہری اور سنجیدہ نگاہوں سے یک ٹک دیکھ رہا تھا۔ دینہ اس کو دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی مگر چونکہ اس نے عینک نہیں

پہنی ہوئی تھی تو عمید کی تصویر اتنی کلئیر نہیں تھی، اس لیے اس کو زیادہ فوکس کرنا پڑ رہا تھا۔ آنکھیں میچ کے اس کو دیکھ رہی تھی۔

عمید نے وہیں بیٹھے بیٹھے بیڈ سائیڈ سے دینہ کا چشمہ پکڑا اور آگے کو جھک کر بیڈ کے پیروں میں چشمہ رکھنے کے بعد اپنی سابقہ حالت میں بیٹھ گیا۔ دینہ نے اس کو گھورا ضرور مگر آگے بڑھ کر اپنا چشمہ اٹھایا اور اپنی ناک پہ رکھ کر واپس دروازے سے کمر ٹکا کر کھڑی ہو گئی۔

عمید نے اس دفعہ اس کو دیکھ کر ہاتھ ہلایا اور دھیمی آواز میں بولا:

"گڈ مارننگ مائی ڈیئر وائف۔"

دینہ کوئی جواب دیے بغیر اس کو دیکھے جا رہی تھی۔ اس کی آنکھیں سوجھی سوجھی سی لگ رہی تھیں، یقیناً نیند سے جاگنے کی وجہ سے ایسا تھا۔ ہونٹ بھی ایسے لگ رہے تھے جیسے سوجھے ہوئے ہوں۔ دینہ نے چشمہ اتارا، اپنی شرٹ کے ساتھ صاف کیا، پھر دوبارہ لگا کر دیکھا تب بھی عمید ویسا ہی لگ

رہا تھا۔ عمید نے جو نیلی ٹی شرٹ پہنی ہوئی تھی وہ پہچان گئی یہ فرید کی شرٹ ہے۔ مگر ابھی اس نے پہنی نہیں ہے۔ شرٹ سے ہوتی اس کی آنکھیں عمید کے بازوؤں تک آئیں۔

اس کی کلائیوں پہ بال تھے۔ پھر اس نے سوچا اس نے کل گھڑی پہنی ہوئی تھی، وہ کدھر گئی؟ بیڈ سائیڈ دراز پہ نگاہ ڈالی تو گھڑی کو وہیں پایا۔

ہونٹ تھرتھرائے:

"اس نے تو میرے کمرے پہ پورا پورا قبضہ ہی کر لیا ہے۔"

وہ اس کے ایک ایک عمل، نگاہوں کے سفر سے لے کر ہونٹوں کے کپکپانے اور آنکھوں میں آنے والی نمی تک سب کچھ بہت غور سے نوٹ کر رہا تھا۔ اس کی توجہ واپس اپنے چہرے کی جانب کرنے کے لیے بولا:

"دینہ جی، ادھر میری طرف دیکھیں۔"

دینہ کی نگاہ جیسے ہی اس کی آنکھوں سے ملی وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ

بولا:

"پہلے خود ہی مجھے اپنی زندگی میں داخل ہونے کی دعوت دی، اپنی مرضی سے نکاح کیا، پھر خود ہی مجھ پہ الزام لگا کر چور چور کی دھوم بھی مچا دی؟ یہ کہاں کا انصاف ہے؟"

دینہ کے پاس کوئی جواب ہوتا تو وہ دیتی۔ جو زبان نانی اور ماں کے سامنے فر فر چل رہی تھی اس وقت تالو سے لگی ہوئی تھی۔

وہ مزید بولا:

"وہ تو شکر ہوا سونے سے پہلے میں نے آپ کی فیملی کو اپنے بارے میں تھوڑا بہت بتا کر ان کو اپنے حق میں کر لیا تھا، ورنہ آپ نے تو مجھے شادی کی پہلی رات ہی تھانے کی سیر کروا دی ہوتی۔"

عمید کو وہ کل والی دینہ سے بالکل مختلف لگی، جیسے دو الگ لڑکیاں ہوں——
ایک اتنی پراعتماد اور ایک یہ ڈرپوک سی پریشان۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا،
اس لیے اب اس پہ عمل کرنے کی نیت سے دینہ کو مخاطب کیا:

"دینہ؟"

دینہ نے اس کو دیکھا۔

عمید بولا:

"مجھے بتاؤ اب کیا کرنا ہے؟ یہ شادی اصلی ہے، نقلی نہیں ہے۔ اب آگے
کیا چاہتی ہو؟"

دینہ اس سے نظر چرا کر بولی:

"ممی تمہیں شاپنگ پہ لے جانا چاہ رہی ہیں۔"

وہ نفی کرتے ہوئے ٹھوس لہجے میں بولا:

"ابھی مجھے صرف اپنی بتاؤ، تم کیا چاہتی ہو؟ کیا تم مجھے پسند نہیں کرتی ہو؟"

دینہ فوراً بولی:

"ایسے فوراً سے تھوڑی کوئی پسند آجاتا ہے۔"

عمید نے اس کے اور اپنے درمیان اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"تمہیں کوئی اندازہ ہے؟ اس وقت ہماری ایک دوسرے کے لیے کیا حیثیت ہے؟ ہم دونوں پسند ناپسند، جاننے پہچاننے جیسے تمام مرحلے پیچھے چھوڑ کر ایک دوسرے کا سب کچھ بن گئے ہیں۔ جہاں جو جیسا ہو ویسے کی بنیاد پر قبول ہوتا ہے۔ کوئی یہ نہیں وہ نہیں، ایسے نہیں ویسے نہیں... بس جو ہے الحمدللہ آمین ہے۔ میں نے تمہیں پورے دل و دماغ سے قبول کیا ہے دینہ۔ تم میری بیوی ہو اور میں اس سچائی سے بھاگنے کا کوئی پروگرام نہیں رکھتا۔"

دینہ یک ٹک اس کو دیکھ رہی تھی۔ عمید نے پھر بھی تصدیق کی:

"سن رہی ہو؟"

دینہ نے سر اثبات میں ہلایا۔

وہ بیڈ سے نکلتے ہوئے کہنے لگا:

"میں ابھی شاور لوں گا۔"

وہ کھڑا ہوا تو دینہ کو اپنا کمرہ بہت چھوٹا محسوس ہونے لگا۔

دینہ کے پاس آیا اور اس کو کندھے سے پکڑ کر بیڈ پہ بٹھاتے ہوئے بولا:

"تم یہاں بیٹھو اور میرے تیار ہونے تک فیصلہ کرو۔ آیا مجھے کل رجسٹریشن آفس جانا ہے یا ابھی ایئرپورٹ کے لیے نکلنا ہے؟"

دینہ کو بیٹھا چھوڑ کر وہ کمرے سے نکل کر واش روم میں بند ہو گیا۔

دینہ کے کندھے ڈھل گئے۔ گہری سانس لے کر پیچھے کو بیڈ پہ گر گئی۔ چھت کو دیکھتے ہوئے ساری باتوں پر نئے سرے سے غور کرنے لگی۔

نہ جانے عمید نے ممی اور اماں کو کیا بتایا ہے، وہ ایک دم سے اس کے حق میں ہو گئی ہیں۔ اور تو اور فرید نے بھی کوئی بات نہیں کی ہے۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ یہ سب لوگ عمید کو میرے شوہر کی حیثیت سے قبول کر چکے ہیں۔ ایک میں ہی ہوں جو عجیب محسوس کر رہی ہوں۔ اب کیا کروں؟ اگر یہ چلا گیا ہو سکتا ہے پھر اپنی انا کا مسئلہ بنا کر مجھے طلاق ہی بھیج دے۔ پرپوز تو میں نے ہی کیا تھا، شادی کا آئیڈیا بھی میرا ہی تھا۔ اب مجھے اس کے ساتھ کا سوچ کر دل میں خوف کیوں اٹھ رہا ہے؟

ایک بات تو طے ہے یہ مجھ سے زیادہ خوش شکل ہے۔ ہمارے بچے تو پیارے ہوں گے، مگر لوگ یہی کہا کریں گے کہ بچے باپ پہ گئے ہیں۔

اپنی سوچ پہ خود ہی لال ہو رہی تھی۔ آخر اس نے فیصلہ کیا اور خود کو نئے حالات کے لیے ذہنی طور پر لیکچر دینے لگی۔ جب دروازہ کھلا اور کمر پہ سفید بڑے سائز کا تولیہ لپیٹے عمید اندر آیا۔

ماتھے پہ گیلے بال بکھرے ہوئے تھے۔

دینہ ہڑ بڑا کر اٹھی اور کمرے کے فرش پہ نہ جانے کیا تلاش کرنے لگی۔

عمید کو ٹوکنا پڑا:

"تم کیا ڈھونڈ رہی ہو؟ رات کو میں نے کپڑے واش روم میں بدلے تھے مگر اب وہاں نہیں ہیں۔ تمہیں کچھ علم ہو؟"

دینہ نظر اٹھا کر اس کو دیکھے بغیر اپنے لال گلابی گال لیے کمرے سے نکل گئی:

"میں ممی سے پوچھتی ہوں۔"

عمید نے ایک دو دراز کھول کر بلو ڈرائیر دریافت کیا اور پلگ لگا کر اپنے بال سکھانے لگا۔

وہ بال سکھانے کے بعد جامنی رنگ کے ہیئر برش سے اپنے بال سیٹ کر رہا تھا جب دروازے میں سے بازو نکلا جس کے ہاتھ میں عمید کے کپڑوں کا ہینگر تھا۔

عمید کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اس نے ہینگر لینے کی بجائے ہاتھ ہی پکڑ لیا اور اس کو اندر کھینچ کر دروازہ بند کر دیا۔

دینہ چوروں کی طرح اس کے سامنے سر جھکا کر کھڑی تھی۔ عمید نے ہینگر لے کر اس سے پوچھا:

"تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ کیا میں آج کی فلائٹ سے واپس چلا جاؤں؟"

دینہ نے اسی طرح جھکے سر کے ساتھ زور زور سے نہیں میں گردن ہلائی۔

"تم چاہتی ہو کہ آج میں یہاں رہوں؟"

اس پر دینہ نے ہاں میں گردن ہلائی۔

"بول کر بتاؤ۔"

وہ ایسے فر فر بولی جیسے سبق پڑھ رہی ہو:

"میں معذرت چاہتی ہوں کہ میرا رویہ عجیب ہے، مگر میں کوشش کروں گی تمہیں شکایت نہ ہو۔ تم ابھی واپس مت جاؤ، کل رجسٹریشن فارم جمع کروا کر ہی جانا۔"

عمید کے لبوں پر مسلسل مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ وہ اس کی حالت کا مزہ لیتے ہوئے بولا:

"تم میری طرف دیکھ کر بات کر سکتی ہو۔ میں نے ابھی ابھی شیشے میں دیکھا ہے، میں ایلین نہیں انسان ہی ہوں۔"

دینہ نے گردن اٹھا کر اپنے سامنے کھڑے عمید کی آنکھوں میں دیکھا۔

عمید جانتا تھا وہ اس کی آنکھوں میں اس لیے دیکھ رہی تھی تاکہ اس کے وجود پہ نگاہ نہ پڑے۔ وہ سینے سے کپڑوں کا ہینگر لگائے اس کی جانب جھکا اور اس کے کان میں بولا:

"تم بلش کرتے ہوئے بہت زیادہ کیوٹ لگ رہی ہو۔"

دینہ نے اپنے کانپتے ہاتھ سے اپنی عینک ٹھیک کی، تھوک نگل کر بولی:

"میں جاؤں؟"

عمید نے سر نفی میں ہلاتے ہوئے پوچھا:

"کیا تم نے تیار نہیں ہونا؟"

دینہ نے الٹا پوچھا:

"میں کس لیے تیار ہوں گی؟"

"کیا تم ہمارے ساتھ شاپنگ پہ نہیں جاؤ گی؟"

"نہیں، تم ممی کے ساتھ جاؤ گے۔"

وہ نرمی سے بولا:

"مجھے اچھا لگے گا اگر تم ساتھ چلو۔"

دینہ نے نگاہ موڑ کر اس کو دیکھا، جو اپنے ٹراوزر کا بٹن بند کرتے ہوئے تولیہ کرسی کی بیک پر پھینک کر شرٹ پہننے لگا تھا۔ وہ نئے سرے سے لال ٹماٹر ہو گئی۔

اس نے میری موجودگی میں ہی کپڑے پہن لیے؟

وہ شرٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے پوچھنے لگا:

"اب یہ شرٹ کس کی ہے؟"

"فرید بھائی کی ہے۔"

"مجھے ممی کا شکریہ ادا کرنا ہے۔"

دینہ نے حیرت سے پوچھا:

"وہ کیوں؟"

"اس لیے کہ انہوں نے مجھے اس قابل سمجھا کہ مجھے اپنے بیٹے کے کپڑے دیے ہیں۔"

دینہ عام سے انداز میں بولی:

"تم دونوں کا سائز ایک جیسا ہی ہے۔ بھائی تھوڑا فربی مائل ہے، کندھے بھاری ہیں، اور تمہارے کندھے بھاری نہیں مگر چوڑے ہیں۔"

عمید شرارت سے بولا:

"دینہ جی، آپ کی آبزرویشن کی داد دینی پڑے گی۔ مجھے تو لگا آپ میری طرف دیکھ ہی نہیں رہی ہیں۔"

وہ اس کی بات کو سنی ان سنی کرتے ہوئے پھر سے بولی:

"کیا اب میں جاؤں؟"

وہ شرٹ کو ٹراوزر کے اندر کرتے ہوئے، بغور اس کو دیکھتے ہوئے بولا:

"دینہ، can I kiss you?"

دینہ نے یوں جھٹکے سے سر اٹھایا جیسے ننگی تار کو ہاتھ لگ گیا ہو۔ ہونک بنی اس کو دیکھتے ہوئے بولی:

"ہیں؟"

عمید نے بمشکل اپنی ہنسی روک کر اپنی بات دہرائی:

"Can I kiss you؟ کیونکہ مجھے لگتا ہے ہمارے تعلق کو قبول کرنے کی جانب پہلا قدم بڑھانے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس وقت کم از کم ایک عدد کس شیئر کریں۔"

دینہ دروازے کی طرف مڑتے ہوئے بولی:

"میرا خیال ہے مم... ممی مجھے بلا رہی ہیں۔"

عمید نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کے بھاگنے کا ارادہ فیل کرتے ہوئے مسکرا کر کہا:

"قسم سے بہت زیادہ بزدل لگ رہی ہو۔"

وہ اس کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا، اور دینہ اس کی طرف دیکھنے کے بجائے سائیڈ والی دیوار کو ایسے غور سے دیکھنے لگی جیسے اس پر اچانک سے بہت ہی کوئی ضروری عبارت لکھی گئی ہو۔ عمید نے مسکراہٹ دباتے ہوئے اپنے دوسرے ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے اس کی ٹھوڑی سے چھو کر اس کا چہرہ اپنی جانب کیا۔ چہرہ تو عمید کی طرف ہو گیا مگر نگاہیں ادھر اُدھر نہ جانے کیا ڈھونڈ رہی تھیں۔

"دینہ... میری طرف دیکھو۔"

دینہ نے نفی میں گردن ہلائی۔

"ٹھیک ہے، جب تک میری جانب دیکھو گی نہیں ہم لوگ یہیں کھڑے رہیں گے۔"

دینہ نے یک دم نظر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔ دونوں کی نگاہیں ملیں۔ عمید کے تاثرات ایک دم سنجیدہ ہو گئے۔

عمید نے اس کے نچلے لب پر اپنا انگوٹھا پھیرا۔ وہ اس کی گرفت میں کانپ رہی تھی۔ وہ تھوڑا سا جھکا اور اپنے لبوں سے دینہ کے ہونٹوں کو مس کیا۔ دینہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔ وہ یک ٹک حیرت سے اس کو دیکھے جا رہی تھی۔

عمید نے اس کو اپنے ساتھ لگا لیا۔ وہ دینہ کی دھڑکن کو سن سکتا تھا جو اس وقت بہت تیز چل رہی تھی۔ اگلے چند پل وہ اس کو نرمی سے تھامے کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ دینہ کی دھڑکن کچھ نارمل ہوتی محسوس ہوئی۔ دینہ کے ماتھے پر لب رکھ کر اس نے سرگوشی کی:

"شکریہ..."

نیچے سے ممی کی آواز آئی۔ دینہ نے شکرادا کیا۔ ایک دم سے اس کی گرفت سے خود کو آزاد کروا کر کمرے سے نکل گئی۔

وہ اس کو جاتا دیکھتا رہا۔ دینہ کا چہرہ گلابی ہو رہا تھا اور جو ہاتھ اس نے سیڑھیوں کی ریلنگ پر رکھا وہ کپکپا رہا تھا۔ دینہ نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو گالوں سے نکلتے دھوئیں کا سوچ کر اس کے قدم وہیں تھم گئے۔

"بھلا ایسے ماں کا سامنا کیسے کروں گی؟"

جیسے ہی واپس مڑی نگاہ سیدھی عمید کی آنکھوں سے ٹکرائی جو بت کی شکل کھڑا اسی کو دیکھ رہا تھا۔

دینہ کو اور کچھ نہ سمجھ آیا تو واش روم میں گھس گئی۔ دروازہ بند کر کے کتنی دیر ویسے ہی کھڑی رہی۔ جب تین چار منٹ بعد عمید کے قدموں کی آواز

سے اندازہ ہو گیا کہ وہ نیچے چلا گیا ہے، تب اس نے ٹھنڈے پانی کی نل کھول کر اپنے چہرے پر چھینٹے مارے۔

دل میں وہ سوچ رہی تھی:

یہ آدمی تو بہت خطرناک ہے۔ یہ تو سارے حق جتا رہا ہے۔ کل کتنا معصوم اور بے ضرر لگ رہا تھا، آج تو اس کا مجھے دیکھنے کا انداز ہی بدل گیا ہے۔ کیسے آنکھیں پھاڑ کر دیکھ رہا تھا جیسے پہلے کبھی لڑکی ہی نہ دیکھی ہو۔

پھر خود سے ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے سوچنے لگی:

اور یہ مجھے کس بات پہ پسینے آرہے ہیں؟ میرا دل کیوں ایسے پاگل ہو رہا تھا جیسے سارا خون آج ہی شریانوں میں پھینکنا ہو؟ کہیں مجھے اٹیک تو نہیں ہو گیا؟

یہ سوچ آتے ہی اس نے اپنی نبض پہ انگلی رکھ کر محسوس کیا۔

"میری حالت ایسی کیوں ہو رہی ہے؟ جیسے میں نے کبھی مرد دیکھا ہی نہ ہو۔ حد ہو گئی ہے یار، میرے آفس میں آدمی کام کرتے ہیں، روز سامنا ہوتا ہے، ہیلو ہائے بھی ہو جاتی ہے۔ ایسا تو کبھی نہیں ہوا۔ عمید نہ جانے میرے بارے میں کیا سوچ رہا ہو گا، وہ تو مجھے ابنارمل ہی سمجھے گا۔ اف اللہ، ایک کس کی ہی تو بات تھی... میں تو ایسے مرنے والی ہو گئی تھی جیسے اس نے جان مانگ لی ہو۔ اب میں اس کا سامنا کیسے کروں گی؟"

آخر میں وہ یہ سوچ کر واش روم سے نکل آئی:

"اب کیا ہو سکتا ہے، جو ہو گا دیکھا جائے گا۔"

وہ مرے قدموں سے نیچے آئی۔ میز پر ناشتہ لگ چکا تھا۔ فرید بھی موجود تھا۔ دینہ نے سوچا، یہ تو بارہ بجے سے پہلے اٹھتا نہیں ہے، آج شاید عمید کی عزت افزائی کے سوچ کر اٹھ گیا ہے۔

وہ خاموشی سے آکر واحد خالی بچی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔ کرسی عمید کے پہلو والی تھی، جو ظاہر ہے جان بوجھ کر اس کے لیے رکھی گئی تھی۔

جیسے ہی ممی نے ناشتہ شروع کرنے کا نعرہ بلند کیا، فرید اور عمید حرکت میں آئے۔ فرق صرف اتنا تھا کہ فرید نے اپنی پلیٹ میں کھانا نکالا، جبکہ عمید نے انڈا اٹھا کر دینہ کی پلیٹ میں رکھ دیا۔

دینہ نے فرید کی جانب دیکھا، جو اس کے دیکھنے پر بھنویں اچکا کر اشارہ کرنے لگا:

"کیا بات ہے بھئی؟"

دینہ نے سب سے نگاہ چھپا کر فرید کو انگلی دکھا کر گالی دی۔

عمید کی نگاہ اس پر پڑی۔ بروقت قہقہہ روکنے کے چکر میں اس نے پانی کا گلاس منہ سے لگالیا۔

وہ جیسے ہی دینہ کے گلاس میں جوس ڈالنے لگا، وہ پھٹ پڑی مگر لہجہ دھیما رکھ کر بولی:

"پلیز تم کھانا کھاؤ، میں خود لے لوں گی۔"

فرید کی جتاتی ہوئی مسکراہٹ اسے زہر لگ رہی تھی۔

نانی تو عمید پہ دل و جان سے فدا لگ رہی تھیں۔ ممی کی آنکھوں میں نمی سی تھی۔

دینہ نے اپنا فون ہڈی سے نکال کر اس پر ٹائپ کیا:

"میری فیملی کی نظروں میں نمبر بنانے کی کوششیں بند کرو۔ ان کا ووٹ ویسے ہی تمہارے حق میں ہے۔"

اس نے اسکرین کھلی رکھ کر فون میز پر عمید کی جانب کر دیا۔

عمید نے اس کا اشارہ سمجھ کر سکرین کو پڑھا، پھر ٹشو سے ہاتھ صاف کر کے فون اپنے ہاتھ میں لیا۔ اس کا لکھا ڈیلیٹ کر کے اس نے لکھا:

"تم بہت زیادہ اوور تھنکنگ کر رہی ہو۔"

عمید نے فون نیچے رکھا۔ دینہ نے اٹھالیا۔ جلدی سے ٹائپنگ کی:

"اور تم بہت زیادہ میرے شوہر بن رہے ہو۔"

عمید نے پڑھ کر ڈائریکٹ دینہ کو دیکھا، جو اسی کو گھور رہی تھی۔ عمید نے فقط کندھے اچکائے۔

ناشتے کے بعد نانی اپنی دوستوں کے ساتھ ہونے والی ہفتہ وار میٹنگ کے لیے تیار ہو کر چلی گئیں۔ ان کو ان کی دوست نے ہی پک کر لیا۔ فرید ماں سے ہال کی نئی تاریخ وغیرہ کا مشورہ کر کے اپنے کام پہ نکل گیا۔ شاپنگ کی بات آئی تو عمید نے بھی دینہ کی طرح ممی کو ساری چیزیں واپس کرنے کا ہی

مشورہ دیا، مگر ممی اپنے ارادے سے ٹس سے مس نہ ہوئیں، تو نتیجتاً وہ تینوں تیار ہو کر باہر ہیڈ چلے گئے۔

آج دینہ نے کھلے پانچوں والی نیلی جینز کے ساتھ سفید شرٹ پہنی، ساتھ میں کالی پفر جیکٹ، بالوں کا بن بنا کر اوپر کالا جرسی حجاب اوڑھا ہوا تھا۔ ہلکے سے نیچرل میک اپ میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی، کم از کم عمید کو تو وہ بہت پیاری لگ رہی تھی، جس کی نظریں بار بار اس کے چہرے پہ جم رہی تھیں۔

وہ گاڑی چلا رہا تھا، ممی اس کے برابر میں بیٹھی اس سے باتیں کر رہی تھیں۔ وہ ان کو پوری توجہ سے سن کر جواب دے رہا تھا، مگر جیسے ہی موقع ملتا، اس کی نگاہیں بیک ویو مرر کے ذریعے بیوی کے چہرے پہ ٹک جاتیں۔ خاص کر جیسے ہی گاڑی کسی اشارے پہ رکتی، وہ اس کو دیکھنے لگتا۔

ممی نے اگر یہ بات محسوس کی بھی تھی تب بھی ظاہر نہیں کیا۔ دینہ نے اس کی نگاہوں سے تنگ آ کر سکارف اپنے چہرے کے سامنے کر کے اپنا رخ پوری طرح کھڑکی کی جانب کر لیا۔

ممی نے عمید سے اس کا فون نمبر مانگا۔ جب وہ ان کو نمبر لکھوا رہا تھا تو دینہ نے بھی اپنے فون میں فیڈ کر لیا، مگر جب نمبر سیو کرنے کی باری آئی تو فون ہاتھ میں پکڑ کر سکرین کو دیکھتی رہی۔

بھلا کس نام سے اس کا نمبر سیو کروں؟

"عمید لکھ لوں؟ مگر عمید بہت غیر سا لگ رہا ہے... کوئی پرسنل ٹچ ہونا چاہیے۔ ڈیئر ہسبنڈ لکھ لیتی ہوں؟ بہت ہی فارمل سا لگ رہا ہے۔"

بہت سوچ سوچ کر بھی جب کچھ سمجھ نہ آیا تو جھنجھلا کر سوچا:

"کیا مصیبت ہے، ایک نمبر ہی سیو کرنا ہے۔ کچھ بھی لکھ دو کیا فرق پڑتا ہے؟"

اس نے چوری چوری ایک نگاہ عمید پہ ڈالی۔ سائیڈ پر وفائل میں ایک ہاتھ اسٹیئر نگ وہیل پہ رکھا تھا، دوسرا لاپرواہی سے وہیں جما ہوا تھا۔

تب ہی عمید نے اوپر دیکھا۔ دونوں کی نگاہ ملی۔ دینہ نے بھی اس دفعہ نظر نہیں پھیری۔ عمید نے اس کو آنکھ مار کر کس بھیجی۔

دینہ نے ہاتھ سے اس کی کس پکڑنے کا اشارہ کیا اور پھر کار کا شیشہ نیچے کر کے اس کی کس باہر پھینک دی۔

عمید پہلی دفعہ کھل کر ہنسا تھا، آواز نہیں نکلی مگر اس کے سفید دانت پوری طرح نظر آئے۔

دینہ کی انگلیاں تیزی سے فون پہ چلی گئیں۔ اس نے "ہینڈ سم کلر (خوش شکل قاتل)" لکھ کر اس کا نمبر سیو کر لیا۔

وہ ایک ایک کر کے دو تین سٹورز پہ گئے، جہاں پہلے سے خریدے کپڑے واپس کرنے کے بعد ممی نے عمید کو حکم دیا کہ وہ اپنی پسند سے جو چاہے

لے لے۔ جب دینہ نے دیکھا کہ وہ کچھ پسند نہیں کر رہا، تو اس نے خود سے اس کی شاپنگ شروع کر دی۔ پولو شرٹس، دو تین رنگوں میں اٹھا لیں، ایک دو بومبر جیکٹس شامل کیں، ٹراوزرز زیادہ تر فارمل یا سمارٹ پینٹس لیں۔ سائز وہ اس کا جان گئی تھی، اس لیے سارا کچھ اس کے حوالے کر کے بولی:

"جاؤ فٹنگ روم میں سارے سوٹ ٹرائی کر کے دیکھو، جو اچھا لگے وہ الگ کر دینا۔"

عمید نے کہا کہ وہ اس کے ساتھ چلے۔ دینہ نے فوری انکار کر دیا:

"ممی کو لے جاؤ۔"

عمید نے دوسری دفعہ کہا، نہیں بلکہ اس کا ہاتھ تھام کر لے گیا۔ فٹنگ روم کے باہر ایک صوفہ رکھا تھا، اس پہ دینہ کو بٹھاتے ہوئے بولا:

"خبردار یہاں سے اٹھنا منع ہے۔"

وہ آنکھیں گھما کر رہ گئی۔

سب سے پہلے ڈارک گرے سمارٹ پینٹ پہ سفید پولو شرٹ پہن کر وہ جوتا پہنے بغیر ہی باہر آیا اور اس کے سامنے کھڑا ہو کر بہت غصے والے تاثرات کے ساتھ بولا:

"یہ ٹراوزر واپس جائے گا، میں اس میں گی لگ رہا ہوں۔"

دینہ ہنسی تو ہنستی چلی گئی۔ عمید نے جیب سے فون نکال کر اس کی تصویریں لے لیں، جس پہ دینہ کی ہنسی غائب ہو گئی۔

ایک کے بعد ایک آؤٹ فٹ کو رد کرتا جا رہا تھا۔

دینہ نے غصے سے کہا:

"میں جانتی ہوں تم اتنے اچھے کپڑوں کو جان بوجھ کر رد کر رہے ہو۔"

وہ مانتے ہوئے بولا:

"مجھے اچھا نہیں لگ رہا یار۔ بجائے اس کے کہ میں تمہیں شاپنگ کرواتا، تم میرے پہ پیسے لگاتی جا رہی ہو۔ ابھی کار کا کرایہ بھی دینا ہے۔"

دینہ اسے تسلی دیتے ہوئے بولی:

"یہ شاپنگ ممی کروا رہی ہیں۔ ان کے اپنے رسم و رواج ہیں، اگر تم نے منع کیا وہ دل پہ لے لیں گی، اس لیے بہتری اسی میں ہے کہ تم اپنی مرضی سے چار پانچ سوٹ لے لو۔"

بات عمید کی سمجھ میں آ گئی، اس لیے اس نے دو فارمل سوٹ لیے اور دو عام پہننے کے لیے لے کر سٹور سے نکل آیا۔

ممی بہت خوش تھیں۔ ایک تو وہ عمید کی دینہ میں دلچسپی پہ بھی اندر ہی اندر خوش ہو رہی تھیں، پھر وہ جس طرح ہر بات میں دینہ اور ان سے رائے کو ترجیح دے رہا تھا۔

شاپنگ کے بعد وہ انہیں ایک لبنانی ریسٹورنٹ پہ کھانے کے لیے لے گیا۔ کھانے کے بعد ممی نے کہا کہ انہیں گھر پہ اتار دیا جائے۔ دینہ نے کہا وہ بہت تھک گئی ہے، وہ بھی اب گھر جانا چاہے گی، مگر ممی نے یہ کہہ کر اسے روک دیا کہ:

"عمید صبح واپس چلا جائے گا، اس لیے آج کی شام اکٹھے انجوائے کرو، ایک دوسرے سے باتیں کرو، ایک دوسرے کو جانو، مووی پہ چلے جاؤ یا کہیں کافی وغیرہ پی لو۔"

عمید نے خوشی سے کہا:

"شکریہ ممی، آپ نے میرے دل کی بات کی ہے۔ آپ کی بیٹی تھکاوٹ کا بہانہ بنا کر بھاگنا چاہتی ہے، مگر میں اسے فرار ہونے نہیں دوں گا۔"

ممی کو ہنستے مسکراتے گھر پہ اتارا۔ ان کا سارا سامان وہ ہی اندر رکھ کر آیا۔

دینہ نے مشورہ دیا:

"ہم گھر پہ بھی مووی دیکھ سکتے ہیں۔"

گھر کے ڈرائیو وے سے گاڑی واپس نکالتے ہوئے وہ بولا:

"ہاں، تمہارا بھائی آجائے اور میں ڈر کے مارے تم سے کوئی بات بھی نہ کر سکوں۔"

دینہ نے تعجب سے جتایا:

"صبح میرے بھائی کے سامنے میری پلیٹ میں ناشتہ نکال رہے تھے، تب تو ذرا شرم نہ آئی۔ میں کتنا awkward فیل کر رہی تھی۔"

وہ مسکراتے ہوئے اس پہ نگاہ ڈال کر بولا:

"ارے اپنی بیوی کا احساس کرنے میں کون سی شرم ہوتی ہے؟"

دینہ کو ایک بات مسلسل چبھ رہی تھی، اب منہ سے نکل ہی گئی:

"یار تم یہ سب ڈرامہ کیوں کر رہے ہو؟ نارمل رویہ رکھو نا۔"

وہ ناسمجھی سے پوچھنے لگا:

"کیا مطلب ہے؟"

"مطلب یہ کہ تم ایسے جتا رہے ہو جیسے میرے پیار میں ہو، جبکہ ابھی کل تم کسی اور کے بوائے فرینڈ تھے۔ایسے ایک پل میں نئے احساسات نہیں بنتے، نہ ہی پہلے والے ختم ہوتے ہیں۔ تم اپنی گرل فرینڈ سے بدلہ لینے کے لیے اگر مجھ سے احساس جتا رہے ہو تو یہ یاد رکھو کہ وہ یہاں موجود نہیں ہے۔ بہتر ہے نارمل رہو، تمہارے اس جھوٹے ڈرامے سے میرے احساسات مجروح ہو رہے ہیں۔"

وہ لب بھینچے اس کی بات سنتا رہا، پھر ٹھوس لہجے میں بولا:

"آج کے بعد ہمارے درمیان اس لڑکی کا ذکر نہیں آئے گا دینہ۔ تم میری بیوی ہو۔اس کے ساتھ نہ میرا جسمانی تعلق تھا نہ روحانی۔ وہ جو بھی تھی اب کچھ بھی نہیں ہے۔ تم کچھ بھی تھی مگر اب سب کچھ ہو۔ کیا مزید

بتانے کی ضرورت ہے؟ وہ میری زندگی سے ہی نہیں بلکہ میرے دل و دماغ سے بھی نکل گئی ہے۔ میں انسان کو عزت اور پیار دیتا ہوں، مگر جب کوئی مجھے بیوقوف بنائے تو وہ میرے لیے مر جاتا ہے، چاہے میرا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔ میں اپنے اصولوں میں سخت ہوں۔ اور ہاں، میں نے تم سے شادی بدلہ لینے کے لیے نہیں کی۔ میری طرف سے یہ دنیا بھاڑ میں جائے۔ میں تمہیں اپنی بیوی کے طور پر مکمل قبول کر چکا ہوں۔ اگر تمہیں شک ہے تو صبح مجھے بتا دینا، میں واپس چلا جاؤں گا۔"

دینہ نے شکوہ کناں نگاہ ڈالی:

"اب مجھے واپس جانے کا طعنہ مت دینا۔"

وہ بھی دوبدو بولا:

"تم بھی مجھے گرل فرینڈ کا طعنہ مت دینا۔"

دینہ نے کہا:

"میں نے طعنہ نہیں دیا تھا۔"

وہ اسی انداز میں بولا:

"میں نے بھی طعنہ نہیں دیا تھا۔"

دینہ نے غصے سے کہا:

"کیا تم میرے ساتھ لڑ رہے ہو؟"

"کیا تم میرے ساتھ لڑ رہی ہو؟"

"میری نقل کیوں کر رہے ہو؟"

"میری نقل کیوں کر رہی ہو؟"

"عمید، باز آؤ!"

"دینہ، باز آؤ!"

"میں اب کچھ نہیں بولوں گی۔"

"میں اب کچھ نہیں بولوں گا۔"

"تم زہر لگ رہے ہو۔"

"تم زہر لگ رہی ہو۔"

"کیا؟ میں تمہیں زہر لگ رہی ہوں؟"

"کیا؟ میں تمہیں زہر لگ رہا ہوں؟"

دینہ نے فون کھول کر نیٹ فلکس آن کیا اور دیکھنے لگی۔ دو منٹ بھی نہ ہوئے تھے کہ عمید نے فون لے کر بند کیا اور اپنے سائیڈ کے خانے میں رکھ دیا۔

دینہ خاموش ہو گئی اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

تقریباً پندرہ بیس منٹ بعد عمید نے پہاڑی پر بنے چھوٹے سے کیفے کی پارکنگ میں گاڑی روک دی۔

وہ دونوں خاموشی سے اندر گئے۔ باہر تمام میز بھرے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنا آرڈر دیا اور باہر کونے والا میز لے لیا۔

تب ہی ہلکی سی بجلی کڑکی۔

بارش شروع ہوگئی۔ کھلی جگہ، روشنیاں، ٹھنڈی پھوار —— سب مل کر منظر کو خوابناک بنا رہے تھے۔

دینہ نے ہاتھ بڑھا کر بارش کو چھوا۔ وہ منظر میں کھو گئی۔

ویٹریس آرڈر لے کر آئی۔

عمید اس کے بہت قریب بیٹھا تھا، اس کا بازو سیٹ کے پیچھے تھا۔ دینہ ہلکی سی پیچھے ہوئی تو اس سے ٹکرا گئی۔

وہ فوراً تھوڑا ہٹ گئی۔

عمید نے عام انداز میں کہا:

"آئسڈ کیرامل لاتے منگوایا تھا، اب ٹھنڈ ہو گئی ہے، دل کر رہا ہے گرم کافی ہو۔"

دینہ فوراً اٹھنے لگی:

"میں لے آتی ہوں۔"

عمید نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روک لیا:

"تمہیں جانے کی ضرورت نہیں۔ جب ویٹر آئے گا، آرڈر دے دیں گے۔"

دینا نے اس سے نظر چرا کر اپنا لاٹے والا گلاس اٹھایا اور سٹرا منہ میں رکھ کر بڑے بڑے گھونٹ بھرنے لگی۔

عمید اس کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ جب ایک ہی دفعہ میں وہ آدھا گلاس پی گئی۔ عمید نے ہاتھ بڑھا کر سٹرا کو اس کے منہ سے دور کیا۔

''تھوڑا سانس لے لو۔''

دینہ اس کو ڈانٹتے ہوئے بولی۔

"تم مجھے نروس کر رہے ہو۔"

عمید معصومیت سے بولا۔

"میں نے تو کچھ کیا ہی نہیں ہے۔نہ ہی کچھ کہا ہے۔"

دینہ یہاں کیا کہتی کہ اس کی یہاں پہ موجودگی ہی دینہ کو نروس کرنے کے لئے کافی ثابت ہو رہی تھی۔

وہ اس کے زہن کو ہٹانے کے لئے پوچھنے لگا۔

"آنٹی نے بتایا کہ تمہارے ابو تم لوگوں کو چھوڑ کر پاکستان چلے گئے تھے۔"

دینہ کو حیرت کا جھٹکا لگا، بے اختیار بولی۔

"ممی نے تم سے اتنی پرسنل بات کب شئیر کی ہے؟"

وہ کافی کا گھونٹ لینے کے بعد اس کو دیکھتے ہوئے بتانے لگا۔

''کل رات ہم لوگ بہت دیر تک باتیں کرتے رہے ہیں۔ میں نے اپنے ابو کے بارے میں بتایا کہ ان کو قتل ہو گیا تھا۔ تب آنٹی نے انکل کے بارے میں بتایا تھا۔''

دینہ کو یہ سن کر افسوس ہوا۔ جس کے اظہار کیا۔

''تمہارے ابو قتل ہو گئے تھے؟ یہ تو بہت دکھ کی بات ہے؟ کس نے قتل کیا تھا؟ تب تمہاری عمر کتنی تھی۔ تمہاری امی نے کیسے تمہیں پالا ہو گا۔''

''میری امی کی ڈیتھ میرے ابو سے پہلے ہو گئی تھی، میں پانچ سال کا تھا جب امی گئی تھیں۔ اور سولہ سال کا ہوا تو ابو چلے گئے۔''

دینہ نے میز پہ رکھے اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھ کر اس کو تسلی دینی چاہی۔

''مجھے تمہارے والدین کا سن کر دل سے افسوس ہوا ہے۔ اللہ ان کے اوپر اپنی رحمت رکھے۔ آنٹی کو کیا ہوا تھا۔ وہ تو بہت جوانی میں چلی گئی ہیں۔''

عمید نے سر اثبات میں ہلایا۔

‘‘وہ صرف انیتس سال کی تھیں۔ان کو کینسر ہوا تھا۔جو جان لیوا ثابت ہوا

۔’’

اوہ میرے اللہ۔۔ تم نے کیسے وہ وقت گزرا ہو گا۔مجھے تو سوچ کہ ہی دکھ

ہو رہا ہے۔کیونکہ جب میرے ڈیڈ ہمیں چھوڑ کر پاکستان گئے میں تو دو

سال کی تھی۔مجھے اتنا محسوس نہیں ہوا تھا۔مگر جب ان کی ڈیتھ کا علم ہوا

تب میں سات سال کی تھی۔میں ان سے کبھی نہیں ملی ہوں۔پر آج بھی

جب ان کا زکر ہو مجھے دکھ ہوتا ہے۔

وہ دینہ کے چہرے پہ گرنے والے بارش کے قطرے کو اپنی انگلی میں

جذب کرتے ہوئے بولا۔

امی کے جانے کے بعد ابو نے مجھے بہت وقت دیا تھا،وہ ہر جگہ مجھے اپنے

ساتھ لے جاتے تھے۔میں ان کے بہت قریب تھا،اس لئے جب ان کی

دیتھ ہوئی تب میں بہت بری طرح سے متاثر ہوا تھا۔مگر وقت ہر دکھ کو

اگر ختم نہیں کرتا تو مدھم ضرور کر دیتا ہے۔ جن لوگوں کے بغیر جینے کا کبھی تصور نہ کیا ہو۔ان کے بعد بھی انسان جیتا رہتا ہے۔ دنیا کے کام بھی چلتے رہتے ہیں، اندر سے دل ہی تو تھوڑا سا مر جاتا ہے۔ جس کا علم صرف ہمیں ہوتا ہے، اور کسی کو اس کی خبر نہیں ہوتی ہے۔

تھوڑی دیر دونوں کے درمیان خاموشی چھائی رہی۔ جسے دینہ نے توڑا۔

''میں تمہیں بتانا چاہتی ہوں کہ میں ایک ریل اسٹیٹ ایجنٹ ہوں۔ ایک ہاوسنگ کمپنی کے ساتھ کام کرتی ہوں۔ میری بہت ڈیسنٹ سیلری ہے۔ میں چاہتی ہوں کی میں شادی کے بعد بھی اپنی جاب جاری رکھوں۔ میں نے تم سے تمہاری جاب وغیرہ کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا ہے۔ مگر میری یہ خواہش ہے کہ تم مجھے ہر مہینے جیب خرچ دو۔ کیونکہ اماں کہتی ہیں اپنے آدمی کی کمائی میں بہت برکت ہوتی ہے۔ ممی کو تو کبھی کسی نے کما کر کچھ نہیں دیا۔ انہوں نے اپنا اور ہمارا خیال رکھا ہے۔ مگر میں چاہتی ہوں

کہ تم میرا ابھی خیال رکھو اور کل کو اگر ہمارے بچے ہوں تو مجھے آزادی ہو کہ جاب چھوڑ کر گھر پہ رہ کر اپنے بچوں کا خیال رکھ سکوں۔ تاکہ میری ماں کو میری اولاد نہ پالنی پڑے۔ مجھے گھر چلانے کے لئے اور ٹائم لگا کر دو جابز نہ کرنی پڑیں۔"

وہ سامنے دیکھتے ہوئے بول رہی تھی۔ وہ اس کے سر پہ سجے سکارف کو دیکھ کر اس کو سنتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ یہ اپنی ماں کی ازدواجی زندگی میں ہونے والے واقعات کی وجہ سے ایسی باتیں کر رہی ہے۔

عمید نے اس کے گرد اپنا بازو حمائل کرتے ہوئے اس کو خود سے مزید قریب کیا اور اس کے سر پہ بوسہ دیتے ہوئے بولا۔

"اوکے۔۔ میں جاب نہیں کرتا ہوں۔ میرا اپنا بزنس ہے۔ میں اپنی کمپنی کا سی او ہوں۔

تم جو چاہتی ہو۔ جیسے چاہتی ہو۔ میں تمہاری ہر بات ماننے کو تیار ہوں۔ تم

اپنا اکاونٹ نمبر مجھے بھیج دو۔ ہر مہینے میں تمہارا جیب خرچ تمہارے اکاونٹ میں ڈال دیا کروں گا۔''

دینہ اپنی انگلیاں چٹختے ہوئے نروس سی بولی۔

''میں گولڈ ڈگر نہیں ہوں۔ مجھے بہت زیادہ کا لالچ نہیں ہے عمید مجھے غلط مت سمجھنا۔ نانی کہتی ہیں پہلے دن سے اگر آدمی کو یہ عادت ڈال دی جائے کہ یہ اس کی زمہ داری ہے کہ اس نے اپنی عورت کو خرچہ دینا ہے تو پھر وہ ساری زندگی بغیر شکایت کے اپنا فرض پورا کرتا رہتا ہے، اور جو عورتیں جھجک کا شکار رہ کر یا پیار کی وجہ سے کبھی اپنے لیے مطالبہ نہیں کرتی ہیں وہ شوہر کو لاپرواہی کی عادت ڈال دیتی ہیں۔ جب کچھ سال کے بعد احساس ہونے پہ وہ مطالبہ کرتی ہیں تو مرد کو سمجھ نہیں آتی کہ اب اچانک سے اس کو کیا ہو گیا ہے اب اپنے لئے پیسے کیوں مانگ رہی ہے، کئی مرد یہ سمجھتے ہیں گھر میں سارا سودا سلف ڈال دیا گیا ہے، عورت کو پیسے کیوں چاہیے ہیں، ان

باتوں کی وجہ سے فریقین میں جھگڑے ہوتے ہیں۔"

عمید نے نرمی سے اس کے ہاتھ کو تھام کر کہا۔

"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں، تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، مجھے اپنے سے وابستہ رشتوں کا خیال رکھنا آتا ہے۔"

عمید اپنے سے وابستہ رشتوں میں مرد کے اپنے بہن بھائی ماں باپ بھی آتے ہیں، ان سب کا خیال تو وہ رکھ لیتا ہے، مگر بیوی کو ہی بھول جاتا ہے۔

عمید سمجھ گیا کہ اس موضوع پہ بحث لاحاصل ہے۔ کیونکہ جو باتیں دینہ نے اپنے ارد گرد کے تجربے سے سیکھی ہوئی ہیں ان کو بدلنے کے لئے باتیں نہیں عملی اقدامات کرنے ہوں گے۔ خالی باتوں سے کچھ نہیں ہونا تھا۔

اس لیے وہ موضوع بدلتے ہوئے بولا۔

"میری کمپنی جرمنی میں رجسٹرڈ ہے۔ اس لئے میرے لئے فلحال واپس

گلاسگو میں آنا مشکل کام ہے۔ اگر تم مستقل گلاسگو میں رہنا چاہتی ہو تو میں کوشش کروں گا ایک دو سال کے اندر اپنا کام یہاں پہ لے آوں۔ پر اگر تم اپنی جاب چھوڑ کر جرمنی آنا چاہو تو میں وہاں پہ تمہارے لیے اس سے اچھی نوکری کا بندوبست کر دوں گا۔"

دینہ سچائی سے بولی۔

"ابھی کوئی فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے۔ آگے جا کر دیکھیں گے کیا ہوتا ہے ۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"تم یہ کہنا چاہ رہی ہو۔ کہ اگر مستقبل میں ہم دونوں ایک دوسرے کے لئے اتنے اہم ہو جاتے ہیں کہ ایک دوسرے کی کمی کو محسوس کریں گے تب ہم فیصلہ کریں گے کہ کس ملک میں سیٹل ہونا ہے ؟"

دینہ کو امید نہیں تھی کہ وہ اس قدر سچ بول دے گا۔ خفیف سی اس سے

دور ہو کر بیٹھی اور بولی۔

"ہاں کچھ ایسا ہی۔"

عمید اب اس کا چہرہ دیکھ سکتا تھا۔ سنجیدگی سے اس پہ فوکس رکھ کر بولا۔۔

"اگلی دفعہ جب میں آوں گا تو ہم تفصیل سے اس پہ بات کریں گے۔"

دینہ ٹالتے ہوئے بولی۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ مجھے سردی لگ رہی ہے گھر چلیں؟ گھر پہ فلم دیکھ لیں گے؟ بلکہ تمہاری پسند کی فلم دیکھ لیں گے۔"

وہ بغیر کچھ کہے اٹھ کھڑا ہوا۔

راستے میں انہوں نے آزدا سے پاپ کارن، کرسپس وغیرہ لے لئے۔

وہ گھر داخل ہوئے۔ فرید جیسے پہلے سے انتظار میں تھا۔ اس نے دینہ کو مکمل نظرانداز کرتے ہوئے عمید کے ساتھ نگاہ ملا کر کوئی اشارہ کرتے

ہوئے کہا،

"چلنا ہے؟"

دینہ کے کان کھڑے ہوئے۔ وہ جلدی سے بیچ میں کود کر پوچھنے لگی،

"کہاں چلنا ہے؟ اور یہ تم میرے شوہر کے دوست کب سے بن گئے ہو؟"

فرید نے دینہ کو کندھے سے پکڑ کر دروازے کے بیچ سے نکال کر ایک طرف کھڑا کیا اور ٹالتے ہوئے بولا،

"عمید کو ایک کار دکھانی ہے۔"

دینہ کو حیرت کا جھٹکا تو تب لگا جب عمید صاحب انہی قدموں پہ بغیر کچھ کہے فرید کے ساتھ جانے کو تیار ہو کر دینہ سے کہنے لگے،

"ہم لوگ تھوڑی دیر تک آتے ہیں۔"

دینہ نے دونوں کو مشکوک نگاہوں سے دیکھتے ہوئے نئی فرمائش کر دی،

"میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گی۔"

فرید نے فوراً انکار کر دیا،

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، آرام سے گھر پہ بیٹھو۔"

دینہ نے فرید کی کہی اگنور کرتے ہوئے باہر کی جانب قدم بڑھائے۔ عمید مسکراتے ہوئے اس کو دیکھ رہا تھا۔ فرید نے گھور کر عمید سے کہا،

"اس کو اپنے الفاظ میں منع کر دو۔ میں کچھ کہوں گا تو ہو سکتا ہے تمہیں برا لگے۔"

عمید فرید سے بولا،

"اس کو ساتھ آنے دو۔"

فرید نے عمید کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا،

"تم اتنی آسانی سے اس کی باتیں مانو گے تو یہ تمہیں کچا چبا جائے گی۔"

عمید دینہ کو سر سے پیر تک دیکھ کر فرید سے بہت سنجیدگی سے بولا،

"یار دیکھو تو سہی، اتنی سی تو ہے۔ میرا کیا بگاڑ لے گی؟ اور میں اس کو انکار کیسے کر سکتا ہوں؟"

فرید دروازے کے ہینڈل پہ ہاتھ رکھے کھڑا تھا، اس کے سامنے دینہ تھی، جبکہ دینہ کی پشت پہ عمید کھڑا تھا۔ عمید کی آخری بات پہ جہاں فرید اپنی مسکراہٹ چھپاتے ہوئے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا، وہیں دینہ نے عمید کو کہنی ماری جو اس کے پیٹ میں لگی۔ عمید کے منہ سے درد سے آواز نکلی، جس پہ فرید نے باہر سے کہا،

"دینہ! اس کی جرات کیسے ہوئی تمہیں ٹڈی کہنے کی؟ کمینے کو ایک دفعہ پھر مارو۔"

فرید ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھ گیا۔ دینہ پچھلی سیٹ پہ بیٹھی۔ عمید، فرید کے برابر بیٹھتے ہوئے بولا،

"بھائی، یہ تو چھوٹا پٹاخہ بڑا دھماکہ ہے۔"

جواب میں فرید کا جاندار قہقہہ گونجا۔

دینہ نے سیٹ کے اوپر سے ہاتھ بڑھا کر فرید کے بالوں کو پکڑ کر کھینچا، جس پہ وہ شکوہ کرتے ہوئے بولا،

"مجھے کیوں مار رہی ہو؟ میں نے کیا کہا ہے؟ تمہارا شوہر ہی کہہ رہا ہے۔"

دینہ اس کے بال چھوڑ کر سیٹ پہ سکون سے بیٹھتے ہوئے بولی،

"زیادہ دانت تو آپ کے ہی نکل رہے ہیں۔"

فرید نے اس کو بیک ویو سے گھور کر کہا،

"واہ دینی، تمہارے بہت ہی ڈبل سٹینڈرڈ ہیں۔ شوہر نے مذاق کیا ہے،

اس کو کچھ نہیں کہا، بھائی کے پیچھے پڑ گئی ہو کیونکہ میں ہنسا ہوں۔ شوہر آج ملا ہے، دینی بھائی سالوں سے کام آ رہا ہے۔"

اب کے ہنسنے کی باری عمید کی تھی، مگر دو منٹ بعد دونوں مرد حضرات انتہائی سنجیدگی اختیار کر گئے۔ دھیمی آواز میں کچھ بات ہوئی۔

آدھے گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد فرید نے ایک بیک سٹریٹ میں گاڑی روکی اور مڑ کر بہن سے کہا،

"ساتھ تو آ گئی ہو، مگر پلیز اب گاڑی میں ہی رہنا۔ ہم لوگ ایک کام سے اگلی گلی میں جا رہے ہیں، دو منٹ بعد واپس آ جائیں گے۔"

عمید گاڑی سے اتر کر گاڑی کا بوٹ کھول رہا تھا۔ دینہ کو بھلا ان کے کام سے کیا لینا تھا، اس نے سر ہلا دیا۔ مگر جب اس نے دونوں کے ہاتھ میں بیس بال بیٹ اور چہرے پہ رومال پہنے دیکھے تو اس کو اپنے ارد گرد خطرے کی

گھنٹیاں بجتی محسوس ہوئیں۔

"یہ کیا کرنے جا رہے ہیں؟"

وہ چھوٹے سے راستے میں داخل ہو کر دینہ کی نظروں سے دور ہو گئے۔

اب اس کی جان کو چین ہوتا تو وہ بھائی کی ہدایت پہ عمل کرتی۔ کار سے اتر کر اپنی جیکٹ کی ہڈ سر پہ لے کر اسی راستے پہ چلنے لگی جس پہ وہ دونوں گئے تھے۔ سٹریٹ لائٹس میں اس کو دو ہیولے اپنے سے کوئی دس قدم کی دوری پہ جاتے دکھائی دیے۔ وہ وہیں ایک گھر کے سامنے اگے باڑ کے پیچھے ہی رک گئی، جہاں سے وہ دونوں صاف نظر آ رہے تھے۔

ایک گھر کے ڈرائیو وے میں دو نئی نکور، بڑی اور نئے ماڈل کی مہنگی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ ایک بی ایم ڈبلیو، ایک مرسڈیز۔

جو منظر اس نے آگے دیکھا، اس کو اپنی آنکھوں پہ یقین نہیں آیا۔ ایک کار کے سامنے عمید تھا اور دوسری کے پاس فرید کھڑا ہوا، اور اگلے تین چار

منٹ میں بیس بال بیٹ کی مدد سے دونوں نے ایک کے بعد ایک کاری ضرب لگا کر دونوں کاروں کی شکل ہی بدل دی۔

دونوں گاڑیوں کے سارے شیشے توڑنے کے بعد ٹائرز کو چاقو مار کر دونوں بہت عام سے انداز میں واپس کو چل پڑے۔

دینہ نے ہوش میں آتے ہی واپس اپنی گاڑی کی جانب بھاگنا شروع کر دیا، مگر یہ کیا، گاڑی کا دروازہ نہ کھلا۔ گاڑی کا چائلڈ لاک موڈ آن تھا۔

شرمندگی کے مارے وہیں کھڑی ہو گئی۔

اس کو دیکھتے ہی فرید نے غصے سے عمید کو کہا،

"اس کو ساتھ لائے ہو؟ یہ ہمیں پکڑوانے میں اہم کردار ادا کرے گی۔"

دینہ نے اس وقت کچھ نہیں کہا کیونکہ جو کچھ اس نے دیکھا تھا، اس کے دل کی دھڑکن بہت تیز چل رہی تھی۔

جب وہ لوگ کرائم سین سے دس منٹ دور آگئے تو دینہ نے پوچھنے کی جسارت کی،

"یہ کس کی کاریں تھیں؟"

فرید نے بغیر رکاوٹ کے جواب دے دیا،

"عزیز اور اس کی بیوی کی۔"

دینہ کو سو واٹ کا جھٹکا لگا۔ وہ حیرت سے بولی،

"مگر یہ تو عزیز کا گھر نہیں ہے۔"

"یہ اس کی بیوی کا گھر ہے، اور وہ لوگ اس وقت ہنی مون پہ کروشیا گئے ہوئے ہیں۔"

دینہ کتنی دیر تک دماغ میں ہی کڑیاں ملاتی رہی، پر جب رہا نہ گیا تو دوبارہ پوچھ لیا،

"یہ سب کیوں کیا ہے؟ ان لوگوں کا کم از کم پچاس ہزار پاؤنڈز کا نقصان ہوا ہے۔"

فرید عام سے انداز میں بولا،

"اس نے تمہاری بے عزتی کی تھی۔اس سے بدلہ تو لینا تھا نا۔ میں تو کچھ اور سوچ رہا تھا، مگر عمید نے یہ آئیڈیا دیا۔"

دینہ بس دونوں کو دیکھ کر دنگ رہ گئی۔دل میں سکون تو بہت پڑا کہ عزیز اور اس کے گھر والوں نے جس طرح سے دینہ کے جذبات کا خیال کیے بغیر سب کچھ کیا، ان کا یہی علاج تھا۔

وہ مسکرا کر بولی،

"تم دونوں کا بہت شکریہ، پر اگر تم دونوں پکڑے گئے تو میں پولیس کے سامنے صاف مکر جاؤں گی کہ میرا تم لوگوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

دونوں ہنسنے لگے، جبکہ فرید بولا،

"مجھے تم سے یہی امید ہے۔"

فرید کا فون کار سے کنیکٹ تھا اور اس پہ کال آ رہی تھی۔ کالر کا نام دیکھ کر فرید سنجیدہ ہو گیا۔

دینہ کی مسکراہٹ پھیل گئی۔ فرید نے کال پہ لکھ کر کاٹ دی،

"ابھی بزی ہوں، پانچ منٹ بعد کال واپس کرتا ہوں۔"

دینہ اس کو چھیڑنے لگی، مگر فرید نے بڑی مہارت سے موضوع بدل دیا۔

پانچ منٹ بعد وہ ان دونوں کو گھر پہ اتار کر خود اپنی ورکشاپ کے لیے نکل گیا۔

گھر آنے کے بعد عمید تھوڑی دیر ممی لوگوں کے ساتھ بیٹھا۔ پھر اوپر آ گیا۔

جہاں دینہ پہلے سے اپنی پسندیدہ ہڈی اور جاگرز پہنے اپنے بیڈ پہ بیٹھی اپنے

لیپ ٹاپ پہ کام کر رہی تھی۔

اس کو دیکھ کر سر اُٹھایا۔ جو اس کے چہرے کے گرد ہالے کی طرح گرے بالوں کو دیکھے گیا۔ اس کے بال اس کی گود سے نکل کر کسی کالے ناگ کی طرح بیڈ پہ کرل ڈال کر بیٹھے ہوئے تھے۔

عمید آکر اس کے برابر اس کی جانب اپنا رُخ رکھ کر بیٹھا۔ ہاتھ بڑھا کر اس کے بالوں کی موٹی سی لٹ کو اپنے ہاتھ میں پکڑا۔ سلکی نرم بال۔۔ اس نے بے اختیار اس کی لٹ کو ناک کے پاس لے جا کر سونگھا۔ سندل اور موتیے کی خوشبو نے سواگت کیا۔

اس کے عمل کو دینہ نے آنکھیں میچ کر دیکھا۔ پھر اس کے ہاتھ سے اپنے بال کھینچ کر اپنے بالوں کو دوسری جانب کر دیا۔ اور بولی۔

"میں بس دوای میلز بھیج لوں اس کے بعد لیپ ٹاپ تمہیں دے دوں گی ۔تم موی لگا لینا۔"

عمید بیڈ کی دوسری سائیڈ پہ پھیل کر لیٹ گیا۔دونوں ہاتھ سر کے پیچھے باندھ کر اس کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"کوئی بات نہیں ہے تم آرام سے اپنا کام مکمل کرو۔"

وہ اپنی عینک کو سیٹ کرنے کے بعد تیزی سے ٹائپنگ کرنے لگی۔وہ ہنوز اس کو دیکھے گیا۔اس کے بال پھر سے کسی گھٹا کی طرح اس کے چہرے کے سامنے آرہے تھے۔دینہ نے مصروف انداز میں ایک ہاتھ سے بال پیچھے کیئے، عمید نے ہاتھ بڑھا کر اس کے بالوں کو پکڑ کر اپنے ہاتھ پہ لپیٹ لیا۔

کیونکہ وہ اس کی سائیڈ پہ تھا۔اس لیے دینہ کو اس کے اس عمل کا علم نہ ہوا۔مگر جب وہ اپنا کام مکمل کر کے اس کی جانب مڑی تو ایک دم بالوں کے کھینچے جانے پہ ہلکی سی چیخ کے ساتھ واپس وہیں رک گئی۔

نگاہ گھما کر دیکھا تو اس کے بالوں کو ہاتھ میں لئے وہ نیند میں جا چکا تھا۔اس

کی مٹھی بند تھی۔ دینہ نے سوچا ب کیا کرے؟

بہت سوچنے کے بعد اس نے بالوں کو کھینچے بغیر اپنا سرہانہ سیٹ کیا۔ لیپ ٹاپ سائیڈ میز پہ رکھنے کے بعد بہت آرام آرام سے لیٹ گئی۔ تاکہ عمید کی نیند نہ ٹوٹے۔

اس کو عمید کی بات یاد آئی جب اس نے پارک میں پہلی ملاقات پہ بتایا تھا، کہ جمعہ کے دن دیر تک کام کرتا رہا تھا تاکہ ہفتے کا دن اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ گزار سکتا۔ مگر ہفتے کو بھی اسے آرام نہ ملا۔ اب اتوار گزر گیا ہے۔ بچارہ دھوکا کھانے کے بعد اور عزیز کی گاڑی توڑنے کے بعد کیسے سکون سے سو رہا ہے۔

عمید اپنی دائیں جانب کروٹ لئے لیٹا تھا، اس کے سیدھے ہاتھ میں دینہ کے بال پکڑے ہوئے تھے۔ ایک فٹ کے فاصلے پہ دینہ اپنے سرہانے پہ سر رکھے اسی کو دیکھ رہی تھی۔ عمید کی لمبی پلکیں اس کے گالوں پہ گر رہی

تھیں۔ ہونٹوں کی شیپ اتنے قریب سے ایسے محسوس ہو رہی تھی جیسے نوڈ رنگ کی پنسل سے شیپ کو تسلی سے بنایا گیا ہو۔ اونچی ناک، گھنی مونچھیں، سلیقے سے سیٹ کی ہوئی داڑھی۔

سوئے ہوئے عمید کو دیکھتے ہوئے دینہ کا دماغ سوچنے میں مصروف تھا:

''بلاشبہ عمید ایک پر کشش آدمی ہے۔ اور میرا شوہر ہے۔ میرے منہ سے یہ شوہر لفظ کتنا کتنا عجیب لگ رہا ہے۔ اب سے زندگی کی روٹین بدل جائے گی۔''

''میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ میری شادی اس طرح سے ہو گی۔ اور وہ بھی اس انداز اور اس حال میں ہو گی۔ کبھی سو سال میں بھی ایسا خیال نہ آیا تھا کہ میں اپنی پسند سے شادی کروں گی۔ نہ صرف اپنی مرضی سے آدمی کا انتخاب کروں گی بلکہ اس کو شادی کی آفر بھی خود کروں گی۔ میری دوستیں کبھی میری اس بات پہ یقین نہیں کریں گی۔ وہ یہی سمجھیں گی۔''

''جو کچھ ممی کے ساتھ ہوااس کے بعد سے مجھے لڑکوں سے خاص قسم کی چڑ رہی ہے۔اور ایک سوچ مستحکم ہوئی کہ میری ماں ہم بہن بھائی کو اکیلی پالنے میں اس لئے کامیاب ہو گئی کہ ایک تو ان کے پاس ہنر تھا، اپنا کما سکتی تھی، کسی کی محتاج نہیں ہوئی۔ دوسرا ان کی ماں نے ان کا بہت ساتھ دیا۔ نہ میری ماں چوبیس گھنٹے میرے پاس رہتی تھی نہ میرا باپ، اس لئے میں اپنی نانی کے اس قدر قریب ہوں۔ کیونکہ باپ ہمیں چھوڑ کر چلا گیا، ماں گھر چلانے میں مصروف تھی۔ بس نانی ہر وقت موجود ہوتی تھیں۔ رات کو سونے سے پہلے کہانیاں سناتی، دن میں پارک لے کر جاتی، سکول چھوڑنے اور پھر لینے بھی نانی جاتی۔''

''ممی کی ڈیڈی سے محبت کی شادی تھی۔ مگر مجھے ہمیشہ سے ایک ہی حیرت رہی کہ یار یہ کیسی محبت تھی؟ کیا محبت ایسی ہوتی ہے؟ کیا محبت ایسے ہی چپ چاپ ختم ہو جاتی ہے؟ کیا محبت لوگوں میں سے انسانیت کو بھی ختم

کر دیتی ہے کہ انسان محبت کے تحت نہ سہی انسانیت کے تحت تو اپنی اولاد کی خبر لے۔ پر خیر ان کی کوئی مجبوری رہی ہو گی، یا شاید وہ مجھ سے ملنا تو چاہتے ہوں مگر زندگی نے مہلت نہ دی ہو۔ مجھے یہ سبق بھی اماں سے ہی ملا ہے کہ انسانوں سے اچھے گمان پالو، منفی مت سوچو۔ مگر یار انسان ہر لمحہ تو مثبت نہیں سوچ سکتا۔ کبھی کبھار ہار بھی تو جاتا ہے۔ ان ہارے ہوئے پلوں میں ہم جی بھر کر منفی سوچتے ہیں، اپنے اندر کے تمام وہموں اور اندیشوں کو آواز دے دیتے ہیں تا کہ دل ہلکا ہو سکے۔"

"مجھے عمید سے شادی کو لے کر صرف ایک ہی خوف ہے، اور یہ خوف صرف عمید کی ذات سے منسوب نہیں ہے۔ اس کی جگہ کوئی بھی آدمی جو میرا شوہر بنتا مجھے اس کو لے کر یہ خوف رہنا ہی تھا کہ اگر میری اولاد ہوئی تو میرے بچوں کا باپ ان کو چھوڑ کر تو نہیں چلا جائے گا۔"

عمید نے آنکھیں کھولیں اور براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا:

"دینہ، میں تمہیں کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ اور اولاد کو چھوڑنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔"

دینہ سوکھے گلے کے ساتھ آنکھیں جھپکے بغیر اس کو دیکھتی رہی۔ دل چاہا اپنا ماتھا پیٹ لے۔ اس کو خود سے اپنی سوچیں بولنے کی عادت تھی۔ ابھی بھی اس کو احساس نہ ہوا کہ عمید اس کے پاس موجود ہے اور وہ خود سے باتیں کر رہی ہے۔ شرمندگی کے مارے رنگ لال ہو گیا۔ عمید اس کے چہرے پہ پھیلتی لالی کو اس کی شرم و حیا سمجھا۔ کیونکہ اس کو تو یہی لگا تھا کہ دینہ اس سے باتیں کر رہی تھی۔

دینہ اس کی بات سے نقطہ اٹھاتے ہوئے بولی:

"تم نے میرے لیے بھی ویسے کیوں نہیں بولا ہے جیسے اپنی اولاد کے لئے کہا ہے؟ اولاد کی باری تم نے جوش سے کہا ہے کہ اولاد کو چھوڑنے کا تو

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اور میری دفعہ خالی تسلی کہ تم مجھے نہیں چھوڑو گے۔"

وہ نیند کے خمار میں جمائی لینے کے بعد بولا:

"کیونکہ میاں بیوی کا رشتہ جتنا مضبوط ہے اتنا ہی نازک بھی ہے، چھوٹی سی ٹھیس لگ جانے سے بھی ٹوٹ سکتا ہے۔ مگر اولاد کا رشتہ تو کسی آندھی طوفان سے نہیں ٹوٹتا۔ دنیا میں اگر مجھے اولاد ملی تو وہی قیامت کے دن بھی میری اولاد ہو گی۔ مگر بیوی بدل بھی سکتی ہے۔"

دینہ کہنی کے بل اوپر کو اٹھی اور جلے انداز میں بولی:

"تم مجھے یہ جتا رہے ہو کہ کل کو تمہاری کوئی اور بیوی ہو گی؟"

"مثال دے رہا ہوں۔ غصہ کیوں کر رہی ہو؟"

"نہیں تو اور کیا کروں؟ شادی کے دوسرے دن تم مجھے اور بیوی کے سبق دے رہے ہو؟"

عمید نے چند پل اس کو دیکھا جو واقعی غصے میں اس کو دیکھ رہی تھی۔ عمید نے ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کو اپنی گرفت میں لے کر اپنی جانب کھینچا۔ اس کے لبوں کا بوسہ لینے کے بعد اس کو چھوڑ کر اطمینان سے بولا:

"میں صرف یہی دیکھنا چاہ رہا تھا۔ میری کوئی پرواہ بھی ہے یا مجھے فضول میں لے رہی ہو؟"

دینہ پہلے ہی اس کے اچانک حملے پہ سمٹ سی گئی تھی، آنکھیں چراتے ہوئے بولی:

"اس بات کا کیا مطلب ہے؟"

وہ اس کو بتانے لگا:

"میں نے ایک دفعہ کہیں پڑھا تھا کہ اگر تم اپنی عورت کے سامنے کسی اور عورت کا ذکر کرو اور تمہاری عورت تمہیں کوئی ردِ عمل نہ دکھائے تو سمجھ لینا اس کی نگاہ میں تمہاری اوقات دو کوڑی کی بھی نہیں ہے، کیونکہ عورت

صرف اس کے لئے لڑنے مرنے پہ تیار ہوتی ہے جس کو وہ اپنا سمجھتی

ہو۔"

دینہ ایسے واپس لیٹی جیسے غبارے سے ہوا نکل دی گئی ہو۔

اس کی جانب سے کروٹ لیتے ہوئے بولی:

"پتا نہیں کون لوگ ایسے فضول فتوے دیتے ہیں۔"

"نہ نہ دینہ جی اب یہ چہرہ ادھر رکھیں، اس طرف کیوں موڑ رہی ہیں؟"

وہ رضائی میں چھپتے ہوئے بولی:

"مجھے بہت زور کی نیند آرہی ہے۔"

عمید اٹھ کر بیٹھ گیا۔

اپنی شرٹ کے بٹن کھولتے ہوئے بولا:

"دینہ جی آپ بالکل بھی مہمان نواز نہیں ہیں۔"

وہ رضائی کے اندر سے بولی:

"مجھے تمہاری آواز نہیں آرہی ہے۔"

کف کھولتے ہوئے اس نے ایک پل کو ہاتھ روک کر دینہ کے منہ سے رضائی ہٹا کر پوچھا:

"دینہ جی بہانے بازیاں۔۔۔وہ بھی ہم سے؟"

دینہ نے اس کی شرٹ کے کھلے بٹن دیکھ کر لرزتی پلکوں سمیت نظریں پھیر لیں۔

"م۔۔۔می۔۔۔میرے کمرے میں سونے کا پہلا اصول یہی ہے کہ کپڑے پورے پہننے ہوں گے۔"

وہ شرٹ اتار چکا تھا۔اسے گولا بنا کر کمرے میں موجود کرسی پہ پھینکتے ہوئے بولا:

"معذرت کے ساتھ، مجھے کپڑوں میں نیند نہیں آتی ہے۔ کل رات میں نے کمپرومائز کیا، ساری رات کروٹیں بدلتے گزری۔"

دینہ اس کے اگلے عمل کو جانچتے ہی لال ٹماٹر ہو کر ایک دفعہ پھر سے رضائی کی دوہری تہہ بنا کر اس میں دفن ہو گئی۔

دو منٹ بعد کرسی پہ مزید کپڑے گرائے جانے کی آواز آئی۔

دینہ کے دل کی دھڑکن تیز گام کو بھی مات دے رہی تھی۔ دماغ ایک ہی پوائنٹ پہ اٹک گیا تھا:

"ایک جوان جہان آدمی۔۔۔ میرے بیڈ پہ صرف باکسرز پہنے ہوئے بیٹھا ہے؟ ہائے اللہ یہ دن دیکھنے سے پہلے میں مر کیوں نہیں گئی۔"

عمید جو بیڈ سے نکل کر ڈریسنگ پہ پڑی دینہ کی تازہ پانی سے بھری بوتل میں سے پانی پی رہا تھا، دینہ کی بات پہ چلتا ہوا اس کی طرف آیا۔

رضائی کھینچی مگر پتا چلا اس دفعہ وہ سر کے نیچے دیئے لیٹی ہے۔اس کا ارادہ بھانپتے ہی وہ چلائی:

’’خبردار مجھے سردی لگ رہی ہے!‘‘

مگر عمید نے تھوڑا زور لگا کر رضائی کھینچی تو آرام سے اس کے ہاتھ میں آگئی۔

بکھرے ہوئے بال، گلابی گال، عنابی ہونٹ، کھلا ہوا منہ۔۔۔وہ اس کے صحت مند توانا جسم کو نظریں چرا کر ایسے دیکھ رہی تھی جیسے شکاری کے نشانے پہ آئی ڈری سہمی سی چڑیا ہو۔

اس نے پانی کی بوتل آگے بڑھائی اور بہت عام سے انداز میں بولا:

’’پانی پی لو۔‘‘

وہ ناک چڑھاتے ہوئے پوچھنے لگی:

’’تم نے میری بوتل سے پانی پیا ہے؟‘‘

اس نے جواب دینے کی بجائے ایک دفعہ پھر سے اس کی بوتل کو منہ سے لگا کر تین چار گھونٹ بھرے، اس کے بعد بوتل دینہ کے ہاتھ میں دے کر لیپ ٹاپ اٹھائے واپس اپنی سائیڈ پہ چلا گیا۔

بیڈ سائیڈ کے ساتھ ٹیک لگانے کے بعد سکرین آن ہوتے ہی اس نے دینہ سے پاس ورڈ پوچھا:

"پاس ورڈ کیا ہے؟"

دینہ نے اپنی شرٹ کے ساتھ بوتل کا منہ صاف کرتے ہوئے بتایا:

"foresttristanjakejohn"

عمید کو لگا اس نے غلط سنا ہے۔ جب دوبارہ دہرانے کا بولا تو بھی یہی سننے کو ملا۔

اس نے دینہ کے بتائے تمام نام ٹائپ کر دیئے۔ لیپ ٹاپ تو کھل گیا۔ جسے ایک طرف ڈال کر وہ پوری طرح سے دینہ کی جانب گھوما۔

''یہ سب کون ہیں؟''

''کون؟''

''یہی جن کے ابھی تم نے مجھے نام بتائے ہیں۔ جیک جون؟اس کے علاوہ دس اور نام؟''

وہ آرام سے بولی:

''یہ میرے پسندیدہ کردار ہیں جن پہ مجھے کرش ہے۔''

وہ آنکھیں پھاڑ کر پوچھ رہا تھا:

''ان سب پہ تمہیں کرش ہے؟''

اس نے گردن ہاں میں ہلائی۔

وہ اس کو کھا جانے والی نگاہوں سے گھورتے ہوئے بولا:

''مجھے شرٹ کے بغیر دیکھ کر تمہارا چہرہ کسی بم کی طرح پھٹنے والا ہو رہا ہے، میرے منہ کو چھونے والی بوتل کو صاف کر کے پانی پی رہی ہو، اور یہاں

ایک سوایک کرش کے نام درج کیئے ہوئے ہیں۔دینہ جی یہ کیا ہے؟اپنے شوہر سے تو شرم آرہی ہے اور غیر مردوں پہ کرش آتے ہیں۔"

دینہ مسکراہٹ چھپاتے ہوئے پوچھنے لگی:

"کیا تم جل رہے ہو؟"

وہ گھوری کو مزید سنجیدہ کرتے ہوئے بولا۔

"دینہ جی۔۔آپ کو میرے مزے لینے کی سوجھ رہی ہے،میں آپ کی خواہش پوری نہیں ہونے دوں گا،یہ پکڑواور ابھی کے ابھی پاس ورڈ بدلو۔"

دینہ کی گود میں لیپ ٹاپ ڈال کر اس کو دیکھنے لگا۔

وہ حیرت سے کہنے لگی۔

"شوہر تم ابھی بنے ہو۔یہ لوگ تو میرے پرانے کرش ہیں۔اس لئے تم دل پہ مت لو۔"

عمید نے کہا

"بہانے مت بناو۔ پاس ورڈ بدلو۔ یہ جان، جیری، الو کے پٹھے ہٹا کر لکھو۔

عمید میرا شوہر، میری جان، میرا کرش، میرا سب کچھ۔"

دینہ جواب میں گھورتے ہوئے ٹھوس لہجے میں بولی۔

"یہ تو میں ہر گز نہ لکھوں گی۔ ویسے بھی پاس ورڈ بنانا ہے۔ مائے ہسبنڈ پہ

مضمون نہیں لکھنا ہے۔"

مگر اس نے تیزی سے کچھ ٹائپ کر کے پاس ورڈ بدلنے کے بعد لیپ ٹاپ

واپس عمید کو دے دیا۔

اس نے ایک دفعہ پھر پوچھا تو دینہ نے نیا کوڈ بتاتے ہوئے کہا۔

"Myjealushusbnd"

ساتھ ہی معصوم سی شکل بنا کر بولی۔

"پلیز ایم کیپٹل ہے۔"

عمید نے نیٹ فلکس کی ایپ کھولتے ہوئے اس کو ترچھی نگاہ سے دیکھا۔

''اس کا بدلہ لوں گا، مگر ابھی نہیں، کسی اچھے وقت پہ۔ کون سی فلم دیکھنی ہے؟''

دینہ پانی کی بوتل نیچے کارپٹ پہ رکھتے ہوئے بولی۔

''میری دوست نے ایک فلم کا نام بتایا تھا، کہہ رہی تھی بہت اچھی فلم ہے وہی دیکھ لیتے ہیں۔ کیونکہ میں کافی مہینوں سے دیکھنا چاہ رہی ہوں مگر موقع نہیں ملا۔''

''کیا نام ہے؟''

عمید نے سرچ بار پہ کلک کرتے ہوئے نام پوچھا۔

دینہ نے جو نام بتایا۔ عمید نے اس کو نہیں بتایا کہ اس نے وہ فلم دیکھی ہوئی ہے۔ بلکہ بہت عام سے انداز میں بولا۔

''پکی بات یہی فلم لگا دوں؟''

دینہ نے نیچے دراز میں سے دو چپس کے پیکٹ ایک ٹافی پاپ کارن کا پیکٹ ساتھ میں آئرن برو کے کین نکال کر بیڈ پہ اپنے اور عمید کے درمیان رکھے ،اپنے دونوں سرہانے سیٹ کر کے عمید سے بہت زیادہ فاصلہ بنا کر لیٹ گئی۔ جبکہ عمید بالکل آرام دہ حالت میں رضائی میں نیم دراز لیٹا ہوا تھا ۔اس کے کندھے رضائی سے باہر تھے جنہیں دیکھ کر دینہ کو ٹھنڈ لگ رہی تھی۔ دونوں کے درمیان رضائی کے اوپر کھانے کی چیزیں اور لیپ ٹاپ پڑا ہوا تھا۔

فلم شروع ہوئی۔ جیک گیلنحال کو دیکھتے ہی عمید نے دینا کی جانب نگاہ کر کے پوچھا۔

"پاس ورڈ میں یہ والا جیک تھا؟"

دینہ نے کہا کچھ نہیں بس سر نفی میں ہلا دیا۔

وہ مزید پوچھنے لگا۔

''کیا اس ہیرو پہ کرش نہیں ہے؟''

دینہ اس کی جانب دیکھنے سے اجتناب کرتے ہوئے بولی۔

''میں نے یہ تو نہیں کہا۔''

عمید نے گہرا سانس بھر کر اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

جیسے ہی این ہیتھاوے سکرین پہ آئی، دینہ چمک کر بولی۔

''کیا تم یہ مانوں گے کہ تمہیں این پہ کرش نہیں ہے؟''

عمید سوچتی ہوئی نگاہوں سے این کو دیکھتے ہوئے بولا۔

''میں مانتا ہوں کہ این ایک حسین عورت ہے، مگر اس وقت مجھے صرف ایک لڑکی پہ کرش آرہا ہے۔''

یہ بات اس نے دینہ کی جانب دیکھ کر بولی اور پھر اپنی نگاہیں واپس لیپ ٹاپ کی سکرین پہ لگالیں۔

مگر اب دینہ کو فلم میں کوئی دلچسپی نہ رہی۔ سارا دھیان عمید کی طرف چلا گیا۔ پھر بھی اس پہ نظر نہیں ڈال رہی تھی۔ کچھ دیر تک خاموشی سے ہونٹ چباتے ہوئے سکرین کو گھورتی رہی جب نہ رہ سکی تو بظاہر لاپرواہ اندا میں پوچھا۔

"وہ کون ہے؟"

"ہے کوئی بہت خاص الخاص۔۔"

دینہ کا موڈ ایک دم ہی بہت اداس ہو گیا۔ اس نے اچھا کہہ کر بات ختم کر دی۔ بظاہر تو اس کو ساری توجہ سکرین پہ تھی۔ مگر دماغ میں نئی جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ ایک دل کر رہا تھا کہ عمید سے اس کا نام پوچھے۔ اور ایک دل کہہ رہا تھا ایسا کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو بھی ہے مجھے اس سے کیا لینا دینا۔ اب جو ہے جیسا ہے۔ فلحال تو بھگتنا ہی ہے۔ خاص کر جب میرے گھر والے ایک ہی دن میں اس اجنبی کے دیوانے ہو گئے ہیں۔

وہ اپنی سوچوں میں غلطاں رہتی جب عمید کو اس پہ ترس آگیا۔ مسکراہٹ چھپاتے ہوئے بولا۔

"کیا تم اس کو دیکھنا چاہو گی؟"

دینہ نے نہ چاہتے ہوئے بھی پوچھا۔

"کس کو؟"

"اس لڑکی کو جس پہ مجھے کرش آیا ہوا ہے۔"

دینہ سمجھی کوئی ایکٹرس ہو گی۔ اس لئے کہہ دیا۔

"دکھادو۔"

عمید نے سائیڈ سے اپنا فون پکڑا اسکرین کھولی۔ پھر فون کی گیلری کھول کر ایک تصویر کو چن کر سکرین دینہ کے سامنے کر دی۔

وہ جو اندر ہی اندر جل بھن رہی تھی، سکرین پہ چمکتے چہرے کو دیکھ کر اس نے حیرت سے دوبادہ دیکھا آیا وہی ہے جو وہ سمجھ رہی ہے یا کہ اس کی غلط

فہمی ہے۔ مگر دوسری دفعہ غور سے دیکھنے کے بعد اس نے شکوہ کناں نگاہ سے عمید کو دیکھا۔

''تم میرا مذاق بنا رہے ہو۔''

اب حیران ہونے کی باری عمید کی تھی۔ جس کا اظہار بھی فوراً کیا۔

''میں تمہارا مذاق کیوں اڑانے لگا؟''

''تو پھر میری تصویر مجھے کیوں دکھا رہے ہو؟ وہ بھی ایسی تصویر جس میں اتنی بری لگ رہی ہوں۔ یہ تصویر تم نے کب لی تھی؟''

''کل جب تم سٹی میں میری شاپنگ کر رہی تھیں۔''

دینہ نے خوفزدہ ہونے والی شکل بنائی۔

''اف اللہ پلیز یہ تصویر ڈیلیٹ کر دو۔ میں کتنی بھیانک لگ رہی ہوں۔''

عمید نے سکرین اپنے سامنے کر کے تصویر کو دیکھ کر دینہ کے خیالات کی نفی کرتے ہوئے بولا۔

''بہت زیادہ کیوٹ لگ رہی ہو۔''

''تمہارا یہ کمپلیمنٹ مجھے مزید شرمندہ کر رہا ہے۔میں کوئی چھوٹی سی بچی ہوں جس کو کیوٹ بول رہے ہو۔''

عمید کو اس کے چڑنے پہ مزا آ رہا تھا۔

''تمہیں برا کیا لگ رہا ہے۔میرا تمہیں کیوٹ بولنا یا تم پہ کرش آنا۔''

''مجھے یہ برا لگ رہا ہے کہ تم مجھ پہ ٹھرک جھاڑ کر مجھے بیوقوف بنا رہے ہو۔''

عمید نے فلم کو پوز پہ لگا کر اس کو فوکس کیا۔

''بیگم صاحبہ ٹھرک اس کو کہا جاتا ہے جب آدمی کسی غیر عورت پہ لائن مارے۔اپنی بیوی کی تعریف کرنا ٹھرک نہیں ہوتا ہے۔''

دینہ نے چمک کر پوچھا۔

''اور بیوی کی جھوٹی تعریف کرنے کے بارے میں کیا خیال ہے ؟آپ کے مطابق تو اس پہ بھی ثواب ہی ملتا ہو گا۔''

عمید مسکرا کر بولا۔

''پہلے یہ بات سمجھ لو۔میں جھوٹی تعریف نہیں کر رہا ہوں۔اور رہاں بیوی کی چاہے جھوٹی تعریف ہی کیوں نہ کریں وہ ثواب کا کام ہی ہے۔''

اگلے چند پل دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے رہے ،دینہ اس کو غصے سے گھور رہی تھی۔اور وہ چیلنج دیتی سنجیدہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا،

دینہ نے بڑبڑاتے ہوئے دوبارہ فلم چلادی۔

''عمید صاحب مجھے جھوٹی تعریفیں سن کر خوش ہونے کا ہر گز شوق نہیں ہے۔اسلئے آئیندہ اجتناب کرنا۔''

عمید نے فون کی گیلری میں لی گئی حالیہ تصویروں میں سے ایک اور تصویر چن کر اس کے سامنے کی۔

وہ ان کے نکاح کی تصویر تھی۔ دونوں مسکراتے ہوئے سکرین کو دیکھ رہے تھے۔

عمید بولا۔

''مثال کے طور پر اگر تمہاری فیملی یا دوست یہ تصویر دیکھتے ہیں۔ تو وہ تمہیں کہیں گے کہ تم یہاں پہ بہت پر کشش، بہت جاذب نظر، خوبصورت اور باوقار لگ رہی ہو۔ اور اگر تم مجھ سے پوچھو کہ تم مجھے کیسی لگ رہی ہو، تو میری زبان جو تمہارے لئے کہے گی۔ تمہیں وہ بہت بے حیائی اور بیہودگی کے الفاظ لگیں گے۔ حالانکہ آج کل کسی بھی لڑکی کو خوش کرنا ہو اس کو وہ تمام الفاظ بول دو وہ ساتویں آسمان پہ پہنچ جائے گی، مگر مجھے ڈر ہے اگر میں نے تمہارے لئے کہہ دیئے تم مجھ سے فوری طلاق

کا مطالبہ کر دو گی۔ یا کم از کم میرا سر پھاڑ دو گی۔ اسلئے میں نے کیوٹ کہنا ہی مناسب سمجھا۔"

دینہ تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو گئی۔ اسلئے عام سے انداز میں پوچھا۔

"ایسا کون سا لفظ ہے؟"

عمید ہنستے ہوئے بولا۔

"پہلے وعدہ کرو مارو گی نہیں۔ تب ہی بتاؤں گا۔"

دینہ نے سر ہلا کر اتفاق کیا۔

عمید اس کی جانب جھکا اور اس کے کان میں کچھ کہا۔

دینہ کا منہ کھل گیا۔ گال لال ٹماٹر ہو گئے۔

وہ اس کے اور اپنے درمیان موجود فاصلے میں دو سرہانے رکھتے ہوئے بولی

۔

"تم آدمی لوگ کتنا گندا سوچتے ہو۔ چھی۔۔ مجھ سے دور رہو۔"

عمید مسلسل ہنستے ہوئے اس کے رکھے سرہانے اٹھا کر بیڈ سے دور پھینکتے ہوئے بولا۔

''میں اسی لئے بتا نہیں رہا تھا۔ تمہیں ہی جاننے کا شوق چڑھا تھا۔''

غلطی ہو گئی ہے۔ میں اب صرف فلم دیکھنا چاہتی ہوں۔

عمید کو ہنسی تو بہت آئی مگر وہ دینہ کو کسی شک میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے خاموشی سے مووی دیکھنے لگا۔ کیونکہ چار پانچ منٹ بعد ہی وہ سین شروع ہونے والے تھے جس پہ عمید کو دینہ کا ردعمل دیکھنا تھا، جس کے بارے میں سوچ کر وہ اندر ہی اندر لطف اندوز ہو رہا تھا۔

اب وہ دونوں بظاہر ایک دوسرے کی طرف چہرہ کیے بیڈ پہ لیٹے تھے۔ دینہ کا سارا فوکس فلم پہ تھا اور عمید فلم سے زیادہ دینہ کو دیکھنے میں مصروف تھا۔ جس پہ دینہ نے دو دفعہ اس کو گھوری سے نوازا مگر عمید کی صحت پہ کوئی اثر نہیں ہوا۔

جیسے ہی مطلوبہ سین شروع ہوا، عمید نے دینہ کو نوٹ کیا کیسے لیپ ٹاپ سے نظریں ہٹا کر وہ اپنی رضائی سیٹ کرنے لگی۔ مگر آواز تو کمرے میں گونج رہی تھی۔

عمید مزا لینے کی نیت سے بولا:

"واہ دینہ تمہاری پسند تو بہت لاجواب ہے۔"

دینہ کو کوئی جگہ نہیں مل رہی تھی جہاں وہ چھپ سکتی۔ کیونکہ جیک اور این ایسے ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے تھے جیسے سالوں سے ملے ہوئے ہوں۔ کرسٹی نے اس فلم کا نام اتنی دفعہ لیا تھا۔اس کے مطابق دینہ یہ فلم مس کرنے والی نہیں ہے۔اتنی خوبصورت کیمسٹری ہے۔ فلم کے دوران رونا بھی بہت آتا ہے۔اب دینہ کو کیا علم تھا کہ کرسٹی کی بات مان کر یہ فلم لگانا اس کے لیے اس قدر شرمندگی کا باعث بنے گا۔ عمید اس کے بارے

میں کیا سوچ رہا ہو گا؟ کیا یہ ایسی فلمیں دیکھتی ہے؟ مجھے بھی کیا موت پڑی تھی فلم کا نام لینے کی۔ عمید کی مرضی پہ چھوڑ دیتی۔

اللہ اللہ کر کے وہ سین گزرا۔ مگر یہ کیا، ابھی تین منٹ مزید نہ گزرے پھر وہی کام شروع ہو گیا۔

دینہ رضائی میں منہ چھپاتے ہوئے بڑبڑائی:

"سالوں نے سارا کچھ ابھی ہی کرنا ہے۔"

عمید سے مزید کنٹرول نہ ہو سکا۔ کمرے میں بھرپور مردانہ قہقہے گونج گئے۔

دینہ نے سائیڈ سے پانی کی بوتل اٹھا کر عمید کو ماری، جسے اس نے کیچ کر لیا مگر اس کی ہنسی نہیں رکی۔

دینہ نے موقع دیکھ کر لیپ ٹاپ بند کر دیا۔

عمید اپنے سینے پہ ہاتھ باندھ کر چھت کو دیکھتے ہوئے بولا:

"میں خیال رکھوں گا جب بھی یہ فلم کسی سینما میں لگے گی تو دیکھنے چلیں گے۔"

جواب میں رضائی میں سے ایک ہاتھ اڑتا ہوا باہر نکلا اور عمید کے سینے پہ زور کا مکا لگا کر واپس غائب ہونے لگا تھا۔ مگر عمید نے اس کا ہاتھ اپنی گرفت میں تھام کر اس کا ارادہ ناکام بنا دیا۔

نہ صرف اس کا ہاتھ پکڑا بلکہ اس کی انگلیوں میں اپنی انگلیاں پھنسا کر اس کا ہاتھ اپنے سینے پہ رکھ کر آنکھیں موند لی۔

"گڈ نائٹ سن شائین۔"

عمید کے کہنے پہ اس نے بھی مری سی آواز میں شب بخیر بول دیا۔

نہ جانے ایک گھنٹہ گزرا تھا یا اس سے بھی زیادہ وقت گزر گیا تھا، وہ نہیں جانتی تھی۔ مگر خاموشی سے لیٹے لیٹے نیند کا انتظار کرتے وہ تھک گئی مگر

نیند تھی کہ آ ہی نہیں رہی تھی۔ یا پھر عمید کی موجودگی اسے بے فکر ہو کر سونے سے روک رہی تھی۔ کیونکہ ابھی تک اس کا ہاتھ عمید کی گرفت میں تھا۔

ایک دو دفعہ اس نے اپنا ہاتھ واپس کھینچنے کی کوشش کی مگر جیسے ہی وہ ہاتھ پیچھے کرنے لگتی عمید کی گرفت مزید سخت ہو جاتی، وہ اس کا ہاتھ دبا دیتا۔ دینہ پھر سے بت بن جاتی۔ ابھی بھی کمرے میں عمید کے ہلکے خراٹے گونج رہے تھے۔

دینہ بہت آہستہ سے اس کی جانب مڑی۔

کتنی دیر تک پلکیں جھپکے بغیر اس کے چہرے کو دیکھتی رہی۔ عمید اس کی جانب کروٹ پہ لیٹا ہوا تھا، چہرہ نیچے کو جھکا ہوا تھا، گھنی پلکیں گالوں پہ جھکی ہوئی تھیں، ہونٹ ایک دوسرے میں پیوست تھے۔ اس کے بالوں میں ہلکے سے کرل نظر آرہے تھے۔ دینہ نے ڈرتے ڈرتے ہاتھ بڑھا کر اس

کے بالوں کو چھوا، انتہائی نرم بال تھے جیسے سلک کے کپڑے پہ ہاتھ پھیر رہی ہو۔

"میں دینہ ہوں۔ یہ عمید ہے۔ میں عمید کی بیوی ہوں۔ عمید میرا شوہر ہے۔ اومائی گاڈ۔"

اب وہ خود سے مسکرا رہی تھی۔

اس نے اپنا سر عمید کے بازو پہ رکھا اور گہرا سانس بھر کر آنکھیں موند کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔ اس بات سے بے خبر کہ جب اس نے عمید کے بازو پہ سر رکھا تو عمید کے لب ہلکے سے مسکرائے تھے۔ اگلے پل اس نے دینہ کا ہاتھ چھوڑ کر اس کے وجود کو اپنی گرفت میں لے کر اپنے مزید قریب کیا۔ دینہ کا سانس سینے میں اٹک گیا۔

عمید اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے نیند سے بھری آواز میں کہہ رہا تھا:

"میں عمید ہوں۔ تم دینہ ہو۔ تم میری بیوی ہو۔ میں تمہارا شوہر ہوں۔"

دینہ نے تصور میں سر پیٹ لیا۔ بچپن سے خود کلامی کی عادت نے اسے ان دو دنوں میں کتنی دفعہ شرمندہ کروا چکی تھی۔

عمید کی آنکھیں بول رہی تھیں۔ نیم تاریکی کے باوجود وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر پلکیں جھپکنا بھول گئی۔ سانس تو پہلے ہی تھم تھم جا رہی تھی۔ رہتی سہتی کسر اس کی آنکھیں پوری کر رہی تھیں۔ دینہ کو یوں لگا جیسے سارا گھر اس کی بے ہنگم دھڑکن سن رہا ہو گا۔ شرم کے مارے زبان گنگ ہو گئی۔ ویسے بھی اس کے بعد عمید نے اسے بولنے کا موقع ہی نہیں دیا تھا، خاموشی سے ہی اجازت لی گئی، خاموشی سے ہی تمام جذبات لٹائے گئے۔ خاموشی میں ہی تمام وعدے وعید ہوئے۔ رات کے اس پہر خاموشی سے دو لوگوں کے دل کی دنیا بدل گئی۔ اور اس کی وجہ وہ تعلق تھا، جس نے دو اجنبی لوگوں کو ایک پل میں ایک دوسرے کے لیے اس قدر اہم بنا دیا تھا

کہ اس کے ہونے سے دل کا موسم شاداب محسوس ہو رہا تھا، اور ایک دوسرے کو کھونے کے تصور سے وہ دونوں ڈر رہے تھے۔

دینہ ایک انجانی جگہ پہ گھوم رہی تھی۔ مگر حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ اس بازار میں پہلے کبھی نہیں آئی تھی، مگر وہاں پہ ہر چیز بہت ہی سستی تھی۔ اس نے اپنے لئے بہت سارا سامان جمع کر لیا ہوا تھا۔ اور اس کو یہ تسلی بھی تھی کہ یہ پیسے اس کے پاس موجود تھے۔ اور جو نہیں تھے وہ عمید سے لے سکتی تھی۔ اس نے عمید کی تلاش میں نظر دوڑائی مگر لوگوں کے رش میں وہ کہیں نظر نہیں آیا۔ مگر وہ اس کو سن سکتی تھی۔ وہ کہیں آس پاس ہی بول رہا تھا،

"میں نے تمہیں بلاک کیا ہوا ہے۔ اگر تھوڑی سی بھی خوداری ہے تو مجھے واپس کال مت کرنا۔"

دینہ کی آنکھ ایک جھٹکے سے کھل گئی۔

یہ خواب نہیں تھا۔ عمید کی آواز اس کے کمرے کی کھڑکی کے باہر سے آرہی تھی۔ وہ کسی کو ڈانٹ رہا تھا

دینہ نے کروٹ بدلی وہ اپنے بیڈ پہ عمید کی سائیڈ پہ سوئی ہوئی تھی۔ وہ اٹھ کر بیٹھی مگر سر کے ساتھ ساتھ اس کا سارا جسم بھی دکھ رہا تھا۔ اس نے اپنی پیشانی چھوئی کیونکہ اس کو محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے جسم کا درجہ حرارت اوپر گیا ہوا ہے۔

وال کلاک پہ نگاہ پڑی تو آنکھیں پھیل گئیں۔ پونے گیارہ ہو رہے تھے۔ آج ان لوگوں کو کاؤنسل کے دفتر جانا تھا، اور ایک بجے عمید کی جرمنی کی فلائیٹ تھی۔

دینہ نے اپنی سر درد کو اگنور کرتے ہوئے اپنے لئے سادہ کالا ڈریس چنا اور واش روم میں بند ہو گئی۔

بیس منٹ بعد وہ پوری طرح سے تیار ہو کر نیچے پہنچ گئی۔

جس طرح وہ سب سے نظریں چراتے ہوئے سیٹنگ روم میں داخل ہوئی، ممی نے اپنی مسکراہٹ چھپائی۔ نانی نے اس کو اپنے پاس بلا کر پیار کیا۔ عمید کی نگاہیں اس کے صاف ستھرے چہرے سے ہٹنے سے انکاری ہو رہی تھیں

۔

ایک پل کو اس کی جانب دیکھ کر نظر چراتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"کاؤنسل والے آئی ڈی مانگیں گے۔ کیا تمہارے پاس تمہاری آئی ڈی ہے؟"

عمید نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے بتایا۔

"ہاں۔۔ میرا پاسپورٹ اور ڈرائیونگ لائسنس میرے پاس ہے۔"

عمید کے فون کی بیل ہونے لگی۔ اس نے نمبر دیکھا اور بیل بند کرتے ہوئے ممی اور نانی سے مخاطب ہوا،

"میں بہت معذرت خواہ ہوں۔ میں نے اسی لئے پرسوں سے اپنا فون بند رکھا ہوا تھا کیونکہ مجھے بزنس کی بہت سی کالز آتی ہیں۔ آپ سب کے لئے بھی ڈسٹربنس کا باعث بنتا۔ آج واپس نہ جانا ہوتا تو آج بھی فون بند ہی رکھتا ،اب یہ لوگ مجھے دو منٹ چین سے نہیں جینے دیں گے۔ اسلئے مجھے اجازت دیں۔ انشاءاللہ اگلی دفعہ ملاقات ہوتی ہے۔ اور ہاں دینہ کو میں ساتھ لے کر جا رہا ہوں۔ پہلے ہم لوگ سٹی جائیں گے اس کے بعد لنچ کریں گے پھر میں ائیرپورٹ کے لیے نکل جاؤں گا۔ ہاں گھر پہنچ کر آپ کو کال کروں گا۔"

سب سے پہلے وہ نانی کے آگے جھکا انھوں نے اس کے سر پہ پیار کیا۔ پھر وہ مما کے سامنے جھکا۔

اس کے اس ادب بھرے انداز پہ خواتین کے دل پوری طرح اس پہ فدا تھے۔ دونوں مائیں واری صدقے جا رہی تھیں۔ اصل حیرت تو دینہ کو تب ہوئی جب فرید آیا اور عمید کو گلے سے لگا کر اس کی پیٹھ پہ تھپکی دی۔

خیر سے جاؤ۔۔

ممانے ناشتے کا کہا مگر اس نے بس مالٹے کا جوس لے لیا۔ عمید کا فون مسلسل بج رہا تھا۔ وہ کال سننے کے لیے سب سے اجازت لے کر گھر سے باہر نکل گیا تھا۔ دینہ ساری ضروری چیزیں لے کر اس کے پیچھے باہر آ گئی۔ عمید کا اس کی جانب خیال نہیں تھا، وہ فون کان سے لگائے کسی کو اس بات کی تسلی دے رہا تھا کہ وہ آج واپس پہنچ رہا ہے۔

اس نے کل کے خریدے کپڑوں میں سے اس وقت ڈارک گرے ڈریس پینٹ کے ساتھ کریم رنگ کی شرٹ کے اوپر خاکی رنگ کا اونی ٹرٹل نیک پہنا ہوا تھا۔ پیروں میں سفید ائیر فورس تھے۔

جب تک عمید کا دھیان اس کی جانب نہیں گیا، وہ خاموش کھڑی اس کو دیکھتی رہی، کیونکہ دینہ کو اسے دیکھنا اچھا لگ رہا تھا۔ وہ خود کو یقین دلوا رہی تھی کہ یہ وہی رات والا عمید ہے، جس نے منہ سے پیار کے بہت بڑے بڑے دعوے کیے بغیر دینہ کو ان کے درمیان موجود رشتے کی خوبصورتی اور مضبوطی کا احساس دلوایا تھا۔ دینہ کو یہ محسوس کروایا کہ ایک عورت کے لیے خود کو کسی احساس کرنے والے مرد کے سپرد کرنا کیسا ہوتا ہے۔ جس کے بعد سے دینہ کے لیے عمید کی حیثیت بہت زیادہ اہم ہو گئی تھی۔ کتنا عرصہ اس کی عزیز کے ساتھ منگنی رہی تھی، مگر آج تک کبھی بھی اس کے دل میں عزیز کے لیے وہ جذبات نہ جاگے تھے جو ان دونوں کے ساتھ میں عمید کے لیے پیدا ہو گئے تھے۔ اس سے دینہ پہ ایک نیا ادراک ہوا، وہ یہ کہ بوائے فرینڈ، گرل فرینڈ، منگیتر وغیرہ یہ سب رشتے ایک دم کھوکھلے اور فضول ہیں۔ میاں بیوی کے رشتے سے ان کا مقابلہ ہی

نہیں کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اگر مرد اور عورت پورے مان اور عزت کے ساتھ نکاح میں داخل ہو جائیں تو یہ دنیا کا بہت خوبصورت، مبارک اور پرسکون رشتہ ہے۔ ہاں مگر شرط یہی ہے کہ دونوں فریقین ایک دوسرے کے لیے عزت اور احساس رکھنے والے ہوں، ورنہ یہ تعلق اپنا مقصد کھو دیتا ہے۔

دینہ اپنی سوچوں سے چونکی تو احساس ہوا عمید کی کال بند ہو چکی تھی، اور اب وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اس کے بالکل سامنے کھڑا اسی کو دیکھ رہا تھا۔ عمید کے چہرے پہ لگی کالی عینک کے پیچھے اس کی آنکھیں چھپی ہوئی تھیں، اس لیے وہ اس کے تاثرات نہیں دیکھ پائی۔ اس کی توجہ پاتے ہی عمید کے لب ہلکے سے مسکرائے۔ اس نے آگے کو جھک کر دینہ کے گال پہ پیار کیا پھر سیدھا کھڑے ہوتے بولا،

"What a beautiful day."

دینہ کے گال سرخ ہو گئے کیونکہ اس کو لگا کہ یہ بات دن کے لیے نہیں کی گئی، یہ دینہ کے لیے کہا گیا تھا۔

اس وقت دینہ کو عمید سے بہت زیادہ شرم محسوس ہو رہی تھی، اس لیے وہ اس کے سامنے سے ہٹ کر کار کی جانب جانے لگی، تو عمید نے اس کو بازو سے پکڑ کر روک لیا۔

دونوں کے جوتوں کی نوک آپس میں مس کر رہی تھی، وہ پوچھنے لگا،

"تم ابھی کیا سوچ رہی تھیں؟"

دینہ نے اپنا بازو کھینچتے ہوئے کہا،

"کچھ بھی نہیں۔"

وہ آگے بڑھنے لگی تو پھر اس کو روک لیا،

"بتاؤ گی نہیں تو ہم یہیں کھڑے رہیں گے۔"

وہ آگے جاتے ہوئے بولی،

"تم یہاں کھڑے رہو، ادھر آفس میں اپائنٹمنٹ مس ہو جائے گی۔"

اس دفعہ عمید نے اس کو جانے دیا۔

پانچ منٹ بعد وہ لوگ سٹی سینٹر کی جانب جا رہے تھے۔ عمید نے ایک دو دفعہ دینہ سے بات کرنے کی کوشش کی مگر دینہ کی جانب سے ہوں ہاں کے علاوہ کوئی خاص جواب نہیں آیا۔

عمید نے ٹائم دیکھا۔ مطلوبہ وقت میں صرف تیس منٹ رہتے تھے۔ سٹی سینٹر میں پارکنگ ملنے کا بھی مسئلہ تھا، اس لیے اس نے شارٹ کٹ لیا تاکہ وقت پہ سٹی چیمبرز پہنچ جائیں۔ دینہ سارا وقت خاموشی سے ونڈ شیلڈ کے پار دیکھتی رہی۔

کونسل کے دفتر میں ان کو کافی وقت لگ گیا۔ باہر نکلے تو پونے گیارہ ہو رہے تھے، مگر ان کی درخواست جمع ہو گئی تھی۔ عمید نے فیس وغیرہ جمع کروا دی۔

جیسے ہی دفتر سے باہر آئے، رش میں عمید نے دینہ کے ساتھ چلتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر جب سڑک پار کرنے لگے تو اس نے دینہ کی کمر پہ ہاتھ رکھ کر اس کو قریب کرتے ہوئے سڑک پار کی۔ وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ اس کے یہ چھوٹے چھوٹے عمل دینہ کے دل پہ کیا اثر چھوڑ رہے تھے۔

جب وہ اس کے لیے گاڑی کا دروازہ کھولنے لگا تو وہ چڑ کر بولی،

"میں یہ سب خود کر سکتی ہوں۔"

عمید بس اس کو دیکھتا رہا، کہا کچھ نہیں۔ جیسے ہی وہ اپنی سیٹ پہ بیٹھی، اس نے دروازہ بند کیا اور جا کر اپنی سیٹ سنبھال کر گاڑی واپس روڈ پہ ڈال دی۔

"میرا ارادہ تھا ہم لوگ اکٹھے لنچ کرتے، مگر اب ایئرپورٹ جانے کا وقت ہو رہا ہے۔ کم از کم ڈیڑھ گھنٹہ پہلے نہ پہنچا تو فلائٹ مس ہو جائے گی۔"

دینہ مزید اداسی کا شکار ہوئی، مگر بظاہر لاپرواہ نظر آنے کی کوشش میں بولی،

"مجھے بھوک نہیں ہے۔"

وہ موٹروے کی جانب جاتے ہوئے بولا،

"ہاں وہ تو میں دیکھ رہا ہوں۔ تمہاری کوشش یہی ہے کہ میں جلد از جلد یہاں سے جاؤں۔ فکر نہ کرو، بارہ بجے کے بعد تم فری ہو گی۔"

دینہ نے جلدی سے کھڑکی کی طرف منہ کر کے اپنے لبوں کی کپکپاہٹ چھپانی چاہی، مگر عمید نے دیکھ لیا۔

بیچ سڑک کے اس کا پیر بریک پہ پڑتے پڑتے رکا، وہ حیرت کی زیادتی سے کھوئی ہوئی آواز میں بولا،

"What the hell? Sunshine!"

اس نے شکر کیا کہ ابھی وہ لوگ موٹروے سے کافی دور تھے۔ اس نے ٹریفک سے نکال کر گاڑی ایک بازار میں روک دی۔ عینک اتار کر ڈیش بورڈ پہ رکھی۔

ریلیکس انداز میں ٹانگیں سیدھی کر کے بیٹھنے کے بعد اس کی جانب دیکھ کر پوچھا،

"کیا تم میرے لیے رو رہی ہو؟"

غصے سے بھرا جواب آیا،

"نہیں؟"

وہ منہ اثبات میں ہلاتے ہوئے بولا،

"اچھا، میری طرف دیکھو۔"

دینہ دوسری جانب ہی دیکھتی رہی۔

وہ اس کی گود میں رکھے اس کے ہاتھ کے اوپر بہت نرمی سے اپنا ہاتھ مس کرتے ہوئے بولا،

"مجھے لگا تم میرے جانے کا سوچ کر اداس ہو رہی ہو۔ میں بروقت سنبھل گیا، ورنہ بریک لگ جاتی اور پیچھے آنے والی گاڑی ہمارے میں لگتی۔"

دینہ نے کچھ نہ کہا۔ تھوڑی دیر خاموش بیٹھ کر دینہ کی سوں سوں سننے کے بعد نرمی سے کہنے لگا،

"If you don’t want me to go, you know all you have to do is say."

دینہ نے نفی میں سر ہلایا۔ایک دفعہ پھر سوں کیا۔ عمید نے ٹشو آفر کیا، جسے دینہ نے پکڑ لیا مگر رخ ابھی بھی کھڑکی کی جانب تھا۔ وہ بڑبڑائی،

"مجھے اپنے آپ پہ غصہ آرہا ہے۔"

عمید نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر مسکراہٹ روکی اور اسی نرمی سے پوچھا،

"کیوں؟"

"Why am I so bothered about you leaving."

وہ مزید اپنے احساسات کے بارے میں بولی،

"ہم صرف دو دن پہلے ملے ہیں۔ پھر کیوں صبح سے تمہارے جانے کا سوچ کر میرا دل ڈوبے جا رہا ہے۔ جبکہ تمہیں تو کوئی فرق بھی نہیں پڑ رہا ہے۔"

عمید لب بھینچے سنجیدگی سے اس کو نرم نگاہوں سے دیکھتا رہا۔

اس نے کچھ بھی کہے بغیر اپنا فون نکالا۔اس کو فلائیٹ موڈ سے ہٹا کر جیمز کا نمبر ملایا۔

جیمز جیسے انتظار میں تھا،اسی وقت کال اٹھالی،

"عمید پلیز رابرٹ کی کال اٹھالو۔اس نے میرا سر کھایا ہوا ہے۔اگر تم نے اس سے بات نہ کی تو وہ آج ہماری کمپنی چھوڑ دے گا۔میں تین دن سے اس کو ٹال رہا ہوں مگر اب وہ میری ایک نہیں سن رہا ہے۔"

عمید نے جیمز کی بات تحمل سے سننے کے بعد کہا،

"جیمز میری سیٹ آگے کروادو۔"

چند سیکنڈ کے لیے خاموشی چھا گئی۔اس کے بعد جیمز جیسے پھٹ ہی پڑا،

"عمید میں بہت معذرت خواہ ہوں۔ہو تو تم میرے باس مگر جس طرح مجھے بس کے سامنے پھینک کر تم پورا ویک اینڈ اپنا فون بند کر کے دنیا کے نقشے سے غائب رہے ہو، جتنی تمہاری وجہ سے میں نے لوگوں کی باتیں

سنی ہیں اور جتنے میں نے لوگوں کے ساتھ جھوٹ بولے ہیں، اب اگر تم نے مذاق میں بھی سیٹ آگے کروانے کا کہا تو میں یہ نوکری چھوڑ دوں گا۔ چاہے تم مجھے جتنی بھی زیادہ تنخواہ دینے کا لالچ دو۔ سنا تم نے؟ میری طرف سے نا ہے۔ آج کے آج واپس آؤ، ورنہ میں بھی آفس سے نکل جاؤں گا۔"

دینہ رونا بھول کر حیرت سے آنکھیں پھیلائے جیمز کی باتیں سن رہی تھی۔ عمید سکرین سے باہر دیکھ کر جیمز کی بات سن رہا تھا۔ جیسے ہی جیمز چپ ہوا، عمید نے تحمل سے کہنا شروع کیا،

"جیمز میری شادی ہو گئی ہے، ابھی میں اپنی بیوی کے پاس ہوں اور میرا واپس آنے کو دل نہیں کر رہا ہے۔ پلیز دو دن مزید دیکھ لو۔ ان دو دنوں کے میں تمہیں الگ سے پے کر دوں گا۔"

جیمز کہنے لگا،

"باس سب سے پہلے شادی کی بہت مبارک ہو۔ مجھے تم نے شادی پہ بھی نہیں بلایا ہے۔ اب میری بات غور سے سنو۔ رابرٹ اپنے بھائی کے لیے ایجنٹ ڈھونڈ رہا ہے۔ اس کا کہنا ہے اگر عمید مجھے اچھی ڈیل نہ دے سکا تو میں اپنا ایجنٹ بھی بدل لوں گا۔ ہم لوگوں نے اس پہ اتنی محنت کی ہوئی ہے۔ سارا کیا دھرا خاک میں مل جانا ہے۔ کم از کم تین لاکھ یوروز کا نقصان ہو گا، وہ ہم کہاں سے پورا کریں گے؟"

عمید آرام سے بولا،

"یار بھیک مانگ لیں گے، گردے بیچ لیں گے۔"

دینہ اس کے ہاتھ سے فون لے کر بولی،

"ہیلو جیمز، پریشان نہ ہو۔ عمید آج آفس میں آجائیں گے۔"

جیمز کے کان کھڑے ہو گئے، فوراً پوچھا،

"آپ کون بول رہی ہیں؟"

"میں دینہ عمید بول رہی ہوں، عمید کی بیوی۔"

عمید کے چہرے پہ اتنی خوبصورت مسکراہٹ تھی جیسے کوئی خزانہ مل گیا ہو۔اس مسکراہٹ نے ائیر پورٹ تک عمید کے چہرے کا احاطہ کیے رکھا۔ اس نے کہا کہ وہ رک جاتا ہے، مگر دینہ چونکہ اپنے کانوں سے سن چکی تھی کہ اس کے لوگوں کو اس کی کتنی ضرورت تھی،اس لیے اصرار کر کے اس کو واپس بھیج دیا۔

یہ الگ بات کہ وہ ساری فلائٹ میں اسی کے ساتھ ٹیکسٹ کرتا رہا۔دینہ کا دل بہت عجیب ہو رہا تھا۔ عمید نے اس کو گلے لگا یا تھا۔ بھرے ائیر پورٹ پہ یوں گلے ملتے دینہ کا دل بہت اونچی آواز میں دھڑکتا رہا۔

جب عمید نے فون پہ کنفرم کر دیا کہ اس کا جہاز ٹیک آف کر چکا ہے، تب دینہ نے اداس دل کے ساتھ واپسی کی راہ لی۔

ساری رات عمید کے ساتھ ٹیکسٹنگ کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ صبح اس کی آنکھ بہت دیر سے کھلی۔ وہ بھی مما نے آکر اس کا الارم بند کر کے اس کو ہلا یا۔ جلدی جلدی میں نہا کر تیار ہوتے ہوئے اس کو یاد آیا کہ آج تو اس کی کسی کے ساتھ دس بجے کی اپوائنٹمنٹ ہے۔ اسی ہفتے ایک خاتون نے اس کی

کمپنی کی جانب سے سیل پر لگے ایک مکان میں دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے یہ درخواست کی تھی کہ وہ گھر دیکھنا چاہتی ہے۔

سوا نو بجے وہ بھاگم بھاگ گھر سے نکلی۔اس نے آج کاٹن کا کالا پورے بازوؤں والا بلاوز جس کے گلے پہ ٹائی بنی ہوئی تھی۔اور ساتھ میں کالی کاٹرائی کی نرم سی لونگ سکرٹ پہنی۔ پیروں میں کالے بوٹ تھے۔ بالوں کو اتنی جلدی میں بلوڈرائے کیا تھا کہ آدھے بال ابھی تک گیلے تھے۔ جس وجہ سے اس نے بال کھلے چھوڑ رکھے تھے تاکہ راستے میں سوکھ جائیں۔

پچھلی سیٹ پہ اپنا براؤن بیگ رکھا۔اپنی جگہ پہ ٹکنے کے بعد اس نے اپنا آئسڈ کافی سے بھرا سٹین لی کار کے کپ ہولڈر میں رکھنے کے بعد جیسے ہی کار کا دروازہ بند کیا۔ عمید کے پرفیوم کی خوشبو نے اس کا استقبال کیا۔

دینہ کے ہاتھ رک گئے۔اپنے وہم کو یقین میں بدلنے کے لیے اس نے ناک سے گہرا سانس کھینچا۔

وہ بیک ویو مرر سے اپنی نظروں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

"صرف چند گھنٹے اس آدمی نے میری کار میں گزارے ہیں۔اور ابھی تک میری کار سے اس کی خوشبو نہیں جا رہی ہے۔"

اس نے مسکراتے ہوئے اپنی کار کا انجن اسٹارٹ کیا اور کار کو اپنے مطلوبہ راستے پہ ڈال دیا۔ابھی اس کو آدھا گھنٹہ راستے میں ہی لگ جانا تھا۔

وہ خود سے باتیں کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"جو گھر آج کوئی دیکھنے آرہا ہے۔اگر اس کی چابی میرے پاس ہوتی تو میں سیدھا وہیں پہ چلی جاتی۔مگر مصیبت چابی باس کے آفس میں ہے۔اب پہلے تو وہ میری وقت کی پابندی پہ دل کھول کر میری تعریف کرے گا۔ پھر چابی دے گا۔اور اس سب کے پیچھے عمید کا قصور ہے۔جتنا میں کہتی ہوں کہ صبح کام پہ جانا ہے کال بند کر و سو جاتے ہیں۔اتنا ہی اس کا گپیں مارنے کا موڈ ہوتا ہے۔خود تو عین وقت پہ جن کی طرح اٹھ جاتا ہے۔میری

نیند ہی پوری نہیں ہوتی ہے۔ایک تو یہ ساری سڑکیں تیس کی سپیڈ سے اوپر نہیں جاتیں۔ورنہ اڑ کر آفس پہنچ جاتی۔"

جیسے ہی ٹریفک کے اشارے پہ کار رکی۔اس نے اپنی کافی پکڑ کر دو تین بڑے بڑے گھونٹ بھرنے کے بعد کپ واپس رکھا۔

اتنی دیر میں اشارہ کھل گیا تھا۔

پونے دس بجے اس کی گاڑی آفس کی پارکنگ میں رک گئی تھی۔

اپنا سامان گاڑی میں ہی چھوڑ کر وہ دروازہ لاک کر کے آگے بڑھی تو ہوا کے جھونکے اس کے لمبے سلکی بالوں کے ساتھ اٹھکھیلیاں کرنے لگی۔

اس نے بالوں کا گھونسلہ بننے کے ڈر سے اپنے بازو میں ڈالی پونی کی مدد سے بالوں کو اوپر سے باندھ کر باقی کو جھرنے کی طرح کمر پہ گرنے دیا۔

اس کا رخ اپنے باس کے آفس کی جانب تھا۔کھلے دروازے پہ دستک دیتے ہوئے وہ اندر داخل ہو گئی۔

کمپیوٹر پہ کام کرتے مارک نے نگاہ اٹھا کر اپنی عینک کے اوپر سے اس کو دیکھا۔ دینہ کی شکل پہ نگاہ پڑتے ہی اس نے اپنی کلائی پہ بندھی گھڑی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے دینہ کو مخاطب کیا۔

"کیا تم ٹھیک ہو؟ تم تو کبھی لیٹ نہیں آتی۔ آج کل کیا ہے جو تم ہر دوسرے روز لیٹ آ رہی ہو؟"

وہ ابھی جواب دینے لگی تھی کہ پچپن سالہ مارک نے اس کی بات بیچ میں روک کر چابی نکال کر سامنے میز پہ رکھتے ہوئے اگلا حکم دے دیا۔

"تمہارے کلائنٹ کا فون آیا ہے۔ وہ تین چار منٹ میں یہاں پہنچ رہی ہیں۔ ان کے پاس گاڑی نہیں ہے۔ تو تم ایسا کرو اپنی گاڑی پہ ان کو ساتھ ہی لے جانا۔"

"مارک آپ کلائنٹ کو کہہ دیتے نہ کہ وہ خود سے پراپرٹی کے ایڈریس پہ پہنچ جائے۔"

مارک کے فون پہ کال آگئی۔ وہ اس طرف متوجہ ہو گیا۔ دینہ چابی پکڑ کر اس کے آفس سے نکل کر اپنے ڈیسک کی جانب جا رہی تھی جب اس کی کولیگ کرسٹی نے اس کو دیکھتے ہی نعرہ مار دیا۔

"او مائی گاڈ دینہ! آج پھر تمہارے شوہر نے تمہارے لیے پھول بھیجے ہیں۔ تم کتنی لکی ہو۔ تمہارا شوہر ہر روز تمہارے آفس میں تمہیں پھول بھجواتا ہے۔ میں نے اپنے بوائے فرینڈ کو خاص طور پر غیرت دلوانے کے لیے یہ بتایا۔ مگر اس نے میری بات پہ ایک فیصد بھی غور نہ کیا۔"

دینہ اپنے ڈیسک پہ پہنچی تو سرخ گلابوں کا گلدستہ میز پہ پڑا پورے آفس کو دلکش بنا رہا تھا۔

اس نے تیزی سے اوپر لگے کارڈ کو کھول کر پڑھا۔

For my beautiful wife"

PS, Miss me"

اس نے وہ گلدستہ اپنے سینے سے لگایا اور یہ سوچتے ہوئے ریسیپشن ایریا کی جانب آگئی کہ اگر میں کرسٹی کو یہ بتا دوں کہ صرف آفس میں پھول نہیں بھیجتا ہے، ہر روز شام کو بالکل ایسا ہی تازہ پھولوں کا گلدستہ گھر پہ اس کا انتظار کر رہا ہوتا ہے، تو کرسٹی آج ہی اپنے بوائے فرینڈ کی چھٹی کروا دے گی۔ اس کے چہرے پہ مسکراہٹ دوڑ گئی۔

اس کو آتا دیکھ کر ریسیپشنیسٹ نے کہا۔

"مس دینہ آپ کی دس بجے والی اپوائنٹمنٹ آ گئی ہے۔ میں نے ان کو ویٹنگ ایریا میں بٹھایا ہے۔"

"شکریہ ایما،"

وہ تیزی سے چلتی ویٹنگ ایریا میں آئی۔ وہاں پہ اس وقت ایک ہی خاتون موجود تھیں۔ اور دینہ کو یہ جان کر حیرت اور خوشی دونوں ہوئی کہ وہ ایشین اماں جی تھیں۔ دینہ کی نانی اماں کی عمر میں ہوں گی۔ ہلکے آسمانی گرم

سوٹ کے اوپر انہوں نے کریم اونی کوٹ پہن رکھا تھا۔ دونوں بازوؤں پہ چوڑے چوڑے سونے کے کنگن تھے۔ سر پہ سوٹ کا میچنگ دوپٹہ سلیقے سے ڈال کر باقی کوٹ کے اندر چھپا یا ہوا تھا۔ چہرے پہ گولڈن فریم والا چشمہ۔ پیروں میں موٹے تلے والی کالے چمڑے کی آرام دہ جوتی۔ انہوں نے کریم رنگ کا چھوٹا سا باڈی بیگ پہن رکھا تھا۔

دینہ نے دور سے ہی سلام میں پہل کرتے ہوئے کہا۔

"السلام علیکم اماں آپ کیسی ہیں۔"

سامنے والی اماں جی شاید اونچا سنتی تھیں۔ وہ کچھ بھی کہے بغیر اس کے چہرے کو دیکھتی رہیں۔ دینہ نے اس دفعہ تھوڑا اونچی آواز میں دہرایا۔

"السلام علیکم ماں جی میرا نام دینہ ہے۔ میں آج آپ کی ایجنٹ ہوں۔ آپ کو گھر دکھانے لے کر جاؤں گی۔"

اس بار انہوں نے ذرا سا مسکرا کر اس کے سلام کا جواب دیا۔ اپنی چھڑی کی مدد سے اٹھ کر کھڑا ہونے لگیں تو دینہ جھجک کا شکار رہی آیا آگے ہو کر ان کی مدد کو ہاتھ پھیلائے یا اپنے کام سے کام رکھے۔ کیونکہ یہاں پہ عموماً جب عمر رسیدہ یا بزرگوں کو مدد کی آفر کی جائے زیادہ تر لوگ اس بات کو اپنی بے عزتی سمجھتے ہیں۔ نوے پچانوے سال کی اتنی نازک سی خواتین ہوں گی جن کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کہیں تیز ہوا میں اڑ ہی نہ جائیں۔ مگر وہ بھی اپنی گروسری کی شاپنگ خود کر رہی ہوں گی۔

اگر آپ غور سے لوگوں کے رویے یا انداز زندگی کو پڑھتے ہیں تو آپ دیکھیں گے کہ پرانے لوگ آج بھی لباس اور اخلاق کے لحاظ سے اپنی ایک کلاس رکھتے ہیں۔ چاہے ڈاکٹر کے پاس جا رہے ہوں یا کہیں کسی دوست سے ملنا ہو یا شام کی واک کے لیے مقامی پارک میں ہی کیوں نہ جانا ہو۔ زیادہ تر بزرگ آپ کو بہت اچھے سے تیار ہوئے نظر آئیں گے۔ کپڑوں

کے اوپر ایک سلوٹ تک نہیں ہو گی۔ خواتین کے بال بنے ہوں گے۔ ناخنوں پہ عموماً سرخ نیل پالش لگی ہو گی۔ تب انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ مرد یا یہ عورت جب اپنی زندگی کے عروج پہ ہو گا یا ہو گی تب ان کا انداز زندگی کیسا ہو گا۔

دینہ چونکہ اپنی نانی کے بہت قریب ہے تو ان اماں جی میں بھی اس کو اپنی نانی ہی نظر آ رہی تھیں۔

ان کے لیے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"میں آپ کو اماں جی بلالوں یا آپ یہ پسند کریں گی کہ آپ کو آپ کے نام سے مخاطب کیا جائے؟"

وہ نرمی سے بولیں۔

"اماں ٹھیک ہے۔"

"شکریہ۔ آپ یہ گھر اپنے لیے دیکھ رہی ہیں؟ میرا مطلب ہے کہ کیا آپ اکیلی رہتی ہیں؟"

"نہیں میں اپنے بیٹوں کے ساتھ رہتی ہوں۔ وہ دونوں اپنے کام کی وجہ سے آج نہیں آئے۔ اگر آج مجھے گھر پسند آجاتا ہے تو اگلی دفعہ میرے بیٹے دیکھنے آئیں گے۔"

دینہ نے سمجھتے ہوئے گردن ہلائی۔

"اچھا۔ ٹھیک ہو گیا۔"

ان کی جانب کا دروازہ بند کر کے اپنی طرف آتے ہوئے پہلے تو پھول ایک دفعہ سونگھنے کے بعد پچھلی سیٹ پہ رکھے۔

جیسے ہی وہ اپنی سیٹ پہ بیٹھی مسز انور نے پوچھا۔

"یہ پھول کہاں سے لیے ہیں؟"

وہ سر پھیر کر ایک دفعہ پھولوں کو دیکھنے کے بعد دھیرے سے مسکرا کر

بولی۔

"یہ میرے شوہر نے بھیجے ہیں۔"

اماں جی مسکرائیں تو دینہ نے غور کیا۔ان کے سارے دانت نئے لگے

ہوئے تھے۔ایک دم لائن میں اور بالکل سفید۔

اماں جی نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"تم شادی شدہ ہو؟ لگتی تو نہیں ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بتانے لگی۔

"ہاں جی شادی شدہ ہوں۔ابھی ہفتہ ہی ہوا ہے۔"

"اچھا، شوہر کیا کرتا ہے؟"

دینہ چند سیکنڈ سوچنے کے بعد بولی۔

"اس کا اپنا بزنس ہے۔"

"بہت اچھی بات ہے۔ سسرال میں کون کون ہے؟"

دینہ ایک دفعہ پھر سوچ میں پڑ گئی۔ پھر بولی:

"میرے ساس سسر نہیں ہیں۔ بد قسمتی سے دونوں وفات پا چکے ہیں۔"

"اچھا، اس کا مطلب لڑکا اکیلا ہی ہے۔"

"نہیں اکیلا تو نہیں ہے۔"

"سسرال کس شہر میں ہے؟"

میرے ہسبنڈ کا آبائی شہر یہی ہے۔ مگر اپنے کام کی وجہ سے وہ جرمنی میں رہتا ہے۔

اتنے سال سے نانی کے ساتھ ان کی دوستوں سے ملنے ملانے کے دوران وہ ایک بات تو سمجھ چکی تھی کہ اپنے لوگ یعنی پاکستانی لوگوں کو آپ سے ذاتی سوال کرنے کا خاص شوق ہوتا ہے۔ کیا کرتی ہو، کیا پڑھا ہے، کتنی تنخواہ

ہے وغیرہ وغیرہ جیسے سوالات کی اس کو عادت پڑ چکی تھی۔اور یہ اماں جی بھی پاکستانی ہونے کا پورا ثبوت دے رہی تھیں۔

اس کے بیگ میں پڑا فون زور زور سے بجنے لگا۔

اس نے معذرت کی اور پھر اجازت مانگی۔

"اماں آپ کو برا تو نہیں لگے گا، مگر کیا میں دو منٹ اپنا فون دیکھ لوں؟ پھر چلتے ہیں۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔"

اس نے پیچھے کو جھک کر بیگ سے فون برآمد کیا اور حسبِ توقع نمبر پہ لکھا نام دیکھ کر دل کی دھڑکن بڑھ گئی۔چہرے پہ لالی آ گئی۔

وہ مسکراتے ہوئے سکرین کو دیکھ رہی تھی، جس پہ ویڈیو کال لکھا آرہا تھا۔

اماں اس کو مسکراتا دیکھ کر پوچھنے لگیں۔

"بیٹی کس کا فون ہے؟ اٹھا لو۔"

وہ چونک کر بولی۔

"پلیز آپ برا مت منانا، میرے شوہر کی کال ہے۔ میں صرف دو منٹ بات کروں گی۔"

اماں جی نے کہا۔

"کوئی بات نہیں، ابھی تو دس بجے ہیں۔ گھر دیکھنے کا وقت سوا دس بجے کا ہے۔"

دینہ نے کال لے لی۔

اگلے پل نیوی سوٹ پہ سرخ ٹائی لگائے ہشاش بشاش اور تازہ دم دکھتا عمید سکرین پہ روشن ہو کر کہہ رہا تھا۔

"مجھے تو لگا آفس میں ہو گی، میری کال ٹرخا دی جائے گی۔"

دینہ نے ایک چور نگاہ اپنی کلائنٹ پہ ڈالی اور جلدی جلدی میں بولی۔

"عمید میں اس وقت اپنی ایک کلائنٹ کو ایک گھر دکھانے لے جا رہی ہوں۔ تم سے بات کرتے کرتے میں ڈرائیونگ بھی کر رہی ہوں۔"

عمید نے گاڑی چلانے کے دوران کال پہ بات کرنے سے منع کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں، تم ایسا نہیں کرو گی۔ میں بعد میں کال کر لوں گا۔ میں میٹنگ کے لیے جا رہا تھا مگر میرا دل کیا میں تمہیں دیکھوں۔ پھول مل گئے؟"

پہلی بات پہ وہ بلش کر رہی تھی مگر دوسری بات پہ ایک دم الرٹ ہو گئی اور بولی:

"عمید پھول بہت پیارے ہیں، بہت شکریہ۔ مگر میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

"بولو۔"

"مجھے غلط مت لینا۔ تمہارے بھیجے سب پھول میں نے سنبھالے ہوئے ہیں۔ میرا کمرہ پھولوں کی دکان بنا ہوا ہے۔ مگر عمید تمہیں دن میں دو دفعہ اتنے مہنگے پھول بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ جلدی سے بولا۔

"میں جانتا ہوں کہ پھولوں کی ضرورت نہیں ہے مگر میں اپنی چاہت سے بھیجتا ہوں کیونکہ مجھے اچھا لگتا ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر ابھی ہم لوگ ایسی عیاشی افورڈ نہیں کر سکتے ہیں عمید کیونکہ ابھی تو نہ ہمارے پاس اپنا گھر ہے اور جو گاڑی ہے وہ تمہیں پسند نہیں ہے۔اس لیے ہمیں نئ گاڑی بھی لینی ہو گی۔ سو چو اگر تم ہر روز کے تین چار سو پاونڈ پھولوں پہ خرچ کر دو گے تو ہم گاڑی کیسے لیں گے ؟"

اس نے بات ختم کی تو گاڑی میں ایک دم خاموشی چھا گئی۔

عمید گلا کھنکار کر بولا۔

"پھول بہت سستے ہیں۔ میں گاڑی کے لیے سیونگ کرلوں گا۔ تم فکر مت کرو۔"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر اس کا جھوٹ پکڑتے ہوئے بولی۔

"عمید، Flux de Fleur کا ایک پھول بھی لیں تو پچاس ساٹھ پاونڈز کا ملتا ہے۔ تم نے کل رات جو پھول بھیجے تھے میں نے ان کی ویب سائٹ پہ دیکھ لیا تھا۔ وہ بکے پورے دو سو ننانوے پاونڈز کا تھا۔ وہ بھی سیل پہ اتنے کا تھا۔ اصل میں اس کی قیمت چار سو تھی۔ اور تم مجھے دن کے دو دو بکے بھیج رہے ہو۔ ایک ہفتے کے اندر اندر تین ہزار پاونڈز تو تم نے پھولوں پہ ہی لٹا دیے ہیں۔ میں تمہاری گرل فرینڈ نہیں ہوں۔ اب پلیز مزید اتنے مہنگے پھول مت بھجوانا۔ پیسے جمع کرو۔ اس وقت میرے پاس کچھ پیسے ہیں،

کچھ تم کر و تو ہم لوگ نئ گاڑی کے لیے اپلائی کر دیں گے۔ پھر اس کے بعد گھر کے لیے جمع کریں گے۔"

عمید بولے بغیر یک ٹک سکرین کو دیکھ رہا تھا۔ دینہ کو شک ہوا کہیں سگنل تو نہیں کٹ گیا، اس لیے پوچھنے لگی:

"کیا تمہیں میری آواز آ رہی ہے؟"

"ہاں سن رہا ہوں۔ سن شائین تمہاری پسندیدہ کار کون سی ہے؟"

وہ اس کے سوال پہ فون کو اپنے سامنے ڈیش بورڈ کے پاس سیٹ کر کے اپنا سیٹ بیلٹ لگاتے ہوئے بولی۔

"میں جو کار اس وقت چلا رہی ہوں، یہ میں نے اپنی پسند سے ہی لی تھی۔ مگر چونکہ تمہیں یہ کار پسند نہیں ہے اور تمہاری لمبی ٹانگیں اس میں پوری بھی نہیں آتیں تو اب ہم باہمی مشورے سے کوئی بڑی کار لے لیں گے۔ عمید ابھی مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

وہ جواب میں بولا:

"ہاں مجھے بھی میٹنگ دیکھنی ہے۔ شام کو بات ہوتی ہے۔"

دینہ نے ہاں میں ہاں ملائی۔

"ضرور اور پلیز میری درخواست پہ غور کرنا۔ میں پھول بھیجنے سے منع نہیں کر رہی ہوں بس اتنے مہنگے مت بھیجنا۔"

عمید سنجیدہ لہجے میں بولا:

"آج تک میری زندگی میں میرے والدین کے علاوہ کسی نے مجھ پہ یوں رعب ڈال کر بات کرنے کی ہمت نہیں کی ہے۔"

دینہ ایک سیکنڈ کے لیے بالکل بھول گئی کہ وہ لوگ اس وقت اکیلے نہیں ہیں۔ سینے پہ ہاتھ رکھ کر پلکیں جھپکاتے ہوئے سکرین کو دیکھ کر ادا سے بولی:

"آآآ میری بات میری جان کی انا کو ٹھیس پہنچ گئی ہے؟"

عمید ہنستے ہوئے بولا:

"میں نے ایسا نہیں کہا ہے۔اچھا اگر تم چاہتی ہو کہ میں تمہیں پھول نہیں بھیجوں تو میری بات ماننا ہو گی۔میں تمہیں میسج کروں گا۔"

دینہ نے اوکے کہہ کر کال کاٹ دی۔

گاڑی اسٹارٹ کر کے پارکنگ سے نکال رہی تھی جب مسز انور نے کچھ یاد آنے پہ کہا:

"دینہ بیٹی مجھے یاد آیا ہے کہ آج تو میری ڈاکٹر کے ساتھ میٹنگ ہے۔دیکھو کیسا ذہن ہے دو جگہ پہ ایک ہی وقت میں بکنگ کروالی ہے۔"

دینہ نے کار ایک طرف روکتے ہوئے افسوس کا اظہار کیا مگر اس کو یہ بات انتہائی عجیب بھی لگی کہ عین وقت پہ وہ اپنے ڈاکٹر سے لیے وقت کا ذکر کر رہی تھیں۔

مگر دینہ اور کیا کہہ سکتی تھی۔ اس نے مسکراہٹ کے ساتھ ہی بات کی۔

"کوئی بات نہیں ہے۔ آپ ڈاکٹر کے پاس چلی جائیں، میں آپ کو کسی اور مناسب وقت میں گھر دکھادوں گی۔ اگر آپ چاہیں تو ایسے مزید گھر آپ کے لیے ڈھونڈ لوں گی۔"

"بہت بہت شکریہ، جیتی رہو۔"

دینہ نے بھی ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے پوچھا:

"آپ کو کہاں پہ ڈراپ کروں؟"

"مجھے یہیں اتار دو۔ میرا ڈرائیور مجھے لے جائے گا۔"

دینہ تو حیرت کی زیادتی سے کچھ کہہ بھی نہ پائی۔ مسز انور جیسے ہی اس کی چھوٹی سی کار سے نکلیں، یہ بڑی سی سیاہ شیشوں والی سیاہ ایس یو وی ان کے پاس آکر رکی۔ دینہ نے گردن گھما کر دیکھنا چاہا مگر ڈرائیور کی شکل نہ دیکھ پائی۔

دو تین سیکنڈ میں وہ گاڑی اماں جی کو ساتھ لے کر وہاں سے نو دو گیارہ ہو گئی۔

دینہ نے اپنی کار واپس آفس کی پارکنگ میں لگائی اور اپنا سامان لے کر عمارت کے اندر جا کر سیدھی کرسٹی کے پاس گئی۔

اپنا سامان اور پھول اپنے ڈیسک پہ رکھتے ہوئے وہ غصے سے کرسٹی کو اپنے ساتھ ہونے والے غیر معمولی حادثے کے بارے میں بتا رہی تھی۔

"کرسٹی تم یقین کرو گی، ان اماں کے پاس نہ صرف چمکتی نئی گاڑی تھی بلکہ ایک عدد ڈرائیور بھی تھا۔ اور وہ کیسے خود کو بے چاری سی شو کر کے میرے ساتھ جا رہی تھیں۔ یار یہ ہمارے لوگ نہ جانے کب پروفیشنل ہوں گے۔ میرا اتنا وقت ضائع کر دیا، ابھی تک میں اپنا کتنا کام نمٹا چکی ہوتی۔"

لنچ تک اس کا موڈ خراب ہی رہا۔ لنچ میں عمید کا میسج آیا۔ اس نے عمید کو بھی سارا واقعہ سنایا۔ جواب میں وہ بولا :

"بہت لاپرواہ لوگ ہیں۔"

مگر جلد ہی عمید کی پھولوں والی شرط سن کر اس کا دھیان بٹ گیا۔

"بتاؤ کیا چاہتے ہو؟"

"میری فرمائش بہت سادہ ہے۔"

"بتاؤ۔"

فوری جواب آیا:

"اپنے لیپ ٹاپ کا پاس ورڈ بدلو۔"

دینہ نے جلدی میں جواب دیا:

"پہلے ہی تمہارے کہنے پہ بدل دیا تھا۔"

اس نے کہا:

"میری مرضی کا رکھو گی۔"

"وہ کیا؟"

"عمید میری جان۔"

دینہ نے جواب میں لکھا:

"ہرگز نہیں۔"

پھر وہ کتنی دیر تک سکرین کو دیکھتی رہی۔ دوسری طرف سے میسج پڑھ لیا گیا تھا مگر جواب نہیں دیا۔

ابھی گھر کے اندر داخل بھی نہیں ہوئی تھی کہ ایک اور وین گھر کے سامنے رکی۔ ڈرائیور نے باہر نکل کر وہیں سے آواز لگائی:

"پنتالیس نمبر گھر، دینہ عمید؟"

دینہ نے مڑ کر ہاں میں جواب دیا۔

"دینہ میرے پاس آپ کے نام کی ڈلیوری ہے۔"

دینہ کچھ کہہ نہ پائی۔ پھول تو اس کے ہاتھ میں تھے، اب کس چیز کی ڈلیوری تھی۔

وہ آدمی وین میں سے مختلف رنگوں اور ساخت کے پھولوں سے بھرا گلدستہ لے کر اس کی جانب آیا۔

دینہ یہی سمجھی عمید نے آج غلطی سے دو گلدستے ایک ساتھ بھیج دیے ہیں۔ مگر جب اگلے دس منٹ میں اس کو مزید چھ گلدستے موصول ہوئے جو ایک سے بڑھ کر ایک تھے، تو دیکھنے والی کی طبیعت ایک دم فریش ہو گئی۔

گھر پہ اس وقت کوئی نہیں تھا۔ ممی اور اماں کسی کے عقیقے پہ گئی ہوئی تھیں۔ فرید حسبِ معمول اپنی ورکشاپ پہ تھا۔

تمام سات کے سات گلدستے عمید کی طرف سے آئے تھے۔ اس نے آخری ملنے والا گلدستہ دروازے کے پاس رکھ کر فوری فون نکال کر عمید کو کال ملائی۔

تیسری بیل پہ کال اٹھا کر صرف اتنا کہا:

"جی؟"

دینہ کو پیچھے سے آنے والی آوازوں سے اندازہ ہوا کہ وہ کہیں کھانے پہ موجود تھا۔ چمچ کی پلیٹ سے ٹکرانے کی آواز کے ساتھ ساتھ لوگوں کی باتوں کی آواز بہت واضح تھی۔

دینہ بولی:

"اگر مزید گلدستہ آیا تو میں لینے سے انکار کر دوں گی۔"

وہ اسی سنجیدگی سے آہستہ آواز میں بولا:

"کوئی بات نہیں وہ گھر کے باہر چھوڑ دیں گے۔"

وہ بے بسی سے چلائی:

"عمید؟"

وہ اسی تحمل سے بولا:

"جی؟"

اسی وقت باہر بیل ہوئی۔

دینہ نے کھڑکی سے دیکھا۔ باہر کوریئر والا چار قسم کے رنگوں میں ٹیولپس لیے کھڑا تھا۔

دینہ نے کال پہ رہتے ہوئے ہی دروازہ کھول کر پارسل وصول کیا اور شکریہ ادا کرکے دروازہ بند کرکے عمید سے پوچھا۔

"یہ سلسلہ کب تک چلے گا؟"

وہ دوسری جانب جرمن میں کسی کی بات کا جواب دینے کے بعد دھیمے سے بولا۔

"پاس ورڈ۔"

دینہ غصے سے بولی:

"عمید تم جانتے نہیں ہو کہ تم کس کے ساتھ پنگا لے رہے ہو۔ ابھی کہ ابھی یہ ڈلیوری کا سلسلہ رکوا دو ورنہ بہت پچھتاوا ہو گا۔"

اتنے دنوں سے وہ اس کے مزاج کی عادی ہوتی جا رہی تھی۔ وہ میٹنگ میں بھی ہوتا تب بھی اس کی کال لے لیتا۔ کان میں ائیر پوڈ پہ اس کو سنتا رہتا، ساتھ ساتھ اپنے اسٹاف کو ہدایت دینے کے دوران آواز کو بہت کم کر کے اس کو بھی جواب دیے جاتا۔ وہ اصرار کرتی کہ بعد میں فون کر لے گی تو یہ کہہ کر بات ختم کر دیتا کہ

"میں تمہاری آواز سننا چاہ رہا تھا۔ اچھا ہوا تم نے کال کر لی۔"

ابھی بھی وہ جن لوگوں کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا، ان کی گفتگو میں حصہ ڈالنے کے دوران فون پہ اس کو بھی پورے غور سے سن رہا تھا۔

دینہ کی بات پہ وہ آرام سے بولا:

"دیکھتے ہیں کہ کس کی جیت ہوتی ہے۔"

دینہ غصے سے بولی:

"عمید آخری موقع دے رہی ہوں۔ پلیز مان جاؤ۔"

عمید کا جواب تھا:

"مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی ہے کہ تمہیں لگتا ہے تم جیت جاؤ گی۔ اسی جذبے کے ساتھ کھیلنا چاہیے۔"

دینہ نے میز پہ رکھے کاغذات میں سے ایک صاف کاغذ لیا۔ اس کے اوپر اپنے لپ لائنر کی مدد سے لکھا:

"Please leave my parcel outside this door. Thank you."

اس نے یہ کاغذ دروازے کے باہر رکھا اور دروازہ بند کر کے اپنے کمرے کا رخ کیا۔

اس دوران وہ کچھ نہیں بولی۔

اس نے اپنا فون ڈریسنگ ٹیبل پہ رکھا۔ اپنی کپڑوں کی الماری میں گھس کر ایک بھرا ہوا بیگ برآمد کیا۔

بیگ کی گرہ کھول کر اس نے اس میں موجود اپنے کپڑے نکالے۔ بہت احتیاط کے ساتھ بیڈ پہ مخصوص انداز میں رکھ کر ان کپڑوں کی ایک عدد تصویر اتار کر ونزویو کی سیٹنگ سے عمید کو بھیج دی۔

وہ سکرین کو دیکھتی رہی۔ پانچ سیکنڈ بعد تصویر کو کھولا گیا۔ واپس جواب آنے میں پانچ منٹ لگ گئے۔ اس دوران باہر ایک اور پارسل آگیا، جو دینہ نے خود نیچے جا کر وصول کیا۔

واپس کمرے میں آئی تو عمید کا جواب آیا تھا:

"اس تصویر میں اتنی طاقت نہیں ہے۔ بہرحال کوشش کے دس بٹا دس دیتا ہوں۔"

دینہ کو جواب پڑھ کر مزید غصہ آیا۔ اس نے لکھ کر بھیجا:

"یہ تصویر تمہارے لیے ایک وارننگ تھی۔"

مزے کی بات یہ تھی کہ دونوں ابھی تک کال پر ہی تھے، مگر اب بولنے کی بجائے بات ٹائپ کر کے کی جا رہی تھی۔

"وارننگ والی بات" یہ آنکھ مارنے والی ایموجی کے ساتھ لکھا آیا:

Try harder!""

دینہ دو چار منٹ سکرین کو دیکھتی رہی۔ پھر اس نے وہ فیصلہ کیا جس نے اس کو خود بھی حیران کر دیا۔

اس نے اٹھ کر لباس تبدیل کیا۔ بیڈ پہ پہلے سے نکال کر رکھے کپڑے پہنے، اپنے بال کھول کر ایک کندھے پہ گرائے اور اپنی سیلفی لے کر بھیج دی۔
تصویر ونز ویو میں ہی گئی تھی۔

جیسے ہی تصویر کھلی، لائن کی دوسری جانب عمید کو اچھو لگ گیا۔ کھانستے کھانستے اس کے منہ سے خود کے لیے گالی نکل گئی۔

دینہ کا ہنسی سے برا حال ہو گیا، مگر اس نے آواز نہیں نکالی تاکہ عمید کو خبر نہ ہو کہ وہ ہنس رہی ہے۔ کافی دیر بعد وہ بولا:
"مجھے تم سے اتنے ظالم رویے کی امید نہیں تھی۔ میرے سینے میں چھرا گھونپنے کے بعد دانت نکالے جا رہے ہیں۔"

اس کی اس بات پہ وہ جو چوری ہنس رہی تھی، اس نے کھل کر اپنی جیت کا جشن مناتے ہوئے قہقہہ مارا۔

وہ معذرت کر کے اپنے میز سے اٹھ کر کہیں جا رہا تھا۔ دو چار منٹ خاموش رہا۔ دروازے کھلنے اور بند ہونے کی آواز آتی رہی۔

اینڈ پہ کار کے دروازے کی آواز آئی۔

پیچھے بالکل خاموشی تھی۔ عمید نے اپنی جانب کا کیمرہ آن کیا۔

سکرین پہ اس کا چہرہ نظر آتے ہی دینہ کی نگاہوں نے خوش ہو کر اس کے سراپے کو والہانہ انداز میں دیکھا۔

وہ پوچھنے لگی:

"تم ڈنر سے کیوں اٹھ کر آ گئے؟"

وہ گاڑی کی سکرین سے سامنے دیکھتے ہوئے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر کر بولا:

"مجھے غصہ آ رہا ہے۔"

دینہ نے مسکراہٹ دبا کر پوچھا:

"کس پہ؟ مجھ پہ؟"

"نہیں یار۔۔۔ میں نے اپنے اسسٹنٹ کو میسج کیا ہے کہ وہ میرے لیے گلاسگو کی سیٹ کا پتا کرے۔ آگے سے وہ الو کا پٹھا مجھے یہ بتا رہا ہے کہ میں نہیں جا سکتا ہوں۔"

دینہ کو اس کے چہرے پہ نظر آنے والی بے بسی پہ رج کے پیار آ رہا تھا مگر پھر بھی مزا لیتے ہوئے بولی:

"وہ کسی وجہ سے ہی ایسا کہہ رہا ہو گا۔"

"یہ جن کے ساتھ ہمارا آج ڈنر ہے، یہ لوگ رشیا سے آئے ہیں۔ان کے ساتھ ہماری کل سے بات چل رہی ہے۔ابھی کسی بات پہ اتفاق نہیں ہو پا رہا ہے۔میرا یہاں ہونا ضروری ہے، ورنہ یہ لوگ کل صبح واپس چلے جائیں گے۔"

وہ بہت پیار سے بولی:

"عمید۔"

وہ کسی ناراض بچے کی طرح کیمرے میں دیکھنے لگا۔

دینہ کی پھر سے ہنسی چھوٹ گئی،اب کی دفعہ وہ بھی دھیمے سے مسکرا رہا تھا۔

دینہ اس دوران اپنا لباس تبدیل کر کے کالے رنگ کا سلک کا کو-آرڈ سیٹ پہن چکی تھی۔

عمید نے کیمرہ آن کرنے کا کہا تو اس نے فون اپنے سامنے بیڈ پہ رکھ کر کیمرہ چلا دیا۔اب وہ آمنے سامنے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

عمید نے گہری سانس بھری۔ وہ ایک دم سنجیدہ سا ہو گیا تھا۔

دینہ نظر چراتے ہوئے اپنا نچلا ہونٹ دبا رہی تھی۔ وہ بات بدلنے کو پوچھنے لگی:

"اب تو پھولوں کی ڈلیوری نہیں آئے گی نا؟"

عمید نے مسکرا کر بتایا:

"دس پارسل ابھی باقی تھے۔ جیمز کو کہہ دیا ہے کہ کینسل کروا دے۔"

دینہ نے تاسف سے سر ہلایا:

"اس سب کی کیا ضرورت تھی؟ پہلے ہی میری بات مان جاتے۔"

عمید نے جتایا:

"تم بھی تو میری بات نہیں مان رہی ہو۔ اچھا چلو پاس ورڈ کو گولی مارو، میں تمہاری ٹکٹ کرواتا ہوں، تم یہاں آ جاؤ۔"

دینہ نے اس کی پوری بات سنی اور پھر سمجھاتے ہوئے بولی:

"تم بہت مصروف ہو۔ ایسے میں وہاں آ کر کیا کروں گی؟ ویسے بھی ہم فون پہ تو ہر وقت رابطے میں ہیں۔ جب تم کام سے فارغ ہو جاؤ گے تب آرام سے گھر آ جانا۔"

وہ ابھی مزید کچھ کہتا مگر اس کی گاڑی کی کھڑکی پہ کسی نے دستک دی تھی۔

دستک دینے والا یقیناً اس کا اسسٹنٹ جیمز تھا۔ اس کو دو منٹ کا اشارہ کر کے وہ دینہ سے بولا:

"مجھے ابھی جانا ہے۔ تم نے یوں اچانک سے بغیر کسی وارننگ کے اپنی تصویر بھیج کر میرے سارے نظام کی ماں بہن ایک کر دی ہے۔ میں کال بند کر رہا ہوں کیونکہ پہلے ہی میرے دماغ کے ننانوے فیصد سیل تمہارے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ باقی ایک فیصد سے کام لے کر آج کی رات گزارنی پڑے گی۔ اور اگر تم میرے ساتھ کال پہ رہ کر یونہی ہنستی رہی تو وہ

بچا کچا ایک فیصد دماغ بھی کام نہیں کرے گا۔ اللہ حافظ، میں تم سے جلد ملوں گا۔"

کال بند ہو گئی۔

مگر دینہ کتنی دیر تک فون ہاتھ میں لیے بیٹھی رہی۔ اس نے فون کی گیلری کھول کر عمید کے لیے گئے سکرین شارٹس دیکھے۔ وہ ہر دفعہ اس کو بتائے بغیر ویڈیو کال کے دوران اس کے سکرین شارٹس لیتی تھی، پھر بعد میں جو صحیح لگتا رکھ لیتی، جو کلیئر نہ ہوتا اس کو ڈیلیٹ کر دیتی۔

اس کے دل میں عمید کا ردعمل پیوست ہو گیا۔

وہ اکیلی بیٹھی سوچے جا رہی تھی کہ ایسا تو ہرگز نہیں ہے کہ میں کوئی بہت حسین ترین لڑکی ہوں، مگر جب عمید مجھے دیکھتا ہے اور جن نظروں سے مجھے دیکھتا ہے، جس طرح کا ردعمل دیتا ہے، مجھے ایسا محسوس کرواتا ہے جیسے میں بہت زیادہ حسین لڑکی ہوں۔

باہر ممی کی گاڑی رکی۔ دینہ نے فون ایک طرف رکھا اور نیچے آگئی۔ ابھی اس کو سارے پھول پانی میں رکھنے تھے اور مما اور نانی کے سوالوں کے جواب بھی دینے تھے۔ سیڑھیاں اترتے ہوئے اس کو اپنی دوست ایمان کا خیال آیا جو اسی ہفتے امریکہ سے واپس آرہی تھی۔ ابھی تو اس کو اپنی شادی کا بھی نہیں بتایا تھا۔ دینہ کو انتظار تھا کہ وہ واپس آجائے پھر کسی دن ڈنر یا لنچ پہ اس کو بتادے گی۔

****

وہ آفس میں ہی تھی جب اس کو ایمان کا میسج ملا۔

"میں واپس آگئی ہوں۔ پہلی فرصت میں مجھے کال کرو یا ملنے کا پروگرام بناؤ۔ اف اللہ اتنی چغلیاں کرنی ہیں۔"

میسج پڑھ کر وہ کھل کر مسکرائی اور جلدی سے جواب لکھنے لگی:

"ہائے اللہ تیرا شکر ہے تم آگئی ہو۔ تم نے تو مئی کے آخر میں آنا تھا، اپریل ختم ہونے سے پہلے کیسے واپسی ہو گئی؟"

"کچھ مت پوچھو!! ثمرین آپی کا اپنے منگیتر سے کوئی جھگڑا ہو گیا ہے۔ دن رات رو رو کر اس نے ہماری جان کھائی ہوئی ہے۔"

دینہ نے حیرت سے پوچھا:

"ارے ثمرین آپی کی منگنی ہو گئی ہمیں پتا ہی نہیں ہے۔"

یہ بات کرتے ہوئے دینہ کو یاد آیا اس نے شادی کر لی ہے اور اپنی دوست کو ابھی تک نہیں بتایا۔

ایمان بتا رہی تھی:

"ارے یار تم سے کیا چھپانا۔ دراصل ثمرین نے بوائے فرینڈ بنایا ہوا تھا۔ پچھلے دنوں ان کی آپس میں کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے جس کی بنا پر ان کا بریک

اپ ہو گیا ہے۔ یاد ہے نا میں نے ذکر کیا تھا کہ ثمرین کے ہاتھ میں سونے کی چڑیا ہے۔ جس چیز پہ ہاتھ رکھتی ہے اسے میسر ہو جاتی ہے۔ وہ سونے کی چڑیا اس کا بوائے فرینڈ ہی تھا۔ اتنے اتنے مہنگے تحفے، سال میں کوئی دس دفعہ تو دونوں دنیا گھومنے کے لیے مختلف ملکوں میں جاتے تھے۔ اب وہ سب عیاشی چھن جانے پہ ثمرین کی دنیا اجڑی ہوئی ہے۔ اس کی بھوک پیاس چلی گئی ہے۔ وہ چاہ رہی ہے کسی طرح بس اس کا بوائے فرینڈ واپس آ جائے۔ اسی سلسلے میں ہم لوگوں کو جلدی واپس آنا پڑا ہے کیونکہ اس لڑکے کی فیملی میں کوئی فنکشن آ رہا ہے۔ ثمرین چاہتی ہے کہ میں اس کے ساتھ چلوں۔"

مزید فیملی کا حال احوال جاننے کے بعد ایمان نے کہا:

"ایک دو دن میں فارغ ہو کر تمہیں کال کروں گی، پھر ملنے کا پروگرام بناتے ہیں۔"

"ہاں ضرور۔ میرے پاس بھی تمہارے لیے بہت خبریں جمع ہیں، مل کر بات کریں گے۔"

دینہ اپنے کام سے لگ گئی۔

لنچ کے وقت اس کو مما کا پیغام وصول ہوا:

"گھر کب آو گی؟"

اس نے حیرت سے پوچھا:

"کیا میری یاد آرہی ہے؟"

وہ بھی اس کی ماں تھیں، جواب آیا:

"ہاں، میں نے سیٹنگ روم کی صفائی کی ہے تو سارے پیکٹ باہر پھینکنے کے بعد اب میں تمہیں یاد کر رہی ہوں کہ کب واپس آکر دوبارہ سے کمرے میں گند ڈالو۔"

"مما، صرف ایک دن میں اپنے کھانے پینے کے پیکٹ اٹھانا بھول گئی ہوں اور آپ نے مجھے تعنے مارنے کے لیے آفس میں ہی میسج کر دیا ہے۔"

ممی ساتھ ہی بولیں:

"اچھا زیادہ ڈرامہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فرید کے دوست کی امی کی برسی ہے، اس نے ہم سب کو بلایا ہوا ہے۔ شام کو چھ بجے ختم ہونا ہے، تم آج جلدی گھر آ جانا۔"

دینہ نے جلدی آنے کی حامی بھر کر فون اپنے ڈیسک کے دراز میں ڈال کر اپنے کام پہ فوکس کیا۔ دو گھنٹے بعد اس نے اپنے باس کو ساری رپورٹ دی اور امی کی کال کا بتا کر آفس سے نکل آئی۔

اس کا ارادہ تو یہ تھا کہ گھر والوں کے ساتھ جانے سے پہلے آدھا گھنٹہ آرام کر کے تھوڑا فریش محسوس کرے گی، مگر جس طرح گھر میں تیاری کا شور مچا ہوا تھا، اس کو حیرت نے آن لیا۔ نانی نے بال ڈائی کیے تھے، مما کے

بالوں میں رولرلگے ہوئے تھے۔وہ اپنا بالکل نیا کریم رنگ کا ماریہ بی کا سوٹ استری کررہی تھیں۔نانی اپنے دانتوں پہ داتن ماررہی تھیں۔

فرید البتہ اپنے عام سے انداز میں کمرے میں لیٹ کرٹی وی دیکھنے کے ساتھ ساتھ فون پہ لگا ہوا تھا۔وہ دروازے میں رک گئی۔ہاتھ سے اس کو فون کال میوٹ کرنے کا اشارہ کیا۔

فرید نے کال میوٹ کر کے بھنویں اچکا کر بہن سے پوچھا:

"کیا ہے؟"

"یہ لوگ کسی کی برسی پہ جارہی ہیں یا ولیمے پہ؟"

فرید بولا:

"میں نے ہی بولا ہے،منگتوں والے کپڑے پہن کر میرے ساتھ مت آنا۔اور تمہارے لیے بھی وہی رول ہے،ڈیسنٹ بن کر چلنا ہے۔"

دینہ نے جوابی وار کیا:

"کیا ہم تمہاری سسرال جا رہے ہیں؟"

فرید کے چہرے سے ایک سایہ سا گزر گیا۔

"میری سسرال کو چھوڑو، اپنے شوہر کی بتاؤ۔ کل پرسوں سے تم فون پہ چمٹی نظر نہیں آ رہی ہو۔ تمہارا بندہ کدھر ہے؟"

دینہ پوری طرح عمید کے دفاع میں کودی، یہ جانے بغیر کہ فرید نے نہ تو کال میوٹ کی تھی اور نہ ہی یہ بتایا تھا کہ اس وقت کال پہ دوسری جانب عمید دینہ کو سن رہا ہے۔

"میرا شوہر فارغ آدمی نہیں ہے، نہ ہی وہ آپ کی طرح اپنی ماں کے گھر پہ رہتا ہے، اس لیے وہ محنت کرنے میں مصروف ہے۔"

فرید اس کے اس طرح کے تعنوں کا عادی تھا، اس لیے آرام سے بولا:

"ماں بھی میری ہے، ماں کا گھر بھی میرا ہے۔ تم جا کر منہ دھو لو، کہیں

وہاں میری بے عزتی نہ کروا دینا۔ لوگ کہیں گے اتنا ہینڈسم بھائی ہے، بہن چھپکلی ہے۔"

عمید اس کے کان میں چلایا:

"ابے سالے تو میرے سامنے میری بیوی کو چھپکلی بول رہا ہے؟"

دینہ بولی:

"میں جانتی ہوں تم مجھ سے کتنا جیلس ہوتے ہو۔ تم ہفتے کے سات دن جم کر کے بھی میری طرح سمارٹ نہیں ہو پا رہے ہو، اسی لیے مجھے نام دے کر غصہ دلانا چاہتے ہو تاکہ میں تمہاری طرح جل جل کر اپنا رنگ کالا کروں۔ ویسے میرے پاس تمہارے لیے ایک مشورہ ہے۔"

فرید بولا:

"واہ جی واہ، زندگی میں ایک کام کا فیصلہ کیا کر لیا ہے، ٹڈی جی سمجھتی ہیں وہ بھیڑیے کو مشورہ دینے کے قابل ہو گئی ہیں۔"

دینہ اس کے بیڈ پہ اپنا بیگ رکھتے ہوئے بولی:

"چلو تم آخر مان ہی گئے کہ عمید سے شادی کا فیصلہ ایک اچھا فیصلہ تھا۔"

"ہاں، تمہاری زندگی کا پہلا اچھا فیصلہ۔"

"تم بھی اب حوصلہ کر کے بھابھی کو پرپوز کر ہی دو۔ کب تک دور دور سے ترسے ہوئے عاشق کی طرح دیکھتے رہو گے؟"

اس کی بات پہ فرید نے فوری طور پہ میوٹ کا بٹن دبایا اور گھورتے ہوئے پوچھا:

"کیا بکواس کر رہی ہو؟ کون بھابھی؟"

جس طرح فرید کے چہرے کا رنگ بدلا تھا وہ بات دینہ سے چھپی نہیں رہی تھی۔

وہ دھیمے سے بولی:

"میں سب جانتی ہوں۔ فنزا آپی مجھے بھی پسند ہیں۔ مگر گھر بیٹھ کر چاہتے رہنے سے تو وہ تمہاری نہیں ہوں گی۔ تمہیں ان کو پرپوز کرنا پڑے گا۔"

فرید ساری مروت لحاظ ایک طرف ڈال کر دھاڑا:

Deena get the hell out of my room, "

right now."

وہ اپنا بیگ اٹھا کر دروازے کی جانب جاتے ہوئے بولی:

"میں تم سے ڈرتی ورتی نہیں ہوں۔ بہت جلد میں اپنا گھر لے کر یہاں سے چلی جاؤں گی۔"

جاتے جاتے اس کو تنگ کرنے کی نیت سے اس کے کمرے کی بتی بند کر گئی۔

ممی نے بہت اصرار کر کے اس کو ہلکے لیونڈر رنگ کا دھاگے کی کڑھائی والا سلک کا سوٹ پہننے پہ رضامند کیا، کیونکہ دینہ کے مطابق وہ بہت بھاری کام والا سوٹ برسی پہ پہنے جانے کے لائق نہیں تھا۔ مگر جیسے ہی فرید نے اپنے دوست کے گھر کے سامنے گاڑی روکی اور وہاں جو باہر اکا دکا خواتین نظر آئیں، ان کو فل میک اپ کے ساتھ ایک دم فینسی کپڑوں میں ملبوس دیکھ کر دینہ نے دل ہی دل میں شکر ادا کیا کہ اس نے ماں کی بات مان لی تھی۔ بلکہ اب گاڑی سے نکلنے سے پہلے اس نے اپنے بال چیک کر کے ہونٹوں پہ پنسل لگا کر پھر سے نیوڈ لپ اسٹک کو تازہ کیا۔

وہ عام گھر نہیں تھا، اس کو مینشن کہنا زیادہ مناسب تھا۔ سڑک سے ہٹ کر ایک الگ راستہ اس گھر تک آتا ہے۔ لمبا سا ڈرائیو وے اس وقت رنگ رنگ کی مہنگی گاڑیوں سے بھرا ہوا تھا۔

وہ جھر جھری لے کر بولی:

"فرید بھائی آپ کا دوست کہیں ڈرگ ڈیلر تو نہیں ہے؟"

فرید کے ساتھ ساتھ ممی اور نانی بھی ہنس پڑی تھیں۔ فرید نے سوچا ابھی تھوڑی دیر بعد تمہارا اپتا چلتا ہے کتنی زبان چلتی ہے۔

بالوں کی ڈھیلی سی چوٹی بنا کر نیچے کافی بال چھوڑ کر اس نے پونی پہنی ہوئی تھی۔ پیروں میں نازک سی سلور رنگ کی چھوٹی سی ہیل والی جوتی تھی۔ کانوں میں ڈائمنڈ کے سٹڈ۔ ایک ہاتھ پہ گھڑی، دوسرے پہ

Forever Fendi gold bracelet""

وہ فینسی لگنے کے ساتھ ساتھ بہت سوبر لگ رہی تھی۔

گاڑی سے نکلنے سے پہلے اس نے جلدی سے ایک سیلفی لیکر عمید کے نمبر پہ بھیج کر ساتھ "Miss you" لکھ کر فون بند کر کے اپنے چھوٹے سے ہینڈ بیگ میں رکھ دیا۔

جیسے ہی وہ چاروں گھر کے مین دروازے کے سامنے پہنچے، دروازہ کھل گیا اور سامنے کھڑے چہروں میں سے ایک کو دیکھ کر دینہ پلکیں جھپکنا بھول گئی، بلکہ یوں بت بن گئی جیسے کوئی جن دیکھ لیا ہو۔

جبکہ سفید شلوار قمیض میں ملبوس عمید ہنس ہنس کر ممی لوگوں سے مل رہا تھا۔

فرید نے اس کے کان کے قریب جھک کر کہا:

"ایک سرپرائز تم نے ہمیں دیا تھا ایک دن عمید کو اچانک گھر لا کر، اب ایک سرپرائز میں نے تمہیں دیا ہے۔ چلو اپنی سسرال سے ملو۔"

دینہ کی سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ ہو کیا رہا ہے۔ عمید کے ساتھ تو آج صبح ہی بات ہوئی تھی، وہ بہت مصروف تھا، اس نے کہا تھا آج سارا دن میٹنگز چلیں گی، اس لیے رات کو سونے سے پہلے بات کرے گا۔ مگر اب وہ یہاں کیا کر رہا تھا؟

ابھی وہ اسی شاک سے نہیں نکلی تھی جب ایک خاتون وہاں آئیں۔

ان کو دیکھتے ہی دینہ پہچان گئی، وہ مسز انور تھیں۔ ان کے پیچھے ایک بہت ہی خوبصورت سی نوجوان لڑکی جاندار سی مسکراہٹ لیے کھڑی تھی۔

انہوں نے دینہ کو بہت پیار کے ساتھ اپنے گلے سے لگایا، پھر ماتھا چوما، اس کے اوپر سے پیسے وارے۔

بہت محبت سے کہہ رہی تھیں:

"ماشاءاللہ میری بیٹی پہلی دفعہ اپنے گھر آئی ہے۔"

عمید دھیمی سی مسکراہٹ لیے بہت غور سے اس کے تاثرات پڑھ رہا تھا۔ وہ اس کو ایک طرف لے جا کر تھوڑا ایزی کرنا چاہ رہا تھا مگر اتنے سارے لوگوں کے درمیان ایسا کرنا مشکل لگ رہا تھا۔ وہ فرید کو اپنے بھائیوں سے ملوانے لے گیا۔

دینہ کے اوپر پھول پھینکے گئے۔اسے ایک کمرے میں لے جایا گیا۔وہاں بڑے سے میز پہ کئی اقسام کے کھانے پینے کی اشیاء پڑی ہوئی تھیں،ایک طرف گفٹ باکس رکھے تھے۔جب تعارف ہوا تو پتا چلا مسز انور عمید کی دادی تھیں اور لڑکی طیبہ عمید کی بہن تھی۔

وہ بڑے فخر سے بتا رہی تھیں:

"مجھے عمید سے یہی امید تھی کہ ایک دن فون کر کے کہے گا میں نے شادی کر لی ہے،اور دیکھو اس نے بالکل ایسا ہی کیا ہے۔جب میں نے کہا کہ بیوی کو مجھ سے ملواؤ تو بولا ابھی اس کو آپ کے بارے میں بتایا نہیں ہے۔جب میں نے ڈانٹ کر پوچھا تو کہنے لگا فلاں جگہ کام کرتی ہے،جا کر مل لیں مگر ابھی تعارف مت کروانا۔پھر میں نے طیبہ کو کہہ کر سارا انتظام کروایا اور ہم دادی پوتی دینہ کو ملنے گئے۔جب یہ اپنے آفس پہنچی ہم لوگ پہلے سے وہاں پارکنگ میں تھے،جیسے ہی یہ گاڑی سے نکلی ہے طیبہ نے اس کے بال

دیکھے اور چلا کر بولی:

"ہائے اماں بھابھی کے بال کس قدر لمبے ہیں!"

میں نے تو دینہ کی عمید کے ساتھ فون پہ گفتگو سنی۔ دل اتنا خوش ہوا۔ میں تو ایک اجنبی عورت بن کر اس کے سامنے گئی تھی۔ مجھے اماں کہہ کر مخاطب کیا۔ اور جیسے یہ عمید کو سمجھا رہی تھی کہ پھولوں پہ پیسے ضائع نہ کیا کرو ہم نے ابھی اپنا گھر لینا ہے۔ گاڑی لینی ہے۔ میرا دل خوشی سے سرشار ہو گیا کہ میری بہو ایک گھر بنانے والی لڑکی ہے۔ اللہ کا شکر ہے جس نے اس کو عمید کا نصیب بنایا۔

دادی بتا رہی تھیں، اور طیبہ کی پیاری سی مسکراہٹ ان کے کہے کی تصدیق کر رہی تھی۔

تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد طیبہ مہمانوں کو دیکھنے کے لیے وہاں سے اٹھ گئی۔

وہ ایسے اچانک ایک بالکل انجان آدمی سے شادی کر بیٹھی تھی۔ تب وہ بالکل نہیں ڈری تھی، مگر اس وقت اس آدمی کے خاندان کے درمیان میں گھری بیٹھی بری طرح کانپ رہی تھی۔ اس کے تو خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ عمید اتنی امیر اور اتنی بڑی فیملی سے تعلق رکھتا ہو گا۔

دماغ نے ہوش دلاتے ہوئے آنکھیں دکھا کر احساس دلایا:

یہ کہو نا کہ تم نے بلی کے شکار میں آنے والے کبوتر کی طرح عمید سے متعلق ہر بات سے جانتے بوجھتے آنکھیں میچ رکھی تھیں۔ کیونکہ تم اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھیں کہ کہیں نادانی میں تم نے ایک غلط آدمی سے شادی نہ کر لی ہو یا پھر یہ کہ اس کا خاندان تمہیں ناپسند نہ کرے۔ کیونکہ تمہارے خاندان والے تو جیسے پہلے سے تیار بیٹھے تھے۔

ادھر داماد گھر آیا، ساتھ ہی انہوں نے اس کو سینے سے لگا لیا۔

اب اس کو احساس ہوا کہ کیوں نانی اور فرید نے عمید کے بارے میں اس کا سر نہیں کھایا۔ ان کو یقیناً عمید نے اپنی فیملی کے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا۔ تب ہی وہ لوگ اتنے مطمئن اور خوش تھے۔

مگر اب یہ تین منزلہ وکٹورین زمانے کی تعمیر کا اعلیٰ شاہکار پتھر کا بنا گھر اور اس میں بسنے والے نکھرے نکھرے چہروں اور قیمتی ملبوسات کو دیکھ کر دینہ کا سارا اعتماد ڈگمگا گیا۔

یہ احساس رگ رگ میں سرایت کر رہا تھا کہ وہ دونوں کتنے مختلف ماحول میں رہنے والے لوگ تھے۔ یہ سچ ہے کہ دینہ نے کبھی کوئی مالی محرومی نہیں دیکھی تھی۔ زندگی میں اللہ نے اس کو ہر نعمت سے نواز رکھا تھا۔ مگر اس کے باوجود وہ لوگ ایک خاص طرز کی زندگی گزارنے والے لوگ تھے۔

عمید کے گھر میں صرف آدھا گھنٹہ بیٹھ کر ہی اس کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اس ماحول کی عادی نہیں تھی۔

عمید کے دونوں بڑے بھائی دینہ کو ملنے کے لیے ہال سے گزر کر اپنی دادی کے کمرے میں آئے۔ لڑکیوں کا بس نہیں چل رہا تھا، بچھ بچھ جاتیں۔

آنے والے دونوں آدمی عمید سے بالکل مختلف محسوس ہوئے۔

عمید کی شخصیت میں ایک نرمی تھی جبکہ اس کے بھائی دیکھنے میں ہی کرخت اور بہت سخت مزاج کے لگ رہے تھے۔

ایک نے کالے فارمل ٹراوزرز کے ساتھ کالی ہی بٹنوں والی شرٹ پہن رکھی تھی۔ایک نے کالے کے ساتھ سفید نئ نکور شرٹ زیب تن کی ہوئی تھی۔ سفید شرٹ والے نے اوپر کالے گرم کپڑے کی بنی بمبر جیکٹ پہن رکھی تھی۔ پیروں میں کالے رنگ کے ویلنٹینو تھے۔ہاتھ میں راڈو تھی۔

جب کہ اس کے بھائی نے ایپل واچ پہن رکھی تھی۔ کالی شرٹ کے اوپر گرے اور نیوی ٹارٹن کا بلیزر۔ پیروں میں گوچی کے کالے لوفرز تھے۔

سفید شرٹ والے نے بالوں کی پونی بنائی ہوئی تھی۔ اس کی مونچھیں بڑی بڑی اور داڑھی نہیں تھی۔

کالی شرٹ والے کی داڑھی مونچھیں دونوں ہی بڑی تھیں۔ ان دونوں کی جسامت ایسے تھی جیسے اب تک کی زندگی انہوں نے ورزش کرتے ہی گزاری ہو۔ سنجیدہ کھوجتی ہوئی نگاہیں، لمبے قد، بارعب شخصیت۔

دونوں آکر سلام کرنے کے بعد اپنی دادی کے پاس خاموشی سے بیٹھ گئے۔

دادی نے ممتا بھری نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھ کر دینہ اور اس کی فیملی سے تعارف کرواتے ہوئے کہا:

"یہ میرے بڑے پوتے ہیں۔"

کالی شرٹ والے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"یہ حاتم ہے، اور یہ اس سے چھوٹا حازم ہے۔ ان دونوں کے بعد عمید ہے اور سب سے چھوٹی طیبہ ہے، جس سے آپ ابھی تھوڑی دیر میں ملیں گے کیونکہ وہ باہر مہمانوں کے پاس موجود ہے۔ اور حاتم، یہ عمید کی بیوی دینہ ہے، یہ اس کی ممی ہے اور یہ نانی ہیں۔"

دونوں بھائیوں نے نانی اور ممی کو پھر سے سلام کیا۔ جب دینہ پہ نگاہ پڑی تو دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ حازم کی نظروں میں حیرت تھی جبکہ منہ سے نکلا:

"وہ تو اور۔۔۔"

آگے کی بات حاتم کی جانب سے حازم کے بازو پہ پڑنے والی تھپکی نے وہیں روک دی۔

حاتم اپنی جگہ سے اٹھ کر دینہ کے قریب آیا۔اس نے جیب سے کچھ پیسے نکال کر دینہ کی گود میں ڈالے اور اس کے سر پہ ہلکا سا ہاتھ رکھ کر واپس اٹھاتے ہوئے اپنی بھاری آواز میں بولا:

"فیملی میں خوش آمدید دینہ ،آپ سے مل کر خوشی ہوئی ہے۔"

دینہ جواب میں بس ایک مری سی مسکراہٹ ہی دے پائی۔

حاتم تو اس کو دیکھ کر بس حیران ہی بیٹھا تھا جس پہ دینہ کو یقین ہو گیا کہ یہ دونوں بھائی عمید کی گرل فرینڈ کے بارے میں جانتے تھے۔اور دوسرا یہ بھی تصدیق ہو گئی کہ عمید واقعی میں اس لڑکی سے شادی کرنے والا تھا۔ مگر اس بات سے شاید عمید بھی لاعلم تھا کہ اس کے بھائی اس کی گرل فرینڈ کے بارے میں جانتے ہیں کیونکہ عمید کے مطابق تو اس کے گھر والے لاعلم ہیں۔

دادی اب نانی اماں کو بتا رہی تھیں:

"حاتم تو اچھا خاصا سیانی عمر کو پہنچا ہوا تھا۔ جب مجتبیٰ کا قتل ہوا تھا۔ ماں تو بچاروں کی پہلے ہی کینسر سے لڑ کر چلی گئی۔ ماں کی بیماری کا بھی ان بڑے والوں نے بہت صدمہ دیکھا ہوا ہے۔ دونوں کی عمر میں بس ایک سال کا فرق ہے۔ عمید ان دونوں سے پانچ چھ سال چھوٹا ہے۔ اس لیے بڑے والوں کی آپس میں زیادہ دوستی رہی ہے۔ عمید اور طیبہ کی دوستی ہے۔ خیر یہ تو تب کی باتیں ہیں جب یہ لوگ چھوٹے تھے۔ اب تو چاروں ہی ایک دوسرے کا بہت خیال کرتے ہیں۔ میں نے دن رات اللہ سے دعائیں مانگی کہ ان کا آپس میں سلوک ہو، یہ اکٹھے ہو کر چلیں۔ اللہ کا بڑا شکر ہے اس نے بہت نوازا ہوا ہے۔ تینوں نے مل کر بہن کا رشتہ ڈھونڈ کر اس کی شادی کروائی ہے۔ یہ الگ بات کہ بڑے والے دونوں خود شادی کی طرف نہیں آتے، چالیس کو پہنچنے والے ہیں مگر شادی کی کوئی ٹینشن ہی نہیں ہے۔"

یہ نانی کا چونکہ پسندیدہ ترین موضوع تھا اس لیے وہ جلدی سے فرید کے حوالے سے اپنے خیالات کا ذکر کرنے لگیں۔

"بہن جی ہمارے گھر میں بھی یہی حال ہے۔ فرید دینہ سے اتنا بڑا ہے مگر شادی کا نام ہی نہیں لیتا ہے۔ کئی لڑکیاں بھی دکھا چکی ہوں مگر وہ مانتا ہی نہیں ہے۔ اس کی عمر کے لڑکوں کے بچے جوان ہو رہے ہیں مگر ان کو کوئی فکر ہی نہیں ہے۔"

حاتم بولا:

"ہم لوگ تو جا رہے ہیں، دینہ بیٹی تم بھی یہاں سے اٹھ کر گھومو پھرو۔ یہ خواتین کا پسندیدہ موضوع اب دیر تک چلے گا۔"

اس دفعہ دینہ نروس ہونے کے باوجود کھل کر ہنس پڑی۔ کیونکہ حازم بھی بوریت والے تاثرات لے کر وہاں سے نو دو گیارہ ہونے کے لیے پر تول رہا تھا۔

دونوں بھائیوں کا رد عمل فرید سے کچھ الگ نہیں تھا۔ وہ بھی سدا شادی کے ذکر پہ یونہی محفل چھوڑ دیتا۔ مگر فرید کے اجتناب کی ایک بہت بڑی اور خوبصورت وجہ تھی جس کے بارے میں سب ہی جانتے تھے۔

دینہ نے حاتم اور حازم کو دروازے سے باہر جاتے دیکھ کر سوچا:

"کیا ان دونوں کی زندگی میں بھی کوئی خوبصورت سی وجہ موجود ہے؟"

وہ دادی اور نانی کی گفتگو سے بوریت کا شکار تو نہیں تھی، مگر اس کا ذہن عمید میں اٹکا ہوا تھا۔ آج ان دونوں کو ویڈیو کال پہ بات کیے دو دن ہو رہے تھے۔ اس دوران فون اور میسج پہ بہت تھوڑی بات ہو پائی تھی۔ عمید کو یوں اپنے سامنے دیکھنے کا شاک بھی اب ختم ہو گیا تو اس کو دیکھنے اور اس سے بات کرنے کی خواہش شدت اختیار کر رہی تھی۔ دادی نے کئی بار اس کو دروازے کے اس پار دیکھتے پا کر اپنی ملازم کو آواز لگائی۔

نیلے یونیفارم نما لباس میں ملبوس ادھیڑ عمر خاتون کمرے کے اندر آئی اور مسز انور سے پوچھا:

"مادام آپ کو کچھ چاہیے؟"

"ہاں سوزی، یہ عمید کی مسز ہے۔اس کو باہر طیبہ کے پاس چھوڑ آؤ۔ ہم لوگ بھی تھوڑی دیر تک باہر آجائیں گے۔اور ہاں سنو، میرا بیٹا آیا تو اس کو یہیں لے آنا۔اس نے فون کیا تھا کہ تھوڑا لیٹ پہنچے گا۔نہ جانے کہاں کہاں کی خاک چھانتا پھرتا ہے۔"

دینہ نے اپنا بیگ پکڑا اور سوزی کے ساتھ باہر آگئی۔

کمرے سے نکلنے کے بعد گول ہال تھا، جس کے ارد گرد مختلف دروازے تھے۔نہ جانے کس دروازے کو کھولنا تھا، کسے بند رہنے دینا تھا۔ مگر کونے والے کمرے سے بہت زیادہ آوازیں آرہی تھیں۔ سوزی نے اسی دروازے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"طیبہ اس کمرے میں ہے۔"

وہ سوزی کا شکریہ ادا کر کے بیگ سے فون نکال کر دیکھنے لگی۔ "ہینڈ سم کیلر" کا نام دیکھتے ہی چہرے پہ مسکراہٹ دوڑ گئی۔اس میسج کو آئے پانچ منٹ گزر چکے تھے۔

اس نے سوزی کو کہا کہ آگے وہ خود چلی جائے گی اور عمید کا پیغام پڑھنے لگی۔

"Sunshine, climb the stairs and come meet me in my room, I have to see you before dinner. Waiting for you. Only yours xx"

نیچے اس کے کمرے تک پہنچنے کا راستہ بتایا گیا تھا۔

اس نے سیڑھیوں کی جانب دیکھا اور فون واپس بیگ میں رکھ کر سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ عمید سے ملنے کا سوچ کر ہی اس کی دھڑکن اتھل پتھل ہو رہی تھی۔

دوسری منزل پہ بھی لائن در لائن کمرے بنے ہوئے تھے۔ ایک کمرے میں کھانا لگایا جا رہا تھا۔ اس کے پاس سے نوکر کھانے سے بھری ٹرے لے کر گزر رہے تھے۔ سیڑھیوں کے سامنے بڑا سا دروازہ شاید بالکونی میں کھل رہا تھا۔ وہ چلتی ہوئی اس دروازے کو پار کر کے باہر آئی تو واقعی بہت بڑی بالکونی تھی۔ جس کے دونوں جانب سیڑھیاں تھیں جو واپس نیچے جا رہی تھیں۔ انہی سیڑھیوں سے نوکر کھانا اوپر لے کر آ رہے تھے۔

وہ بالکونی کی ریلنگ کے پاس آئی۔ سورج غروب ہو چکا تھا۔ آخری شعاعیں جانے سے پہلے آسمان پہ لالی بکھیرے ہوئے تھیں۔ ایک طرف سے کالے بادل چڑھ کر آ رہے تھے۔ آسمان سے ہوتی دینہ کی نگاہ جب

نیچے پڑی تو انتہائی دیدہ زیب باغیچہ آنکھوں کے لیے سکون کا باعث ثابت ہوا۔ مختلف رنگ و نسل کے پھولوں اور پھلوں سے بھرے باغ کے ارد گرد آدھا ایکڑ زمین پہ ہری گھاس اگی ہوئی تھی۔ اور گھاس کے آخر پہ ساری پراپرٹی کو آسمان چھوتے درختوں نے گھیرا ہوا تھا۔

دینہ کو خیال آیا رات کے وقت اس بالکونی پہ کھڑا ہوتے کتنا ڈر لگتا ہو گا۔ اس گھر کا باغ "پولکشاز ہاؤس" جیسا محسوس ہو رہا تھا۔ البتہ اس گھر کی عمارت کافی بڑی تھی۔

وہ کچھ دیر وہاں رک کر واپس سیڑھیوں کی جانب آ گئی۔ سیڑھیوں پہ لگے شیشے سے اس نے گھر کے فرنٹ کی جانب دیکھا جہاں گاڑیاں ہی گاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ اور جس تعداد میں کھانا لگایا جا رہا تھا، اس سے تو یہی لگ رہا تھا کہ اس وقت اس گھر میں سو سے زیادہ مہمان موجود ہیں۔

پہلی اور دوسری منزل پہ لکڑی کے فرش کے برعکس تیسری منزل پہ کارپٹ بچھا ہوا تھا، اس لیے اس کی ہیل کی کوئی آواز نہ ابھری۔ جوں جوں وہ عمید کے بتائے کمرے کے قریب ہو رہی تھی، اس کے دل کی دھڑکن اتنی ہی تیز ہو رہی تھی۔

کمرہ ایک کونے میں تھا۔ اس سے پہلے ایک بہت خوبصورتی سے سجایا گیا سیٹنگ روم تھا، پھر ایک چھوٹی سی گلی کے اینڈ پہ عمید کا کمرہ تھا۔

جیسے ہی اس نے تنگ گلی میں پیر رکھا، اس کے کانوں میں ایک نسوانی آواز پڑی:

"بیبی پلیز، تم اتنے سنگ دل تو نہیں تھے۔ ہمارے درمیان فقط ایک غلط فہمی ہوئی ہے اور میں اس غلط فہمی کو دور کرنا چاہتی ہوں۔ تم مجھ سے اتنی محبت کرتے ہو، میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ میں نہیں مانتی کہ اب میں تمہیں پسند نہیں ہوں۔"

اگلی آواز عمید کی تھی:

"اب ان باتوں سے کچھ نہیں ہونے والا۔ میں نے شادی کر لی ہے۔"

"میں ایسی کسی شادی کو نہیں مانتی ہوں۔ تم غصے میں تھے، تم سے غلطی ہو گئی ہے۔ میں یہ سب اگنور کرنے کو تیار ہوں۔ جس دن تم فلیٹ سے گئے، میں نے طیبہ سے تمہارے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا تم تو گھر نہیں آئے ہو۔ میں تمہارے پیچھے جرمنی گئی، تم وہاں بھی نہیں تھے۔ مجھے احساس ہوا تم مجھ سے کتنا پیار کرتے ہو۔ اور مجھ سے دوری تمہیں کتنا متاثر کرتی ہے۔ تم نہ جانے کہاں دو دن گزار کر خود کو کمپوز کر کے واپس کام پہ گئے تھے۔ کیونکہ تمہاری ہمسائی نے بتایا تھا کہ تم پیر کو واپس آئے تھے۔"

کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ دینہ کے جوتے کارپٹ میں دھنسے ہوئے تھے۔ جان نکلتی محسوس ہوتی ٹانگوں سے دو قدم اٹھائے۔ ابھی بھی

کمرے کے اندر کا احوال نظر نہ آ رہا تھا۔ایک طرف دروازے کے فریم سے لگ کر ہلکا سا اندر جھانکا۔

عمید کے ساتھ ایک لڑکی کو دیکھ کر اس کے پیروں سے زمین نہیں نکلی۔ مگر جو لڑکی اس وقت وہاں عمید کا ہاتھ تھامے کھڑی تھی،اس لڑکی نے دینہ کے قدم لڑکھڑا دیے۔

وہ ہمیشہ سے سمی آپی کی مداح رہی تھی،۔کچھ لوگ ہوتے ہیں جن کو خوبصورت لگنے کے لیے سو جتن کرنے پڑتے ہیں۔ سکن اچھی ہو گی تو بال روکھے ہوں گے، بال اچھے ہوں گے تو چہرے پہ دانہ نکل آئے گا۔اگر صورت اچھی ہو گی تو پہننے اوڑھنے کی تمیز نہیں ہو گی،اگر فیشن سینس اچھا ہو گا تو پہنا ہوا اتنا سجتا نہیں۔ مگر ثمرین آپی عرف سمی ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہیں جو ہر حال میں، ہر لباس میں، ہر جگہ لاجواب ہی لگتی ہیں۔کمر تک آتے سلکی بال جو ہر وقت کیرٹن کیے ہوتے تھے۔دینہ کو یہ

بھی علم تھا کہ وہ ہائی اینڈ سیلون سے ہر مہینے بیوٹی ٹریٹمنٹ لیتی تھی۔اس کے ہاتھ پیر کسی باربی ڈول جیسے سفید، گلابی اور نرم ملائم تھے۔اس کا قد بھی دینہ سے لمبا تھا۔دینہ نے سوچا: "اس عورت کے سامنے میرا تو کوئی چانس ہی نہیں ہے۔"

سیڑھیوں کی جانب سے باتوں کی آواز پہ وہ جلدی سے بھاگ کر سیٹنگ روم کے بھاری پردوں کے پیچھے چھپ گئی۔

وہاں کتنی دیر کھڑے رہ کر اس نے اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کر لمبے لمبے سانس لے کر اپنے حواس پہ تھوڑا قابو کیا۔

اس کو نہیں خبر کہ اوپر کون آیا تھا، یا یہ کہ کیا عمید اور سمی ابھی تک کمرے میں ہی تھے۔وہ تیزی سے بھاگتے ہوئے سیڑھیاں اتر کر دوسری منزل پہ آئی۔پھر وہاں سے کھلی ہوئی بالکونی کی سیڑھیوں سے اتر کر باہر باغ میں

چلی گئی۔ اندھیرا ہو چکا تھا مگر گھر کے چاروں طرف بہت سی مصنوعی بتیاں جل رہی تھیں۔ اوپر سے بارش شروع ہو گئی۔

وہ گھر کے اندر نہیں جانا چاہتی تھی۔ باغ کا چکر لگا رہی تھی۔ جب بیرونی دروازے کی جانب دیوار کے ساتھ بنا پرانا سا گزیبو نظر آیا جو پھولوں والی بیل کے ساتھ پوری طرح ڈھکا ہوا تھا۔

وہ بارش اور لوگوں سے بچنے کے لیے اس کے اندر ہو کر دیوار کے ساتھ بنی ماربل کی ٹھنڈی سیٹ پہ بیٹھ گئی۔ بارش کی وجہ سے اس کے بال ماتھے سے چپک رہے تھے۔ دوپٹہ پوری طرح بھیگ چکا تھا، مگر وہ جیسے ہر احساس سے بے نیاز ہو کر بالکل خاموش بیٹھی گزیبو کے باہر لگی گارڈن کی بتیوں میں بارش کی بوندوں کو گرتے دیکھتی رہی۔ کیونکہ وہ گھر کے دروازے کے قریب تھی، اس لیے آنے جانے والے مہمان اور نوکروں کی باتیں بھی سن رہی تھی۔

ایک ہی سوال بار بار اس کے دماغ میں ہتھوڑے کی طرح لگ رہا تھا: ''اب کیا ہو گا؟'' وہ اس سے آگے سوچنے سمجھنے سے قاصر تھی۔ اس کو اور عمید کو ملے تین ہفتے گزر چکے تھے۔ ان تین ہفتوں میں وہ دونوں بہت قریب آ گئے تھے۔ جو آپس میں انڈر اسٹینڈنگ کا سفر عام جوڑے شاید شادی کے ایک سال میں طے کرتے ہوں گے، ان دونوں نے وہ سفر تین ہفتوں میں کر لیا تھا۔

جو خیال بار بار دینہ کی آنکھوں میں جلن پیدا کر رہا تھا وہ عمید کی دوستی کی عادی ہو گئی تھی۔ اس کو عمید سے گھنٹوں بے فضول سی باتیں کرنا اچھا لگتا تھا۔ اس کو دونوں کا صبح مل کر دو مختلف ملکوں میں ہونے کے باوجود اکٹھے ناشتہ بنا کر کھانا اچھا لگتا تھا۔ دینہ کو چونکہ کھانا بنانا نہیں آتا تھا، تو وہ ہر روز انڈہ ابال لیتی۔ جبکہ عمید کبھی آملیٹ بناتا، کبھی بینز اور ٹوسٹ بنا کر کھا رہا ہوتا۔

وہ اپنے گھر میں ہوتے کپڑے نہیں پہنتا تھا۔ پہلے پہل وہ سکرین کی جانب دیکھنے سے گریز کرتی، مگر پھر اس کے اس انداز کی عادی ہو گئی کہ وہ گھر کے اندر بس شارٹس میں ہی رہتا ہے۔

اس کو صبح کے وقت والا عمید سب سے زیادہ پسند تھا۔ بال ماتھے پہ بکھرے ہوتے، جمائیوں پہ جمائیاں لیے جاتا۔ مگر جب ایک دفعہ وہ شاور لے لیتا تو اس کی آنکھیں پوری طرح کھل جاتی تھیں۔

وہ یہ بھی جان گئی تھی کہ اس کو دہی میں چینی کی بجائے مختلف پھل ڈال کر کھانا پسند ہے۔ ہفتے کے پانچ دن اس کے پسندیدہ ریسٹورنٹ سے کھانا بند کر کے اس کی فریج میں آجاتا، دو دن وہ باہر جا کر کھاتا۔

وہ ہر روز اپنے بیڈ کی شیٹس بدلتا تھا، ورنہ اس کو نیند نہیں آتی تھی۔

اس کی خود ترسی کی سوچوں میں بریک عمید کی آواز سے لگی:

"کیا تم لوگوں نے دینہ کو باہر جاتے دیکھا ہے؟"

دینہ نے سانس روک لی۔ وہ کس سے پوچھ رہا تھا؟

اگلے پل اس بات کا جواب مل گیا۔

بھاری مردانہ آواز یقیناً حاتم تھا، جو اپنے بھائی کو کہہ رہا تھا:

"ہم لوگ پندرہ منٹ سے یہاں کھڑے ہیں، ہم نے تو دینہ کو ادھر آتے نہیں دیکھا۔ باہر ویسے بھی بارش ہو رہی ہے، اندر ہو گی۔"

عمید پریشانی سے بولا:

"اندر نہیں ہے یار، میں اس کو ہر جگہ دیکھ آیا ہوں۔ تم اپنے فون پہ سی سی ٹی وی سے دیکھ کر بتاؤ کیا وہ تیس منٹ پہلے اوپر میرے کمرے میں گئی تھی؟"

تیسری آواز حازم کی تھی، جو بہت تسلی سے کہہ رہا تھا:

"عمیدی، تمہیں پتا ہے نہ کہ تم ایک ایڈیٹ ہو؟ یا میں بتاؤں؟"

عمید نے چڑے انداز میں جواب دیا:

"حازم اس وقت میں تمہاری بکواس سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ میری بیوی ڈھونڈنے میں مدد کر سکتے ہو تو کرو، ورنہ منہ بند رکھو۔"

حازم جیسے موقع کی تلاش میں تھا، غصے سے بولا:

"تم وہ گھامڑ آدمی ہو جس نے فیک بلونڈی سے بریک اپ کرنے کے بعد اسی دن جا کر دینہ جیسی شریف لڑکی سے شادی کر لی۔ اب اگر تمہیں اپنی فیک ایکس پہ پیار آگیا اور تمہیں دینہ سے شادی کا فیصلہ غلط لگے تو ایک بات اپنے دماغ میں فکس کر لو: فرید تمہاری ہڈیوں کا سرمہ بنائے گا، اور اس میں حاتم اور میں اس کا پورا پورا ساتھ دیں گے۔"

عمید غصے سے بولا:

"میں اپنی زندگی میں کیا کرتا ہوں کیا نہیں، اس سے تمہارا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اور مجھے ہڈیوں کا سرمہ بنانے کی دھمکی دیتے وقت یہ بھی یاد رکھنا،

آخری دفعہ سپارنگ میں تمہاری ناک کس نے توڑی تھی۔ ابھی تو مجھے اس کو ڈھونڈنا ہے، تمہاری بکواس کا جواب بعد میں دوں گا۔"

دینہ ادھر ہی بیٹھی رہی۔ مگر دو منٹ بعد جب ایک توانا مردانہ ہاتھ گزیبو کے اندر آیا تو اسے احساس ہوا آزادی کے لمحے ختم ہوئے۔ مگر دوسرے پل حاتم کی آواز پہ حیرت کا شکار ہوئی:

"آؤ دینہ۔"

جو ہاتھ وہ عمید کا سمجھ رہی تھی وہ حاتم تھا۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر گزیبو سے باہر آگیا۔ بارش میں کمی ہونے کی بجائے مزید تیزی آچکی تھی۔

اس کا ہاتھ تھامے حاتم اسے لے کر باغ سے باہر آیا تو آگے ہی کالی کار کھڑی تھی، جس کا انجن چل رہا تھا۔ بارش میں سرخ ٹیل لائٹ چمک رہی تھی۔

حاتم نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر اسے اندر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

وہ چپ چاپ بیٹھ گئی۔ ڈرائیور سیٹ سے حازم نے ہاتھ پیچھے کر کے اسے ٹشو کا ڈبہ آفر کیا۔ اس نے وہ بھی پکڑ لیا۔ دو تین ٹشو نکال کر اپنا چہرہ اور بال صاف کیے۔

اس دوران حاتم آ کر حازم کے برابر بیٹھا اور حازم نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

وہ اپنے ہاتھ صاف کرنے کے بعد مسکراتے ہوئے بولی:

"آپ دونوں بھائی عمید سے کون سا بدلہ لینے کے لیے مجھے اغوا کر رہے ہیں؟"

دونوں اس کی بات پہ ہنس دیے۔

حازم بولا:

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ ہم دونوں ایک کام سے جا رہے تھے، سوچا آپ کو بھی ساتھ لیتے چلیں۔ حازم بہت اچھی ڈرائیونگ کرتا ہے، خاص کر بارش میں تو بہت اچھی کار چلاتا ہے۔ آپ انجوائے کریں گی۔"

دینہ کی ہنسی نکل گئی، کیونکہ وہ دونوں بھائی یہ بات ماننے سے انکاری نظر آ رہے تھے کہ وہ دینہ کو اداس دیکھ کر اس کی مدد کر رہے تھے۔

وہ بولی:

"عمید پریشان ہو گا۔"

حازم بولا:

"اس وقت وہ اسی قابل ہے۔ کتے کو جلدی معاف نہ کرنا۔ اللہ کی پناہ، بیوی گھر پہ ہے اور یہ اپنے بیڈروم میں اپنی ایکس کے ساتھ باتیں کر رہا ہے۔ کم از کم ایک ہفتے تک اسے بیڈروم میں قدم مت رکھنے دینا۔"

دینہ کی آنکھیں آنسوؤں سے چمک رہی تھیں، مگر وہ اتنے "سوبر" آدمی کے منہ سے "بیسٹ فرینڈ" والے مشورے سن کر ہنس ہنس کر پاگل ہو رہی تھی۔

جب اس کی ہنسی تھمی تو حاتم نے اپنا فون اس کی جانب بڑھایا۔

دینہ نے فون پکڑتے ہوئے پوچھا:

"یہ کیا ہے؟"

اسکرین پہ عمید نظر آرہا تھا جو ایک ایک کمرے میں جا کر چیک کر رہا تھا۔ اس کے علاوہ نوکروں کو ادھر ادھر بھگا رہا تھا۔

دینہ نے غور سے دیکھا۔ عمید حقیقت میں اس وقت ایسا مرد لگ رہا تھا جس کا سب کچھ داؤ پہ لگا ہو۔

اس نے فون واپس حاتم کی طرف بڑھا دیا۔

حاتم اسے بتاتے ہوئے بولا:

"وہ عورت اس کے پیسوں کی وجہ سے اس کے ساتھ تھی۔ ہم لوگ بہت خوش ہیں کہ ہمیں درمیان میں نہیں کودنا پڑا، وہ خود ہی اس کی زندگی سے نکل گئی ہے۔اس سے بھی بڑی خوشی ہمیں یہ ہے کہ تم دونوں نے شادی کی ہے۔فرید کو ہم پہلے سے جانتے ہیں، کام کی وجہ سے کہیں ملنا ہوا تھا۔ عمید کا ہمیں علم تھا، اپنی مرضی سے شادی کرے گا۔ مگر شکر ہے اللہ نے اسے ایک بہترین لڑکی سے ملوادیا۔"

حازم ہنستے ہوئے بولا:

"عمید سکیورٹی روم میں گیا ہے، ابھی کال آئے گی۔"

وہی ہوا، ایک منٹ بعد حازم کا فون بجنے لگا۔

دونوں بھائی ہنسنے لگے۔ حازم نے کال کاٹ دی۔

"تھوڑی دیر کوئلوں پہ جلتے رہو، چھوٹے بھائی۔"

حازم نے پیچھے دیکھ کر پوچھا:

"بھابھی، تم ٹھیک ہو؟"

دینہ دھیمے سے بولی:

اس کی بہن میری بہت اچھی دوست ہے۔مجھے پورا یقین ہے جب ثمرین کو پتا چلے گا کہ عمید نے مجھ سے شادی کی ہے۔وہ مجھ سے اپنی نفرت کا اظہار کرنے ضرور آئے گی۔

دونوں بھائی سنجیدگی سے بولے

تم اب ہماری بہن ہو۔اس خاندان کا حصہ ہو۔وہ لڑکی بہت ہوشیار ہے وہ کبھی مر کر بھی ہم سے پنگا نہیں لے گی۔اس لئے کسی بات کا فکر نہیں کرنا ہے۔اور کچھ؟

"آپ میرے شوہر کو اتنا تنگ کر رہے ہیں، مجھے اس پہ ترس آرہا ہے۔"

حازم بولا:

"اس کتے پہ کبھی ترس نہیں کھانا۔ میری بہن کو اتنے اہم دن پہ اداس کیا ہے، یہ بدلہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔"

حازم کی بجائے اب حاتم کا فون بجنے لگا۔

حازم نے پکڑ کر پھر سے عمید کی کال کاٹ دی۔

حاتم بولا:

"کال اٹھا لو، ورنہ وہ اس لڑکی کے گھر جا کر اس کی مزید بے عزتی کرے گا کہ اس کی وجہ سے اس کی بیوی ناراض ہو گئی ہے۔ یا پھر اپنے کمرے کی دیوار پہ مکے مار کر دیوار کے پلاسٹر میں سوراخ کر دے گا۔ مرمت تو ہمیں کروانی پڑے گی۔"

حازم بولا:

"کوئی نہیں، ہم لوگ یہاں پہنچ گئے ہیں۔ دو منٹ کا کام ہے، پھر واپس ہی جا رہے ہیں۔"

دینہ نے پوچھا:

"حاتم بھائی، آپ نے ابھی کہا وہ اس لڑکی کے گھر جا کر اس کی مزید بے عزتی کرے گا۔ اس 'مزید' کا کیا مطلب ہے؟"

حاتم بولا:

"یہ کوئی قابل فخر بات نہیں ہے، مگر اس میں عمید سے زیادہ اس لڑکی کا قصور ہے جو اس کے منع کرنے کے باوجود نہ صرف یہ کہ ہمارے گھر آئی ہے بلکہ عمید کے پیچھے اس کے کمرے تک گئی۔ عمید نے اس کو بہت باتیں سنا دی ہیں اور دھمکی دی کہ اگر وہ خود وہاں سے نہ گئی تو وہ سکیورٹی کو بلا لے گا۔"

دینہ کے جسم میں سرد لہر دوڑ گئی۔

انہوں نے ایک جگہ کار روک کر دینہ سے کہا:

"ہم بس دو منٹ میں واپس آتے ہیں، یہاں سے ایک پیمنٹ لینی ہے۔"

دینہ کو پھر سے حیرت ہوئی کہ دونوں بھائی کتنے سادہ مزاج اور شفقت کرنے والے تھے۔ان کی طبیعت ان کے ظاہر سے بالکل میچ نہیں کھا رہی تھی۔دیکھنے میں وہ خطرناک قسم کے گینگسٹر لگتے تھے،اور مزاج اس قدر نرم تھا۔دینہ کو بالکل بھی غیر پن محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

جیسے ہی وہ دونوں بھائی گاڑی سے نکلنے لگے،دینہ نے ان کو بتایا کہ عمید اس کے فون پہ کال کر رہا ہے۔

حازم نے جھک کر اس کے ہاتھ سے فون لیا۔کال اٹھا کر مزے سے بولا:

"ہماری بہن ابھی مصروف ہے،اس کو تنگ مت کرو۔"

اتنے میں ہی دوسری جانب سے عمید چلا رہا تھا:

"بے غیرت آدمی، میں تمہارا منہ توڑ دوں گا!"

حازم نے کال کاٹ دی۔

اس نے دینہ کو فون واپس کرنے کی بجائے اپنی جیب میں ڈالتے ہوئے کہا:

"تم فون اٹھالو گی۔"

دونوں اپنے پیچھے گاڑی لاک کر کے ایک ٹیک اوے میں چلے گئے۔

دینہ عمید کے بارے میں ہی سوچ رہی تھی جب کسی خیال کے تحت اس نے اپنے دماغ میں دنوں اور تاریخوں کا تھوڑا سا حساب لگایا۔ آخر میں جو نتیجہ نکلا، دو سیکنڈ کے لیے اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

دو منٹ کی بجائے وہ دونوں بھائی دس منٹ بعد واپس آئے۔ حاتم نے ایک بڑا سا کاک این بن بیگ ایک ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا، جسے پچھلا دروازہ کھول کر دینہ کے برابر رکھنے کے بعد اپنی سیٹ پہ بیٹھ گیا۔

تجسس کے مارے دینہ نے ہاتھ بڑھا کر بیگ کو محسوس کیا۔ آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ بیگ میں نوٹوں کی گٹھیاں تھیں۔

اس نے ہاتھ واپس کھینچ لیا۔

حازم نے گاڑی واپسی کے راستے میں ڈال دی، مگر گھر جانے سے پہلے اس نے ٹیسکو کے باہر سٹاپ لیا۔

گردن موڑ کر دینہ سے پوچھا:

"کون سی آئس کریم پسند ہے؟ اسٹرابیری؟ چاکلیٹ؟ ونیلا؟"

دینہ بولی:

"کیا میں خود جا کر لے سکتی ہوں؟"

وہ کندھے اچکا کر گاڑی سے نکلتے ہوئے بولا:

"Be my guest, let’s go."

دینہ کا دروازہ کھول کر اس کو باہر نکلنے میں مدد دی۔

بہت بڑا اسٹور تھا، اور دینہ دل میں منصوبہ بنا رہی تھی کہ کیسے حازم کو جھانسہ دے کر اکیلی ہو۔ کیونکہ جو چیز لینے کے لیے وہ سٹور میں آئی تھی، وہ حازم کے سامنے نہیں لے سکتی تھی، اور کل تک کا انتظار وہ کرنا نہیں چاہتی تھی۔

وہ حازم سے بولی:

"اگر آپ برا نہ مانیں تو میں ذرا واش روم سے ہو کر آتی ہوں۔"

حازم نے فوری ہاتھ کھڑے کرتے ہوئے کہا:

"میں آئس کریم لے کر آتا ہوں۔"

دینہ تیزی سے چلتی ہوئی ایک کسٹمر اسسٹنٹ کے پاس آئی اور جلدی جلدی اس خاتون کو اپنا مسئلہ بتاتے ہوئے اپنے بیگ سے اپنا بینک کارڈ نکال کر دیا۔

اس عورت نے دور جاتے حازم کو ایک نظر دیکھ کر دینہ کی مدد کرنے کی حامی بھرتے ہوئے اس کا کارڈ تھام لیا۔

دینہ واش روم کی جانب چلی گئی۔

پانچ منٹ بعد وہ خاتون واش رومز میں آئی اور ایک پریگننسی سٹک اور دینہ کا کارڈ واپس کیا۔

دینہ نے اس کا بہت زیادہ شکریہ ادا کیا اور ایک خالی سٹال میں بند ہو گئی۔

چھ منٹ بعد وہ سٹال سے نکلی اور کانپتے ہاتھوں سے ہاتھ دھو کر باہر آ گئی۔

حازم ہاتھ میں کیریئر بیگ لیے سٹور کے دروازے کے پاس کھڑا تھا۔

دینہ نے پاس آکر معذرت کر کے بہانہ بناتے ہوئے کہا:

"سوری، واش روم جانے والوں کی لائن بہت لمبی تھی۔"

حازم نے کچھ نہیں کہا۔

جیسے ہی وہ لوگ پارکنگ میں پہنچے تب ہی ایک اور کالی کار ان کے بالکل ساتھ آکر رکی۔

اگلے پل عمید باہر نکل کر دینہ کی جانب بڑھتے ہوئے اپنے بھائیوں سے بولا:

"میں یاد رکھوں گا کیسے آج تم لوگوں نے میری پریشانی کو انجوائے کیا ہے۔ تم لوگوں پہ بھی وقت آئے گا اور میں ایسے ہی ساتھ دوں گا۔"

اس کے ساتھ اس نے ان دونوں کو دو چار موٹی موٹی گالیوں سے نوازا اور نرمی سے دینہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے قریب کیا۔ پھر اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے ہالے میں بھر کر بولا:

"Sunshine, you know that she means nothing to me. Still you left me alone with her. I was waiting for you to walk in and lay claim on me in front of her. That was our main deal—to be there for each other. Not only you broke the promise, you also tortured me by disappearing on me."

دینہ نے نم آنکھوں سے اس شاندار مرد کی آنکھوں میں دیکھا، پھر اس کے دل پہ اپنا ہاتھ رکھا۔ ہاتھ کو دل کے عین اوپر نرمی سے پھیرتے ہوئے دھیمے سے بولی:

"I am sorry, it won’t happen again."

حازم دینہ کو اس کا فون لوٹاتے ہوئے بولا:

"میری بہن ہو کر کیوں اس کتے سے معاف مانگ رہی ہو؟"

عمید نے لمبی ٹانگ اٹھا کر حازم کی بیک پہ ایک ہلکی سی کک ماری۔

"تم میرے سامنے میری بیوی کو میرے خلاف کر رہے ہو!"

"یہ تمہاری بیوی بعد میں ہے، پہلے ہماری بہن ہے۔"

"She is under my protection. If you ever mess with her, you will have to go through me."

حازم کی بات پہ عمید نے اس کو انگلی دکھائی اور دینہ کے لیے اپنی کار کا دروازہ کھولا۔

دینہ کار میں بیٹھ رہی تھی جب حازم نے اس کی گود میں آئس کریم والا بیگ رکھا اور عمید کو سنانے کے لیے بولا:

"Deena, if this daft ever hurt your feelings again, you call me right away. I will come and break his bones."

دینہ کا ہنس ہنس کر برا حال ہو رہا تھا، اور عمید کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اپنے بڑے بھائی پر گاڑی چڑھا دیتا۔ غصے سے حازم کو گھورتے ہوئے وہ گاڑی وہاں سے بھگا لے گیا۔

تھوڑی دیر خاموشی سے سڑکوں پر بلاوجہ گھومنے کے بعد عمید نے گاڑی ایک بڑے سے پارکنگ ایریا میں روک دی اور انجن بند کر دیا۔

اس کا غصہ اتر چکا تھا۔ وہ اپنی سیٹ میں پوری طرح گھوم کر دینہ کی جانب رخ کر کے بیٹھ گیا، مسلسل اسے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا:

"کچھ کہو گی نہیں؟"

دینہ نے اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگی:

"ہم نے کون سا ایک دوسرے کے ساتھ بہت بڑے بڑے وعدے اور دعوے کیے ہوئے ہیں۔ شاید ہمارا یوں شادی کرنا ایک بہت ہی غیر یقینی

اور جذباتی عمل تھا، مگر ہم نے اس کے بعد سے ہر قدم بہت پریکٹیکل اور ذمہ دار ہو کر اٹھایا ہے۔"

"عمید، مجھے غصہ نہیں آیا تھا۔ بس یہ لگا شاید تم اس کے ساتھ بریک اپ کو غلطی سمجھ کر واپس جانا چاہو، تو اس صورت میں ہمیں طلاق لینا ہو گی۔"

عمید بہت بے چین نظر آیا، وہ کچھ کہنے جا رہا تھا مگر دینہ نے ہاتھ کے اشارے سے منع کیا اور مزید کہنے لگی:

"مگر مجھے پچھلے ایک گھنٹے میں احساس ہوا ہے کہ ہم طلاق نہیں لے سکتے، کیونکہ تمہارے بھائی تمہیں سکون سے جینے نہیں دیں گے۔ مگر بیس منٹ پہلے ہمارے رشتے کو لے کر مجھ پر ایک ایسی حقیقت آشکار ہوئی ہے کہ جس کے بعد طلاق کا نام لینا بھی میرے لیے کم از کم گناہ ہے۔ اب چاہے تم مجھے پسند کرو یا نہ کرو، تم زندگی بھر کے لیے میرے ساتھ فکس ہو چکے ہو، کیونکہ بچے کو ماں باپ دونوں کی ضرورت ہوتی ہے، اور میں تمہارے بغیر

اس بچے کی پرورش نہیں کر پاؤں گی۔ عمید مجھے تو صرف انڈا ابالنا آتا ہے۔

اگر میں اکیلی رہی تو ہمارا بچہ انڈے اور فاسٹ فوڈ پہ پلے گا۔"

اس کے الفاظ عمید کی روح میں سکون اتار رہے تھے، مگر جب اس نے دینہ کے آخری چند فقروں پر دوبارہ غور کیا تو وہ تھم گیا۔

دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے دینہ سے پوچھا:

"یہ اچانک سے بچے کا ذکر کیسے آگیا ہے؟"

دینہ نے ہنستے ہوئے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا:

"کیونکہ عمید جس طرح اچانک ہمارا نکاح ہوا تھا، اسی طرح اچانک بغیر پلان کیے ہمارا بچہ آرہا ہے۔"

عمید ہونکوں کی طرح اس کی شکل دیکھتے ہوئے بولا:

"ہمارا بچہ آرہا ہے؟"

"ہاں۔"

دینہ نے بیگ میں سے پریگننسی سٹک نکال کر اسے دی اور ساتھ ہی کار کی اندرونی بتی جلا دی۔

"Oh my God, Deena, is this real? It’s really happening."

دینہ نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے سر اثبات میں ہلا یا۔

وہ پھر سے تصدیق کروانے لگا:

"تمہارا مطلب ہے ہم ماں باپ بننے والے ہیں؟"

دینہ نے پھر سے سر ہاں میں ہلا یا۔

عمید بولا:

"اب کیا ہو گا؟ ہم تو ابھی ایک ملک میں بھی نہیں رہتے۔ تم یہاں جاب کر رہی ہو، میں نے وہاں اس ہفتے پانچ ملین کی ڈیل سائن کی ہے۔ ابھی تو ہماری شادی کو مہینہ بھی نہیں ہوا۔ ہم لوگ بچہ کیسے پالیں گے؟"

دینہ خوشی کے آنسو بھول کر منہ کھول کر عمید کو دیکھنے لگی، جس کے چہرے کا رنگ بالکل سفید ہو رہا تھا۔

"میں بہت جلدی میں بھی کاروبار سمیٹوں تب بھی سال دو لگ جائیں گے، مگر ابھی تک ہم نے تو یہ فیصلہ بھی نہیں کیا کہ مستقل رہنا کہاں ہے—— یو کے میں یا جرمنی میں۔ دینہ، مجھے لگ رہا ہے کہ میں بے ہوش ہونے لگا ہوں۔"

دینہ کی سمجھ سے باہر تھا کہ یہاں اسے کیا کرنا چاہیے۔ کیا عمید کو بچے پسند نہیں ہیں؟ اتنا عجیب ردِ عمل کیوں دے رہا ہے؟

عمید گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر آگے جھکنے کے بعد لمبے لمبے سانس لے رہا تھا۔

پھر ایک دم سیدھا ہوا اور فون نکال کر کوئی نمبر ملایا۔

دینہ تحمل سے سب دیکھ رہی تھی۔

دوسری طرف سے فون اٹھایا گیا تو عمید لمبے لمبے سانس کھینچتے ہوئے بولا:

"حازم، مجھے لگتا ہے میرا آخری وقت آگیا ہے۔ میں مرنے لگا ہوں۔"

حازم پریشانی سے پوچھنے لگا:

"کیا ہوا ہے؟ تم کدھر ہو؟ لوکیشن شیئر کرو۔ کیا کسی نے روکا ہے؟ کیا ایکسیڈنٹ ہوا ہے؟ دینہ کدھر ہے؟"

"حازم، میرے بعد میرے بچے کو کون پالے گا؟"

دینہ کو گاڑی میں حازم کے چلانے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ پوچھ رہا تھا:

"کون سا بچہ؟"

دینہ کی ہمت جواب دے گئی۔ وہ غصے سے باہر نکلی، چکر لگا کر عمید کے پاس آئی اور اس کے ہاتھ سے فون لے کر کان سے لگا کر تحمل سے بولی:

"حازم بھائی، سب کچھ ٹھیک ہے۔"

عمید اس کے پیچھے سے بولا:

"حازم، یہ جھوٹ بول رہی ہے۔ کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے۔ دینہ پریگننٹ ہے۔ اب مجھے یا تو کینسر ہو جائے گا یا میرا قتل ہو جائے گا۔ پیچھے میرا بچہ اکیلا رہ جائے گا۔ اس کا تو کوئی بڑا بھائی بھی نہیں ہے جو اسے سنبھال لے گا۔"

لائن کی اس طرف دونوں بھائی دم سادھے اسے سن رہے تھے۔ ایک چٹاخ کی آواز نے سارا اسناٹا پل بھر میں ختم کر دیا۔

عمید اپنی گال تھامے شاک سے دینہ کو دیکھ رہا تھا، جو آگ برساتی نظروں سے اسے گھور رہی تھی۔ اس نے فون واپس عمید کے ہاتھ میں دیا اور خود ایک طرف کو چل پڑی۔

جیسے ہی عمید نے فون کان سے لگا کر "ہیلو" بولا، دوسری طرف سے آتے بھائیوں کے قہقہے اس کے کان کا پردہ پھاڑ سکتے تھے۔

اس نے بے چارگی سے کہا:

"کمینوں، میں باپ بن رہا ہوں۔ تم لوگوں کو خوشخبری سنانے کے چکر میں بیوی سے تھپڑ پڑ گیا ہے۔"

اس پر مزید قہقہے ابھرے۔ اس نے فون بند کر دیا۔

دینہ چند قدم ہی دور ہوئی تھی کہ عمید نے پیچھے سے جا کر اس کے گرد بازو حمائل کیے اور اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔ اس کے کندھے پر سر جھکا کر کان میں سرگوشی کی:

"I am very sorry sunshine, I think I panicked."

اب اس نے اپنا بڑا سا ہاتھ دینہ کے پیٹ پر رکھا۔اس کے بالوں میں چہرہ چھپا کر بولا:

"میں ہمیشہ تم دونوں کے ساتھ ہوں۔ میرے لیے پہلے بھی تمہارے بغیر چند دن نکالنا مشکل ہو رہا تھا۔اب تو میرا اکیلے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔اگر تم راضی ہو، اگر تمہاری مرضی ہو تو میرے ساتھ جرمنی چلو۔"

دینہ نے سکون سے اپنا سر اس کے سینے سے ٹیک دیا اور اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر بولی:

"مجھے نہیں لگتا کہ ہماری مائیں مجھے اس حال میں اکیلے تمہارے ساتھ جانے دیں گی۔"

"ان کو میں منالوں گا۔اور اگر زیادہ پرابلم ہوئی تو جس کو اعتراض ہو گا،
اسے ہم اپنے ساتھ لے جائیں گے۔"

دینہ نے اس کی بانہوں میں رہتے ہوئے اپنا چہرہ اس کی جانب موڑا۔

عمید نے اس کے چہرے پر آئے بال پیچھے کرتے ہوئے کہا:

"میں تمہیں شروع میں ہی اپنے بہن بھائی اور اماں کے بارے میں بتانا چاہتا تھا، مگر فرید نے مجھے منع کر دیا تھا کیونکہ وہ تمہیں تھوڑا تنگ کرنا چاہتا تھا۔"

وہ بولی:

"میں نے تم سے ذکر کیا تھا نا کہ مجھے فرید کا تمہیں یوں قبول کرنا کھٹک رہا ہے کہ اس نے بالکل بھی ہنگامہ نہیں کیا۔اب مجھے سمجھ آگیا ہے۔حاتم بھائی نے بتایا، وہ فرید کو پہلے سے جانتے ہیں۔"

عمید نے تصدیق کی:

"ہاں، فرید نے میری گاڑی کی رجسٹریشن چیک کروائی تھی۔ تب ہی مجھ سے پوچھا کہ کیا میں حازم اور حاتم کا رشتے دار ہوں۔ جب میں نے بتایا کہ وہ دونوں میرے بڑے بھائی ہیں، فرید نے خوش ہو کر مجھے گلے لگایا۔"

دینہ مسکرا رہی تھی مگر پھر ایمان کا خیال آتے ہی اس کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ وہ کہنے لگی:

"میں ثمرین آپی کو پہلے سے جانتی ہوں۔ وہ میری دوست ایمان کی بہن ہیں۔ مجھے ہمیشہ ان پہ رشک آتا تھا کیونکہ وہ ہر لحاظ سے بہت پرفیکٹ ہیں؛ اچھی جاب کرتی ہیں، اچھے فلیٹ میں رہتی ہیں، ان کا بات کرنے کا انداز بہت مہذب ہے، دیکھنے میں اتنی خوبصورت ہیں۔ تمہارے ساتھ کھڑی دیکھا تو احساس ہوا کہ تم لوگ کتنے پیارے لگ رہے تھے۔ میں جیلس ہونے والی لڑکی نہیں ہوں عمید، مگر ایک فطری بات ہے کہ اگر تم ابھی

غصے میں ہی ان سے دور ہوئے ہو تو ہو سکتا ہے مستقبل میں تمہیں لگے کہ تم نے غلط کر دیا ہے، اور تم واپس ان سے تعلق رکھنا چاہو۔"

عمید نے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے چپ ہونے کا اشارہ کیا۔

"میری جان، کچھ لوگ دیکھنے میں جیسے لگتے ہیں حقیقت میں ویسے نہیں ہوتے۔ تمہاری طرح میں بھی اس لڑکی کے ظاہر سے متاثر ہو گیا تھا، مگر وہ ہماری سوچ سے بہت مختلف لڑکی ہے۔ اس کی زندگی کے مستقبل کے پلان ہم سے بہت مختلف ہیں۔ اسے مجھ سے محبت نہیں ہے، میں اس کے امیر ہونے کی ٹکٹ تھا۔ اس نے میرے اوپر پوری ریسرچ کر کے مجھے ٹریپ کیا تھا۔ صرف میرے اوپر نہیں، اس نے میرے بھائیوں کو بھی ٹارگٹ کیا تھا۔ یہ بات انہوں نے اب آ کر مجھے بتائی ہے۔ اس سارے عرصے میں وہ دور سے مجھے دیکھ کر ہنستے رہے ہیں کیونکہ وہ ثمرین کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں۔ ثمرین ہر اس جگہ پائی جاتی تھی جہاں

اسے شک ہوتا کہ میرے بھائی آئیں گے۔ جب وہ ان لوگوں کو ٹریپ نہیں کر سکی تو میرے پیچھے آ گئی۔ اب حازم ساری عمر مجھے معاف نہیں کرے گا، ہر موقع پر سنائے گا۔ اور یہ بات سچ ہے کہ اگر وہ مجھے سمجھانے کی کوشش کرتے تو میں ان کی بات سننے کے بجائے اس لڑکی کا دفاع کرتا۔ میری نیت صاف تھی، اس لیے اللہ نے مجھے زندگی بھر کے عذاب سے بچا لیا ہے۔ میں کسی کی کردار کشی نہیں کرنا چاہتا، اس لیے بہت سی باتیں جانتے ہوئے بھی تمہیں نہیں بتا سکتا۔ مگر تمہاری تسلی کے لیے یہ بتانا ضروری ہے کہ ثمرین ایک ہائی کلاس ایسکورٹ ہے، مجھ سے پہلے اس کے شوگر ڈیڈیز تھے۔ یہ چیپٹر آج یہیں ختم ہو گا۔ ہم دوبارہ اس کے بارے میں بات نہیں کریں گے۔"

"سنشائن، ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا، دنیا کی حسین سے حسین عورت بھی ہو، وہ میری نظر میں تمہاری جگہ نہیں لے سکتی۔ کیونکہ میرے لیے سب

سے حسین عورت میری بیوی ہے، پھر میرے بچے کی ماں ہے۔ میری جان، دل کے تعلق لوگوں کو اہم یا عام بناتے ہیں۔ تم وہ پہلی عورت ہو جس نے مجھ پر پیسے لگائے، جس نے مجھے شاپنگ کروائی ہے، مجھے تین دن تک پرنسس ٹریٹمنٹ دیا ہے۔"

یہ سب کہتے ہوئے وہ مسکرا رہا تھا اور دینہ ہنس رہی تھی۔

وہ مزید بولا:

"اپنی طرف سے تو تم نے ایک سڑک چھاپ سے شادی کی تھی۔"

اب وہ دونوں ہنس رہے تھے۔

"میں نے مہنگے سے مہنگے اور اچھے سے اچھے ریسٹورنٹ پر کھانا کھایا ہے، مگر میری زندگی کا سب سے لذیذ لنچ وہ تھا جو تم نے مجھے لا کر دیا تھا، اور وہ لنچ مجھے ہمیشہ یاد رہے گا۔ سب سے بڑی بات میرے نک چڑھے بھائی، جو کسی

کے ساتھ سیدھے منہ بات نہیں کرتے، طیبہ کے بعد تم وہ واحد لڑکی ہو جس کو انہوں نے بہن کے طور پر قبول کیا ہے۔"

دینہ بولی:

"میں ان دونوں سے ڈر رہی تھی، مگر وہ تو بہت نرم خو ہیں۔ مجھے لگا یہ دونوں کوئی گینگ چلاتے ہوں گے۔ اب پتا چلا کہ یہ کہیں سے پیسوں کا بھرا بیگ لے کر آئے ہیں۔"

عمید نے ہنستے ہوئے بتایا:

"ان دونوں کے بارے میں ایسا صرف تم نے نہیں سوچا۔ ہر دوسرا انسان جو انہیں نہیں جانتا یہی سمجھتا ہے۔ اور بائے داوے، انہوں نے ایک ٹیک اوے بیچا ہے، اس کے پیسے لینے گئے تھے۔"

اس کی شرٹ سے نہ نظر آنے والی گرد ہٹاتے ہوئے پوچھا:

"کیا تم خوش ہو؟"

وہ اسے پھر سے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بھرپور انداز میں بولا:

"الحمدللہ۔"

میں ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔

وہ ہمہ تن گوش ہوا۔

بولو؟

میرے خیال میں اب میرا لیپ ٹاپ کا پاس ورڈ بدلنے کا وقت آگیا ہے۔

عمید کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

اچھا جی؟ اب کیا رکھنا ہے؟

عمید منے کے ابا

جیسے ہی دینہ نے یہ کہا، دونوں کی ہنسی چھوٹ گئی۔ تین ایکٹر پہ پھیلے سنسان پارکنگ ائریا میں مصنوعی روشنیوں کے نیچے کھڑے وہ دنوں ایک دوسرے کو اپنی بانہوں میں لئے ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔

عمید بڑی مشکل سے اپنی ہنسی روک کر بولا۔

نہ دینہ یہ چیٹنگ ہے۔ پہلے عمید جان ہو گا۔ پھر منے کے ابا تک جائے گا۔

دینہ نے اپنی آنکھوں میں زیادہ ہنسنے سے آئے پانی کو صاف کرتے ہوئے کہا۔

اب میرا اس میں کیا قصور ہے۔ جان سے پہلے تم ابا بن گئے ہو۔

وہ بولا

ابا بننے میں ابھی نو مہینے باقی ہیں۔ پلیز اتنی دیر مجھے اپنی جان کے مرتبے پر فائز کر دو۔

اس کے بعد دونوں کو پھر سے ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔

دینہ بولی

, ٹھیک ہے۔ میں اس پہ سوچتی ہوں۔،

وہ اس کی پیشانی پہ بوسہ لیتے ہوئے بولا

, نوازش۔ میرے پاس تمہارے لئے کچھ ہے۔،

عمید کے کہنے پہ دینہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

, کیا ہے؟،

عمید نے اپنی قمیض کی سائیڈ جیب میں ایک ایک چھوٹی کی ڈبیہ نکال کر اس کے ہاتھ پہ رکھی۔

دینہ کے چہرے پہ مسکراہٹ دوڑ گئی۔

اس نے جامنی رنگ کی ویلوٹ کی ڈبی کھولی۔ توآنکھوں کے سامنے دو انگوٹھیاں تھیں۔ایک سفید نگ والی سادہ سے ڈیزائن والی انگوٹھی تھی۔ اس نگ کی چمک بتارہی تھی کہ وہ ہیرا ہی ہے۔اور ایک پلاٹینم کا چھلا تھا جس کے اندر بہت ہی چھوٹے چھوٹے نگ بھرے ہوئے تھے، جو بہت غور سے دیکھنے پہ نظر آتے۔ وہ یقیناً مردانہ تھا۔

عمید نے اس کی انگوٹھی ڈبے میں سے نکال کر اپنے ہاتھ میں لیکر اس کا ہاتھ مانگا۔

دینہ نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ عمید کے ہاتھ پہ رکھ دیا۔ عمید نے اس کو انگوٹھی پہنادی۔

دینہ نے ہاتھ پہ سجی انگوٹھی کو دیکھتے ہوئے عمید کا شکریہ ادا کیا، پھر عمید کے لئے بنی انگوٹھی نکال کر اس کی انگلی میں ڈال دی۔

دینہ نے اس کی کمر کے گرد اپنے بازو ڈال کر آنکھیں موند لیں۔ دونوں کے چہرے پر گہری مسکراہٹ تھی۔ وفا نے دور سے دونوں کے دلوں کو ایک ہی لہجے میں دھڑکتے سنا تو مسکرا کر آگے بڑھ گئی۔ یہاں اس کا کام ختم ہوا، کیونکہ ان دو لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت پہلے ہی بہت گہرائی تک سرایت کر چکی تھی، اور اس محبت کو وفا نے اپنے رنگ میں پوری طرح رنگ کر امر کر دیا تھا۔ کیونکہ وفا کے بغیر تو محبت کا تصور ہی محال ہے۔

The End